کچھ بیاں اپنا

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله و صحبه أجمعين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين وبعد :

بلدالحرام مکہ مکرمہ-اللہ تعالی اس کی عظمت ومرتبت اوراس کی بلندی ورفعت میں چار چاند لگائے-اللہ تعالی، اس کے رسول ﷺ اور دنیا کے تمام مسلمانوں کا محبوب ترین شہر ہے، اللہ تعالی نے اسے بہت سے خصائص وامتیازات عطا کرنے کے ساتھ اس کے گلے میں عزت وحرمت اور تقدس وشرافت کا وہ تاج پہنا دیا ہے جس کی وقعت نے ساری دنیا کو بے وقعت اور جس کی چمک نے سارے بلادِ عالم کو خیرہ چشم بنادیا ہے، دنیا کے کسی شہر وخطے کو وہ مقام ومرتبہ، وہ عظمت وشوکت، وہ ذکر وشہرت، وہ فضل ومرتبت، وہ حرمت وشرافت اور وہ جاذبیت ومرکزیت حاصل نہیں ہوئی جو بلدِ حرام کو حاصل رہی ہے، اس کو اللہ تعالی نے کئی ناموں سے موسوم کیا ہے جو اگر اس کی عظمت وتقدس پر دلالت کرتے ہیں تو وہ اس کے متعدد خصائص و فضائل کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں، وہ مکّہ ہے جو اس میں ظلم کرنے والے کو ہلاک کردیتا ہے، وہ بکّہ ہے جو کہ مقناطیس کی طرح لوگوں کو دور دراز کے خطوں سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس میں ہمیشہ لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے، وہ اُم القری ہے جس کا دنیا کی بستیوں میں کوئی عدیل وبدیل نہیں ہے، وہ اصل ہے اور دنیا کی ساری بستیاں اس کی تابع اور شاخیں ہیں، وہ بلد ہے، یعنی تمام بستیوں کا سینہ ودل ہے، وہ بلدالأمین یعنی شہر امن ہے، جو اس میں بسنے والوں اور اس کی زیارت کے لئے آنے والوں اور اس کی پناہ میں آنے والوں کو ہی نہیں بلکہ بہت سے جانوروں، درختوں اور گھاس پودوں کو بھی امن فراہم کرتا ہے.

وہ روئے زمین کا سب سے بہتر، افضل اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کا سب سے محبوب شہر ہے، عبداللہ بن عدی بن حمراء الزھری کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام حزورہ کے پاس کھڑے ہوکر یہ کہتے ہوئے سنا: **(وَاللّٰہِ اِنَّکِ لَخَیْرُ أَرْضِ اللّٰہِ، وَ أَحَبُّ أَرْضِ اللّٰہِ إِلَی اللّٰہِ،**

وَلَوَلا أَنِّي، أُخْرِجْتُ مِنْكِ؛ مَا خَرَجْتُ)

(اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہتر سرزمین ہے، اور تو اللہ تعالی کے نزدیک اس کی سب سے محبوب زمین ہے، اور اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں تم کو چھوڑ کر ہرگز نہ جاتا). (صحیح سنن الترمذی، ح:3925).

اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **(إِنَّ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ الْبَلَدُ الْحَرَامُ)** یعنی: اللہ تعالی کا محبوب ترین شہر بلد الحرام ہے، [دیکھئے: فضائل مکۃ الواردۃ فی السنۃ، رقم:(95)].

اسی شہر امن میں اللہ تعالی کی عبادت کے لئے بنایا جانے والا پہلا مبارک گھر (کعبہ مشرفہ) واقع ہے جو کہ سارے عالم کے لئے سامانِ ہدایت ہے **﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعٰلَمِين﴾** [آل عمران:۹۶]، اسی میں اسلام کے اہم ترین رکن حج کو ادا کیا جاتا ہے، اس میں اللہ کے بڑے بڑے شعائر ہیں، جیسے کہ مقامِ ابراہیم ہے، چاہِ زمزم، صفا ومروہ، جمرات، منیٰ، مزدلفہ، اور عرفات ہیں، اس میں نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور گناہوں کی سزا سخت ہوجاتی ہے، آخری زمانے میں ایمان اور اہل ایمان اس میں سمٹ آئیں گے، **(لَيَأْرِزَنَّ الإِيمَانُ بَيْنَ هَذَا لْمَسْجِدَيْنِ، كَمَا تَأْرِزُ الحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا)** [مسند احمد: ح1604. اور احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے]، (یعنی: **ایمان ان دونوں مسجدوں (مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی) کے درمیان سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے)**، فرشتے اس کی نگرانی پر مامور ہونگے اور وہ دجال سے اس کی حفاظت کریں گے، **(لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ ،ليس له مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيهِ المَلَائِكَةصافِّين يحْرُسُونها)** [البخاری: ح1782، (ومسلم: ح2943]، (کوئی ایسا شہر نہ ہوگا جس کو دجال اپنے پیروں سے نہ روندے، سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان کے راستوں میں سے کوئی ایسا راستہ نہ ہوگا جس پر فرشتے صف بستہ ہوکر ان کی نگہبانی نہ کر رہے ہوں)، اس پر حملہ کرنے والی فوج کو دھنسا دیا

جائے گا، اوراس کوعذابِ عام سے بچالیا جائے گا.

اللہ تعالی نے اسے بلدِ محرّم بنایا ہے، یعنی: وہ ازل سے شہر امن ہے اور تا قیامت اس کی یہ حیثیت باقی رہے گی(**إِنَّ هَذَاالْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يوم خَلَقَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَ**) (البخاری: ح3017، ومسلم: ح1353)(یعنی: اس شہر کو اللہ تعالی نے اسی دن حرام ٹھہرادیا جس دن اس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا، پس وہ اللہ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے). جس میں نہ کسی کا خون بہایا جائے گا، نہ کسی پرظلم کیا جائے گا، نہ اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے گا، نہ اس کے درختوں، پودوں اور گھاسوں کو کاٹا جائے گا، ابو شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ، ولم يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فلا يَحِلُّ لِإِمْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ فيها دماً، ولا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً ...**).(یعنی: مکہ کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اس کو لوگوں نے حرام قرار نہیں دیا ہے، پس وہ اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ اس میں کسی کا خون بہائے، اور نہ یہ حلال ہے کہ اس کے کسی درخت کو کاٹے)[البخاری: ح104].

بلکہ اس کے شکار کو قتل کرنا، ہراساں کرنا اور اس کو ہنکانا بھی جائز نہیں ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: (**إِنَّ هَذَاالْبَلَدَ حَرَّمَهُ الله لا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، ولا يُنفَّرُ صَيْدُهُ...**).(یعنی: اللہ نے اس شہر کو حرام ٹھہرادیا ہے، اس کی جھاڑیوں کو نہیں کاٹا جائے گا اور اس کے شکار کو نہیں ہنکایا جائے گا). [البخاری: ح2302، ومسلم: ح1353]، اسی طرح اس میں گری ہوئی چیزوں (لقطہ) کو تصرف میں لینے کے لئے اُٹھانا جائز نہیں ہے، البتہ محض تعریف وتشہیر کے لئے اُٹھایا جاسکتا ہے، (**ولا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِد**)[البخاری: ح2302؛ ومسلم: ح1355]، اور جو اس کی پناہ میں آجائے وہ مامون ہوگا، ﴿ **وَ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً** ﴾[آل عمران: 97].

اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں گناہ کا ارادہ کر لینے پر ہی آدمی مستحقِ عذاب ہوجاتا ہے اگر چہ

وہ اس پر عمل نہ کرے، ﴿وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عذَابٍ أَلِيمٍ﴾ [الحج:۲۵] نیز اس میں جرائم کی سنگینی اوران کا گناہ دوبالا ہوجاتا ہے، ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (زمانہ کی عظمت کے لحاظ سے جرائم عظیم ہوجاتے ہیں جیسے کہ اشھر حرم میں، اسی طرح مقام کی عظمت کے لحاظ سے گناہ عظیم ہوجاتے ہیں جیسے کہ بلد الحرام میں، ان حالات میں ایک معصیت دو معصیت بن جاتی ہے ایک تو خود وہ گناہ ہے جس کا آدمی ارتکاب کرتا ہے، دوسری شہر حرام اور بلدِ حرام کی حرمت کو پامال کرنا ہے) [أحکام القرآن: 277/3]

اس کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں مشرکین داخل نہیں ہوسکتے، اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَـٰذَا﴾ [التوبۃ:۲۸] ﴿ترجمہ: اے ایمان والو! بلاشبہ مشرکین ناپاک ہوتے ہیں، اس لئے اس سال کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں﴾.

ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قتال کرنا حرام ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: (إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يوم خَلَقَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وإِنَّهُ لم يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً من نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.)

(اس شہر کو اللہ تعالی نے اسی دن حرام ٹھہرادیا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، پس وہ اللہ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے، اور اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی قتال کرنا حلال نہیں رہا، اور میرے لئے دن کے کچھ ہی وقت کے لئے حلال تھا، پس مکہ اللہ تعالی کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے). [البخاری: ح3017؛ ومسلم: ح1353].

البتہ اگر بغاۃ یا کفار اس میں قتال کی شروعات کردیں تو ان سے قتال کیا جائے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَ لَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ

كَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِينَ ﴾[البقرة:۱۹۱].

﴿ ترجمہ: اور مسجد حرام کے پاس ان سے قتال نہ کرو، یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کرنے میں پہل کریں، پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی یہی سزا ہے ﴾.

اسی طرح حرم میں بلاضرورت ہتھیار لے کر چلنا اور اس کی تشہیر کرنا بھی درست نہیں ہے، جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (**لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَّحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ**)518.(یعنی: تم میں سے کسی کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھا کر چلے)[مسلم: ح1356]

ان خصائص وفضائل کے علاوہ بلد اللہ الحرام کے اور بھی بے شمار خصائص ومميّزات ہیں جن کو اس کتاب کے اندر بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جن کی وجہ سے یہ دنیا کا افضل ترین اور مبارک تر شہر ہے، انہیں صفات کی وجہ سے دنیا کے مسلمان اسے دل وجان سے چاہتے اور محبت کرتے ہیں، ان کی روحیں اس کی زیارت کے لئے بیتاب اور دل بے چین ہوا کرتے ہیں اور موقع ملتے ہی وہ اول فرصت میں اس کی زیارت ودید سے مشرف ہونے کی کوشش کرتے ہیں.

زیرنظر کتاب میں اس کے مصنف ڈاکٹر محمود بن احمد الدوسری حفظہ اللہ نے بلد الحرام کے خصائص ومميّزات، فضائل ومناقب اور اس سے متعلق احکام ومسائل کو تفصیل کے ساتھ نہایت فاضلانہ، عادلانہ، محققانہ ومحدثانہ انداز میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے.

کتاب کے مطالعہ سے قاری کو معلوم ہوگا کہ اس کے مصنف ڈاکٹر محمود بن احمد الدوسری/حفظہ اللہ ماہر قلم کار، نابغۂ روزگار، میدان تصنیف وتالیف کے شہسوار اور عمدہ ذوق ونفیس مزاج کے مالک ہیں، انہوں نے جس طرح اس موضوع کا احاطہ کیا ہے اور جس ذمہ داری کے ساتھ حق تصنیف کو ادا کیا ہے یہ انہیں کا حصّہ ہے، اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے تمام بیانات اور جملہ مضامین ومواد غایت درجہ موثّق اور دلیل سے مزیّن ومؤیّد ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے صرف انہیں احادیث وروایات کے

ذکر و بیان اور انہیں نصوص سے اخذ واستفادہ کرنے پر اکتفا کیا ہے جو اہل صناعت کے نزدیک قابل اعتبار واستدلال ہیں، اور بلد الحرام کے تعلق سے مشہور ان تمام مرویات کو کوڑے کے ڈھیر میں ڈال دیا ہے جو اسی کی حقدار تھیں اور کسی بھی طرح اعتبار و استدلال کے لائق نہیں تھیں.

جہاں تک ترجمے کی بات ہے تو اس کی خوبی وخرابی کا فیصلہ کرنا قارئین کرام کا حق ہے، کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر میں نے اس کے ترجمے کی ذمہ داری قبول کرلی، اس کو ادا کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ قارئین کریں گے، انسان سے غلطی کا صدور یقینی ہے، اگر قابل تسامح ہو تو درگذر فرمائیں اور اگر لائق گرفت ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں، اللہ تعالی ہماری اصلاح فرماتے ہوئے ہمارے عزائم واعمال میں پختگی وعمدگی پیدا کرے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نور الإسلام مدنی

جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام، مشرقی چمپارن، بہار

مقد مہ مؤلف

الحمد لله نحمده ونستعينه و نستغفره، و نعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيأت أعمالنا ،من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى له، و أشهد أن لا اله إلا الله و أشهد أن محمداً عبده و رسوله :﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوااللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾[آل عمران:102] ﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وٰحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَ نِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِى تَسَاءَ لُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ج اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً ﴾ [النساء: 1] ﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوااللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً ۞ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً﴾ [الأحزاب:70-71].

أما بعد : فان أحسنَ الحديث كلامُ الله تعالى، و خيرَ الهدى هدىُ محمّدٍ ﷺ، و شرَّ الأمور محدثاتها، و كلَّ محدثةٍ بدعة، و كلَّ بدعةٍ ضلالة، و كلَّ ضلالةٍ فى النَّار.

أما بعد: روئے زمین کے سب سے خشک و بے آب وگیاہ قطعہ میں، مردہ پتھروں والی سرزمین میں، جس کے چاروں طرف صحراء ہی صحراء ہے، جس میں نہ ہریالی ہے اور نہ پانی، جو حیات ونمو کے جملہ اسباب ووسائل کا محتاج ہے، اللہ تعالی نے مکّہ مکرّمہ کو اختیار فرمایا تاکہ وہ اس کا حرمِ مامون ہو، ساری دنیا کا دل اور سارے عالم کی راجدھانی ہو، وہ حکمِ ربانی اور قضائے الٰہی کے مطابق روئے زمین پر واحد مقدّس شہر کی حیثیت سے جلوہ گر ہو، عالمِ ارضی کے تمام خطوں پر اس کی فضیلت ہو اور دنیا کے تمام شہروں سے برتر وبالا ہو.

اللہ تعالی کے ارادہ کا تقاضہ ہوا کہ وہ اس کے لئے مذکورہ صفات کے حامل اس جگہ کو اختیار کرے، باوجودیکہ اللہ سبحانہ وتعالی اسے دنیا کی جنت بنانے پر قادر تھا، وہ چاہتا تو اس میں نہریں جاری کردیتا، خوشنماو

دیدہ زیب حدائق اور ہرے بھرے باغات پیدا کردیتا جو کہ اس کی قدرت کے دلائل میں سے ایک دلیل اور اس کے اعجاز کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوتی، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ **أَوَلَمْ يَرَوا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَماً آمِناًوَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَ بِنِعْمَةِاللَّهِ يَكْفُرُونَ** ﴾ [العنكبوت:٦٧].

﴿ ترجمہ: کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے لئے ایک پرامن حرم بنایا ہے، جبکہ لوگ ان کے اردگرد سے اچک لئے جاتے ہیں، کیا وہ لوگ معبودان باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں ﴾.

نیز اس کا ارشاد ہے: ﴿ **أَوَ لَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَماًآمِناً يُجْبَى اِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقاً مِّن لَّدُنَّا وَ لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لا يَعْلَمُونَ** ﴾ [القصص:٥٧]

﴿ ترجمہ: کیا ہم نے انہیں پرامن حرم میں رہنے کی جگہ نہیں دی ہے جہاں ہر طرح کے پھل ہماری طرف سے روزی کے طور پر پہنچائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں ﴾.

مکہ مکرمہ ایسی خصوصیت کا حامل شہر ہے جس میں دنیا کا کوئی شہر اس کا سہیم وشریک نہیں ہے، انسانی عادت کے مطابق شہروں اور مقامات کے درمیان تفاضل کا معیار ان میں پائے جانے والے ثروات اور اللہ تعالی کی طرف سے عطا کی جانے والی خیرات وھبات ہوتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ فلاں شہر کے پاس معدنی ثروت ہے فلاں کے پاس پٹرول کی ثروت ہے، فلاں کے پاس زرعی یا آبی ثروت ہے یا ان کے علاوہ دوسرے مادی وفانی ثروات ہیں.

اس کے برخلاف بلدالحرام کے تفاضل کا معیار اور اس کے امتیاز کا معیار ان مادی معیارات کے برخلاف ہے، بلکہ دین وہ اساس ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور اسی کی بنا پر وہ سارے اماکن وبلاد سے افضل وبرتر ہے، وہ اللہ تعالی کا محترم ومعزز شہر ہے، اس میں کعبہ مشرفہ، اماکنِ مقدّسہ اور شعائرِ معظّمہ ہیں، وہ مسلمانوں کا قبلہ ہے، مناسکِ حج وعمرہ کی ادائیگی کے ذریعہ اللہ تعالی کی عبادت وبندگی کرنے کی خاطر روئے زمین کا سب سے بڑا اجتماع اسی شہر عظیم میں ہوتا ہے.

بنابریں مکہ مکرمہ - دنیا کے ہر ہر مسلمان کے دل میں - بلند مقام اور عظیم مرتبت وعزت رکھتا ہے جو کہ اس کے اسی دینی مقام ومنزلت کا مرہون منت ہے جس سے اللہ تعالی نے اس کو سرفراز کیا ہے، اوراس میں شک نہیں کہ جس چیز سے قوموں کی شناخت قائم ہوتی ہے اور جو چیز ان کی رفعتِ شان و بلندیٔ مقام کا باعث ہوتی ہے وہ ہے ان کا اپنے مقدسات سے لگاؤ، اپنی تاریخ سے وابستگی، اپنے اصولوں سے تمسک، اور ماضی سے ہوتے ہوئے حاضر و مستقبل کی طرف ان کا سفر، یہی وجہ ہے کہ قدماء مسلمین نے جن میں محدثین شامل ہیں، بلدالحرام کا غایت درجہ اہتمام کیا ہے، اس کے لئے انہوں نے کئی مجلدات خاص کئے اور اس راہ میں انہوں نے بہت سارے اوقات واز مان کی قربانیاں پیش کیں ہیں.

بلدالحرام سے میری گہری وابستگی، اپنے دین اور اپنے مقدسات کی عظمت پر میرے ایمانِ راسخ ہی کا نتیجہ ہے کہ میرے ذہن میں اس کتاب کو لکھنے کا خیال آیا جس کا نام میں نے (**بلدحرام: تعریف، اسماء، فضائل، خصائص اور احکام**) رکھا، تاکہ یہ اس موضوع پر وقیع و جامع مرجع ہو، اور مجھے امید ہے کہ یہ ایک دلچسپ صحیفہ ثابت ہوگا، میں نے اس کے اندر بلدالحرام کی تعریف، فضائل، خصائص اور اس سے متعلق احکام کو جمع کیا ہے، اور اللہ تعالی کی توفیق واعانت سے میں نے اس کو حسین وجمیل شکل وصورت میں پیش کرنے کے ساتھ مشمولات ومضامین میں گہرائی وگیرائی کا خیال رکھا ہے.

ہمارا رب جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے منتخب فرماتا ہے :

یہ اللہ تعالی کی قدرت، حکمت اور اس کے علم کے کمال میں سے ہے کہ وہ مخلوقات میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دیتا ہے، کسی کو کسی سے ممتاز بناتا ہے اور بعض سے بعض کو منتخب فرماتا ہے، چنانچہ اس نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت بخشا ہے، انسانوں کے درمیان مفاضلت قائم کیا ہے، بعض اوقات کو بعض پر فضیلت عطا کیا ہے، بعض مقامات کو بعض پر فضیلت دی ہے، اسی طرح اس نے جنت الفردوس کو دوسری جنتوں پر فضیلت عطا کیا ہے.

(جب آپ مخلوقات کے احوال میں غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اختیار وتخصیص کا یہ عمل اللہ تعالی کی ربوبیت، اس کی وحدانیت، اس کی حکمت اور علم وقدرت کے کمال پر دلالت کررہا ہے، اور اس بات پر بھی کہ وہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کوئی الہ برحق نہیں ہے، اس کا کوئی ایسا شریک نہیں جو اس کی طرح کسی مخلوق کو پیدا کرسکے، اس کے اختیار کرنے کی طرح اختیار کرسکے اور اس کے تدبیر کرنے کی طرح تدبیر کرسکے، گویا یہ اختیار اور تدبیر اور تخصیص جس کا اثر اس دنیا کے اندر مشہود وملموس ہے، اس کی ربوبیت کی عظیم نشانیوں میں سے، اور اس کی وحدانیت، اس کی صفاتِ کمال اور اس کے رسولوں کی صداقت کے عظیم ترین شواہد وبینات میں سے ہے)1.

پس اس کا کوئی ایسا شریک کار نہیں جو اس کی طرح مخلوقات کو پیدا کرے، اس کی طرح کسی کو منتخب کرے، اور اس کی تدبیر کی طرح تدبیر کرے، اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: ﴿ **و ربک یخلق ما یشاء و یختار** ﴾ [القصص:68] ﴿ ترجمہ: **اور آپ کا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے** ﴾.

ان مقامات میں سے ایک جو اس فضل وعظمت کے سزاوار ہوئے ہیں مکہ مکرمہ ہے جو کہ مہبطِ وحی اور مہدِ رسالت ہے، اس میں وہ گھر ہے جس کے شوقِ دیدار میں قلوب وارواح تڑپتے رہتے ہیں اور وہ گھر **بیت العتیق** ہے 2.

اس کی فضیلت پر دلالت کرنے والی ایک چیز یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کو امّ القری کے نام سے یاد کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام بستیاں اس کے تابع اور اس کی شاخیں ہیں جب کہ وہ ان تمام بستیوں کی جڑ وبنیاد ہے، پس اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بستیوں میں اس کا کوئی عدیل وبدیل نہ ہو، بالکل اسی طرح جس طرح نبی ﷺ نے سورۂ فاتحہ کو امّ القرآن کہا ہے کیونکہ کتبِ الہیہ میں اس کا کوئی بدیل نہیں ہے 3.

1. زاد المعاد، ابن القیم (42/1).

2. دیکھئے: بیت اللہ الحرام الکعبۃ، محمد بن عبد اللہ شبالہ (ص 7).

3. زاد المعاد، (49/1-50).

موضوع کی اہمیت اور اس کا منہج:

اس موضوع کی اہمیت اس سے اجاگر ہوتی ہے کہ یہ ایک تفصیلی بحث ہے جو بلدِ حرام اور اس کی تعریف، فضائل، خصائص اور احکام سے متعلق جملہ مسائل پر مشتمل ہے، جن کے شرح و بیان میں ان صحیح شرعی دلائل پر اعتماد کیا گیا ہے جو اس میدان کے ماہرین وفضلاء کے قائم کردہ معیار پر کھرا اترتے ہیں،

ان غیر صحیح احادیث اور غیر مستند واقعات واخبار سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جو بلدِ حرام اور اس کے احوال کے تعلق سے لوگوں میں مشہور ہیں، پس اس کتاب کا منہج اس اعتبار سے اہل حدیث کے منہج پر قائم ہے کہ اس میں کسی خبر کو درج کرنے کے لئے اس کی صحت کو شرط اساسی قرار دیا گیا ہے، اور یہی معتبر ومعتمد منہج ہے، نیز فقہی مسائل کو درج کرتے وقت ہر مسئلہ میں 4 فقط راجح قول پر اکتفا کیا گیا ہے، اس کے ساتھ کتاب وسنت سے اہم دلائل کو پیش کیا گیا ہے اور۔ بسا اوقات۔ اثر ومعقول کو بھی ذکر کیا گیا ہے، پھر وجودِ اجماع کی صورت میں اسے بھی کتاب میں جگہ دی گئی ہے، علاوہ ازیں دلائل سے مستنبط ہونے والے بعض فوائد وحِکَم کو بھی درج کیا گیا ہے، مخالف اقوال تو کجا مرجوح اقوال کی طرف بھی توجہ نہیں دی گئی ہے اور ایسا تطویل سے بچنے، آزردگی وبدمزگی کے ازالہ، قارئین کی آسانی اور ذہنوں میں قولِ راجح کی ترسیخ کے لئے کیا گیا ہے.

یہ کتاب مسلمانوں کے تمام طبقات کی خدمت میں پیش ہے، منہج کی عمدگی، بیان وتعبیر کی آسانی، جدلِ مذموم سے اجتناب اور کٹھ دلیلی وتکلفات سے پاک وصاف ہونے کی بنا پر اس سے وہ طالبِ علم بھی مستغنی نہیں ہوسکتا ہے جو درس وتحصیل میں مشغول ہو اور نہ غیر متخصص قاری ہی اس سے اکتاہٹ محسوس کرسکتا ہے.

تحریر کردہ

ڈاکٹر محمود بن احمد الدوسری

---

4 . سوائے معدودے چند مسائل کے ان کی اہمیت کے پیش نظر.

فصل اول

بلدِ حرام کی تعریف اور اس کے اسماء

اوراس میں دومباحث ہیں:

مبحث اول: بلدالحرام کی تعریف.

مبحث دوم: بلدالحرام کے اسماء

مبحث اول

بلد الحرام کی تعریف

تعریف :

بلدالحرام مکہ مکرمہ 5، یا حرمِ مکی ہے، جب لفظ حرم بولا جاتا ہے تو اس سے مراد حرمِ مکہ ہوتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حرم ہے، اور کبھی حرم کو حرام کہا جاتا ہے جیسے زمن اور زمان، نیز کبھی حرمِ مکہ پر محرّم کا بھی اطلاق ہوتا ہے 6.

اور کبھی بلدالحرام پر مسجدالحرام کا اطلاق ہوتا ہے، ابن القیم رحمہ اللہ کا قول ہے: (اللہ تعالی کی کتاب میں مسجدالحرام سے تین چیزیں مراد ہوتی ہیں: بیت اللہ، اس کے گرد کی مسجد اور پورا حرم) 7.

انصاب الحرم حرم کے (حدود و علامات):

سب سے پہلے جس نے حرم کے علامات نصب کئے وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہوں نے جبریل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق یہ کام انجام دیا، انہوں نے ہی ان کو حدودِ حرم سے باخبر کیا، اسی کی روشنی میں انہوں نے اس کے انصاب (علامات) نصب کئے 9، نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال از سرنو حرم کے حدود کو متعین

---

5. قدیم زمانے میں حرم مکہ پر مشتمل تھا، مگر موجودہ زمانے میں مکہ کے بہت سے اجزاء حرم سے باہر ہیں، اور ایسا آبادی میں اضافہ کی وجہ سے ہوا ہے.

6. دیکھئے: لسان العرب، (95/4)؛ تھذیب الاسماء والغات، (88/3)؛ القاموس المحیط، (ص1411)؛ مختار الصحاح، (ص56).

7. احکام اھل الذمۃ، (400/1).

8. **(انصاب الحرم) :** یعنی: اس کے علامات وحدود.

9. دیکھئے: المغازی، للواقدی، (270/2)؛ مثیر العزم الساکن الی أشرف الأماکن، ابن الجوزی (187/1)؛ شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، للفاسی (86/1).

فرمایا، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: (**أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ عامَ الفَتْحِ تَمِيْمَ بنَ أَسَدٍ الخُزَاعِيَّ فَجَدَّدَ أَنْصَابَ الحَرَمِ**)10.

(رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال تمیم بن اسد الخزاعی کو ارسال فرمایا جنہوں نے حرم کے حدود کی تجدید کی).

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرم کے حدود کا معاملہ توقیفی ہے جس میں نہ عقل کا کوئی دخل ہے اور نہ اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ انصاب وعلامات اس لئے متعین کئے گئے ہیں تا کہ اس سے اس کے کسی حصہ کو نہ نکالا جاسکے اور نہ اس میں ایسی زمین کا اضافہ کیا جاسکے جو اس کا حصہ نہیں ہے.

اس کے بعد امراء اور حکام حسبِ ضرورت مختلف نواحی سے اس کی تجدید کا کام کرتے رہے، یہاں تک کہ حرم کے چاروں طرف پھیلے علامات کی تعداد ایک ہزار علم کے قریب پہنچ گئی، اور آج حرمِ مکی کا دائرہ (127 کم) اور اس کی مساحت (550,300 کم2) 11.

حرم کے موجودہ حدود:

حرم کے قدیم حدود ہیں جن کو علماءِ مؤرخین نے بیان کیا ہے 12، اور یہ ہر زمانہ میں علماء ومؤرخین کی اس مقامِ محترم سے گہری وابستگی کو بیان کرتا ہے، اور حال میں کچھ ایسے واضح وروشن علامات مقرر کئے گئے ہیں جو ادنی التباس یا خطا کے بغیر حدودِ حرم کی مکمل نشاندہی کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ داخلۂ حرم کی صورت میں جگہ سے متعلق کئی فقہی احکام مرتب ہوتے ہیں جن میں سے اہم یہ ہیں13:

1- مدینہ منورہ کے راستے (تنعیم) کی طرف سے: (6, 5 کم).

---

10. الطبقات الکبری، ابن سعد (295/4)، اور ابن حجر نے الاصابۃ، (183/1) میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے.

11. دیکھئے: الحرم المکی الشریف والأعلام المحیطۃ بہ دراسۃ تاریخیۃ ومیدانیۃ، (ص165)؛ مکۃ المکرّمۃ تاریخ ومعالم، (ص34).

12. دیکھئے: أخبار مکۃ، للأزرقی (131/2)؛ أخبار مکۃ، للفاکہی (89/5).

13. دیکھئے: الحرم المکی الشریف والأعلام المحیطۃ بہ دراسۃ تاریخیۃ ومیدانیۃ، (ص166-167)؛ مکۃ المکرّمۃ تاریخ ومعالم، (ص34)؛ أحکام الحرم المکی الشرعیۃ، (ص40).

2 - طریق جدہ سریع سے: (22 کم).

3 - طریقِ لیث جدید سے: (17 کم).

4 - طریقِ طائف السیل سے: (12,850 کم).

5 - طریقِ طائف الھدا سے: (15,5).

مبحث دوم

بلد الحرام کے اسماء

بلدالحرام کے بہت سے مشہور ومعروف اسماء ہیں جن کا ذکر کتاب وسنت اور لغت عرب میں وارد ہوا ہے، زمانۂ قدیم سے ہی علماء نے ان ناموں کے اظہار وبیان کا اہتمام کیا ہے جس سے اس کے مقام ومرتبہ کی عظمت وعلوشان کا اندازہ ہوتا ہے بعض علماء نے توان ناموں کو پچاس کی تعداد تک پہنچایا ہے، ناموں کے ساتھ ان کی یہ عنایت مسمّی کے شرف پر دلالت کرتی ہے، امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (یہ جان لو کہ ناموں کی کثرت مسمّی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے اسماء اور رسول اللہ ﷺ کے اسماء کے بارے میں کہا جاتا ہے، اور ہمیں کسی ایسے شہر کا علم نہیں ہے جس کے اسماء کی تعداد مکہ اور مدینہ کے ناموں سے زیادہ ہو، اور اس زیادتی کی وجہ ان دونوں کا روئے زمین میں سب سے افضل مقام ہونا ہے) 14، اور بلدالحرام کے اسماء درج ذیل ہیں:

1۔مکہ:

یہی اس کا سب سے مشہور اور سب سے زیادہ مستعمل نام ہے، اس کا ذکر قرآن میں صرف ایک بار آیا ہے اور وہ اللہ تعالی کے اس قول میں ہے: ﴿**وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ...**﴾ [الفتح:٢٤] ﴿ترجمہ: اور اسی نے وادئ مکہ میں ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے﴾

اس کو مکہ کے نام سے موسوم کئے جانے کے سبب کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور

14 تھذیب الأسماء واللغات، (332/3).

اس میں کئی اقوال ہیں:

اول: اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کیونکہ(تَمُكُّ مَن ظَلَمَ فِيْها)وہ اس شخص کو ہلاک کر دیتا ہے جو اس میں ظلم کرتا ہے، یہ(مككت الرجل) سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: میں نے اس کی نخوت کو پاش پاش کر دیا، اور(تمكُّ الذنوب) کا معنی ہے: تمام گناہوں کو ختم کر دینا 15.

دوم: اس نام سے موسوم کئے جانے کی وجہ **اس میں پانی کی قلت ہے**، ابن سیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (مَكَّ الصبيُّ ثديَ أُمِّه مَكّاً و مَكْمَكة :یعنی پوری طرح چوس لیا، اور اسی سے مکہ مشتق ہے، اس میں پانی کی قلت کی وجہ سے، لأنهم كانوا يمتكُّون الماءَ، کیونکہ وہ پانی کو چوس لیا کرتے تھے) 16.

سوم: اس سے موسوم کئے جانے کی وجہ **اس کا دور دراز سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا ہے**، یہ عرب کے قول : تمككتُ العظمَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: میں نے اس کے اندر کے تمام گودوں کو لے لیا 17.

2 ۔**بكه**:

ہ بھی اس کا مشہور نام ہے، اس کا ذکر بھی قرآن میں ایک بار آیا ہے، اللہ تعالی کا قول ہے:﴿**إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ**﴾[آل عمران:۹۶]

بكه کے معنی کے بارے میں علماء کے دو اقوال ھیں :

اول : مکہ اور بکہ **ایک ہی معنی میں ہے**، دونوں ایک ہی شہر کے نام ہیں اور دونوں کا مسمّی ایک ہے، عرب میم کو باء سے بدل دیا کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: **ضَرْبٌ لازبٌ ولازمٌ**، دونوں کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے 18.

دوم: **مکہ اور بکہ کے درمیان فرق ہے**، بکّہ مقام بیت ہے جبکہ مکہ پورا حرم ہے 19.

---

15. دیکھئے: جمهرة اللغة، ابن درید(166/1)؛ غریب الحدیث للخطابی(72/3).
16. المخصص ،(52/1)، اور دیکھئے: جمهرة اللغة ، (984/2)؛ معجم ما استعجم ،(269/1).
17. دیکھئے: الزاهر للأنباری(106/2)؛ الأزمنة ،(ص43).
18. دیکھئے: الكنز اللغوی، ابن السكيت(ص14)؛ جمهرة اللغة ،(335/1)؛ الزاهر ،(497/1).
19. دیکھئے: أخبار مكة للأزرقی ،(280/1)؛ تفسير الطبری ،(597/5)؛ معجم ما استعجم ،(269/1).

مگر راجح یہ ہے کہ مکہ اور بکہ ایک ہی معنی میں ہے، یہی عام اہل لغت کا قول ہے 20.

اس کو بکہ سے موسوم کئے جانے کے سبب کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں:

اول: اس سے موسوم کئے جانے کی وجہ: وہاں لوگوں کا ازدہام ہے، کہا جاتا ہے: بكَّ فلانٌ يبُكُّ بَكّةَ، یعنی: بھیڑ لگایا، اور تباكَّ القوم: یعنی لوگوں نے ازدہام لگا دیا، اور البكبكة: بمعنی ازدہام ہے، وتبَكْبَكَ القومُ على الشيئ: یعنی قوم نے اس چیز پر بھیڑ لگا دیا، اور جمع بكباك، بمعنی: بڑا مجمع ہے 21.

خلیل بن احمد الفراھیدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (مکہ کو بکہ کے نام سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے: لأنَّ الناس يبُكُّ بعضُهم بعضاً فى الطَّواف، کیونکہ لوگ ازدہام کے سبب طواف میں ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہیں)22.

ابن درید رحمہ اللہ کہتے ہیں: (مکہ کو بکہ اس میں پائے جانے والے ازدہام کے سبب کہا گیا ہے)23.

اور **ابن جریج** رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: (بکہ سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ لوگ کعبہ کے سامنے کی جگہ کو اپنے قدموں سے روندتے ہیں)24.

اور **قتادہ** رحمہ اللہ کا قول ہے: (مکہ کو بکہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس میں تمام لوگوں کو برابر بنا دیا ہے، چنانچہ اس میں عورتیں مردوں کے آگے نماز پڑھتی ہیں، جبکہ یہ اس کے علاوہ دوسری جگہ درست نہیں ہے)25.

دوم: اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ (تبُكُ أعناقَ الجبابرة)، وہ جابروں کی گردنوں کو

---

20. معجم ما استعجم، (269/1)، لسان العرب، (133/2).
21. دیکھئے: جمھرۃ اللغۃ، (176,74/1)؛ الزاھر، (106/2)؛ مقاییس اللغۃ، لابن فارس (186/1).
22. العین، (285/5).
23. جمھرۃ اللغۃ، (75/1). اور دیکھئے: الزاھر، (106/2).
24. أخبار مکۃ، للأزرقی، (280/1). اور دیکھئے: جمھرۃ اللغۃ، (378/1).
25. المناسک، لابن أبی عروبۃ (ص29)؛ تفسیر الطبری، (9/4)؛ الدر المنثور، (266/2).

توڑ دیتا ہے اور متکبرین کی نخوت کو نابود کر دیتا ہے.

خلیل بن احمد رحمہ اللہ: کہتے ہیں: (کہا جاتا ہے کہ اس نام سے موسوم کرنے کی اصل وجہ أنها كانت تَبُكُّ أعناقَ الجبابرة اذا ألحدوا فيها بظُلْمٍ، وہ جابروں کی گردنوں کو توڑ دیا کرتا تھا جب وہ اس میں ظلماً الحادو فساد کیا کرتے تھے)26، اور البكّ: دَقُّ العُنُق (گردن توڑنے) کے معنی میں آتا ہے 27.

3 - **أم القرى**:

ام القری کا ذکر قرآن کریم میں دو بار آیا ہے، اللہ تعالی کے اس قول میں: ﴿**وَ هٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا**﴾[الأنعام:٩٢].

﴿ترجمہ: اور یہ بھی ایک کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے، جو بابرکت ہے، اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور تاکہ آپ اہلِ مکہ اور اس کے مضافات والوں کو تبلیغ کریں﴾.

اور اللہ تعالی کے اس قول میں: ﴿**وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا**﴾ [الشورى:٧].﴿ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے آپ پر عربی زبان میں ایک قرآن وحی کی ہے، تاکہ آپ اہلِ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرایئے﴾.

مکہ کو ام القری کے نام سے موسوم کئے جانے کے سبب کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

اول: اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ اسی کے نیچے سے زمین بچھائی گئی ہے، مگر یہ قول

---

26. العين، (285/5).

27. دیکھئے: جمهرة اللغة، (176/1) ؛المخصص، (345/3).

دلیل کامحتاج ہے، حالانکہ اس سلسلے میں دوضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں 28.

دوم: اس نام سے پکارے جانے کی وجہ یہ ہے کہ تمام بستیوں والے اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، زرکشی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (یہ نام اس لئے دیا گیا کیونکہ بستیوں والے دین ودنیا کے سلسلے میں اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، حج، عمرہ اور اقامت کے لئے، اور کہا گیا ہے کہ کسی بھی اہل شہر کا حج اس کا قصد کئے بغیر درست نہیں ہوسکتا) 29.

سوم: اس سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مکہ تمام بستیوں سے عظیم ہے، اس میں بیت اللہ ہے، اور یہ عادت جاریہ ہے کہ بادشاہ اور اس کا شہر تمام اماکن پر مقدم ہوتا ہے اس لئے وہ (ماں) ہے، اور ماں مقدم ہوتی ہے 30.

---

28. پہلی حدیث: ابن سابط کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**دُحِيَتِ الْأَرْضُ مِنْ مَكَّةَ ، وَكَانَتِ الْمَلَائِكَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ** (یعنی: زمین کو مکہ سے بچھائی گئی ہے، اور فرشتے کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے) مگر یہ حدیث مرسل ہے، اس کو طبرانی نے اپنی (تفسیر)، (199/1) میں، اور ابن ابی حاتم نے اپنی (تفسیر)، (76/1)، (ح 316) میں روایت کیا ہے، مگر اس کی سند کو ابن کثیر نے اپنی (تفسیر) (71/1) میں ضعیف ٹھہرایا ہے. دوسری حدیث: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**أَوَّلُ بقْعَةٍ وُضِعَتْ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعُ الْبَيْتِ ؛ ثم مُدَّتْ مِنْهَا الْأَرْضُ ، و إِنَّ أَوَّلَ جَبَل وَضَعَهُ اللَّهُ على الْأَرْضِ أَبُو قبيسٍ ، ثمَّ مُدَّتْ مِنْهُ الجبَالُ**)، (یعنی: زمین کا سب سے پہلا ٹکڑا کعبہ کی جگہ ہے، پھر اس سے ساری زمین پھیلائی گئی، اور سب سے پہلا پہاڑ جس کو اللہ تعالی نے زمین میں نصب کیا وہ جبلِ ابی قبیس ہے، پھر اسی سے سارے پہاڑ پھیلائے گئے، اس کو عقیلی نے (الضعفاء) (341/2) میں روایت کیا ہے، اور البانی نے اس کو (ضعیف الجامع الصغیر)، (ص312)، (ح 2132) میں ضعیف قرار دیا ہے.

29. اعلام الساجد بأحکام المساجد، (ص79).

30. دیکھئے: مثیر العزم الساکن الی أشرف الأماکن، ابن الجوزی (327/1)؛ القری لقاصدام القری، محبّ الدین الطبری (ص651).

ابن القیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (مکہ کی فضیلت پر دلالت کرنے والی ایک بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے امّ القری ہونے کا اعلان کیا ہے، چنانچہ تمام بستیاں اس کی تابع اور اس کی شاخیں ہیں، اور وہ ان کی اصل ہے، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بستیوں میں اس کا کوئی بدیل نہ ہو، اور اس کا یہ نام ویسے ہی ہے جیسے کہ نبی ﷺ نے سورۂ فاتحہ کو امّ القرآن کا نام دیا ہے، اسی وجہ کر کتب الٰہیہ میں اس کا کوئی بدیل نہیں پایا گیا) 31.

4 - **مسجد الحرام**: یہ وصفی ترکیب قرآن کریم میں پندرہ بار وارد ہوئی ہے 32، بعض مقامات پر اس سے مراد (بلد الحرام) لیا گیا ہے، اور حرام مصدر ہے جو کہ محرّم کے معنی میں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے اسے محترم اور معظم ٹھہرایا ہے، بعض جگہوں میں اس سے مراد (کعبہ مشرفہ) ہے، اس لئے کہ مجازاً مکہ کے اسماء کعبہ مشرفہ کے اسماء کے ساتھ متداخل ہوتے ہیں 33.

ابن القیم رحمہ اللہ کا قول ہے: (اللہ تعالی کی کتاب میں مسجدِ حرام سے مراد تین چیزیں ہوتی ہیں: خود بیت اللہ، اس کے وگرد کی مسجد اور پورا حرم) 34.

ان اماکن میں سے جہاں مسجدِ حرام بول کر بلدِ حرام مراد لیا گیا ہے یہ اماکن ہیں:

☆ اللہ تعالی کے اس قول میں: ﴿ **لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ** ﴾ [الفتح: ۲۷]

﴿ **ترجمہ: اگر اللہ نے چاہا تو تم یقیناً مسجدِ حرام میں داخل ہوگے** ﴾.

---

31. زاد المعاد، (49-50).

32. مسجدِ حرام کے ذکر کی مثالیں درج ذیل سورتوں کے تحت ذکر کئے جانے والے نمبراتِ آیات میں ملاحظہ کریں: (البقرة: 144، 149، 150، 191، 196، 217، المائدة: 2)؛ (الأنفال: 34)؛ (التوبة: 19، 28) 7؛ (الاسراء: 1)؛ (الحج: 25)؛ (الفتح: 25، 27)

33. دیکھئے: أسماء الكعبة المشرفة في الدرس اللغوي، (ص 13).

34. أحكام أهل الذمة، (400/1).

☆اللہ تعالی کے اس قول میں: ﴿**ذَلِکَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**﴾ [البقرۃ:۱۹۶] ﴿ترجمہ: یہ حکم ان کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجدِ حرام کے آس پاس نہ ہوں ﴾.

اس کا معنی ہے: حج تمتع اہلِ آفاق کے لئے ہے، اہلِ مکہ کے لئے نہیں ہے35.

5 - البلد:

قرآن کریم میں تین بار بلد کا ذکر آیا ہے، اللہ تعالی کے اس قول میں: ﴿**وَ اذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا الْبَلَدَ ءَ امِنًا**﴾ [ابراھیم:۳۵] ﴿ترجمہ: اور جب ابراہیم نے کہا: میرے رب! اس شہر کو پر امن بنادے ﴾.

اور اس قول میں: ﴿**لَا أُقْسِمُ بِهَـٰذَا الْبَلَدِ. وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَـٰذَا الْبَلَدِ**﴾ [البلد:۱-۲]. ﴿ترجمہ: میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں، درانحالیکہ آپ اس شہر میں اقامت پذیر ہیں ﴾.

اور مفسرین کا اجماع ہے کہ بلد سے مراد مکہ مکرمہ ہے36.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّ هَـٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ**)37.

اس بلد کو اللہ تعالی نے اسی دن محترم ٹھہرادیا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، پس یہ اللہ کے محترم ٹھہرانے سے قیامت تک کے لئے محترم ہے.

بلد سے اس کو موسوم کئے جانے کا سبب:

یہ ہے کہ وہ تمام بستیوں کا صدر (سینہ) ہے، ابن الجوزی رحمہ اللہ کا قول ہے: (بلد: بستیوں کا سینہ، اور

---

35. دیکھئے: تفسیر الطبری، (255/2)؛ وتفسیر البغوی، (488/4).

36. دیکھئے: تفسیر الطبری، (193/3).

37. البخاری، (1164/3)، (ح 3017)؛ ومسلم، (986/2)، (ح 1353).

بلدة: صدر کو کہتے ہیں، اور تبلد الرجل: یعنی اس نے متحیر ہو کر اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا) 38.

ابن فارس رحمہ اللہ کا قول ہے: (کہا جاتا ہے: **وضعت الناقة بلدتها بالأرض**، جب وہ بیٹھ جائے)39. یعنی اپنا سینہ زمین پر رکھ دے، اور زمخشری رحمہ اللہ کا قول ہے: (**وضعت الناقة بلدتها**: یعنی اونٹنی نے اپنا سینہ رکھ دیا، اور یہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ بیٹھ جاتی ہے)40.

6 - **البلد الأمين**:

اس کا ذکر قرآن میں ایک بار آیا ہے، اللہ تعالی کے اس قول میں: ﴿**وَهَـٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ**﴾ [التین:۳] اور قسم ہے اس امن والے شہر کی، یعنی: (یہ شہر اس سے مامون ہے کہ اس کے دشمن اس کے باشندوں پر حملہ آور ہوں یا ان سے جنگ کریں)41. اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: (اس میں لوگ جاہلیت کے اندر بھی مامون تھے اور اسلام میں بھی)42. اور تمام مفسرین کے اجماع کے مطابق آیت کے اندر بلدِ امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے 43، اور یہ اللہ تعالی کی قسم ہے جو مکہ کے شرف اور اس کے مقام کی عظمت پر دلالت کر رہی ہے.

قزوینی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (مکہ مکرمہ ہی بلدِ امین ہے جس کو اللہ تعالی نے شرف بخشا ہے، عظمت عطا کی ہے، قسم کے ذریعہ اور خلیل علیہ السلام کی اس دعا کے ذریعہ خصوصیت عطا کیا ہے۔

نیز اس کے اندر بھی اس کو امن سے متصف کیا گیا ہے: ﴿**أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا**﴾ [القصص:۵۷] کیا ہم نے انہیں پرامن حرم میں رہنے کی جگہ

38. نزهة الأعين النواظر في علم الوجوه والنظائر، (ص 201).
39. مقاییس اللغة، (1298).
40. أساس البلاغة، (49/1).
41. تفسیر الطبری، (241/30).
42. تفسیر البغوی، (504/4).
43. دیکھئے: تفسیر الطبری، (242/30) ؛ تفسیر ابن ابی حاتم، (3447/10).

نہیں دی ہے جہاں ہر طرح کے پھل ہماری طرف سے روزی کے طور پر پہنچائے جاتے ہیں.

اور اس آیت میں: ﴿**أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا ءَامِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ**﴾ [العنکبوت:٦٧] ﴿ترجمہ: **کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے لئے ایک پُر امن حرم بنایا ہے، جب کہ لوگ ان کے اِرد گرد سے اُچک لئے جاتے ہیں**﴾ یعنی: امن والا نہیں بنایا44.

(اور کسی جگہ کی عمدگی کے لئے امن سب سے بڑی شرط ہوتی ہے، کیونکہ اس میں اقامت کرنے والا سب سے پہلے امن کا متلاشی ہوتا ہے، جس کے ذریعہ تکلیف دہ اور خوف ناک امور سے سلامتی حاصل ہوتی ہے، جب وہ اپنی جائے قیام میں محفوظ ہوتا ہے تو وہ بالکل مطمئن ہوتا ہے، اور اسے حاصل نعمتوں سے پوری طرح لطف اندوز ہوتا ہے)45.

اللہ تعالی کی طرف سے عطا کی جانے والی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت امن ہے، امن کی موجودگی میں ہی تہذیبیں پروان چڑھتی ہیں، معاشرے خوشحال ہوتے ہیں اور قومیں ترقی کے منازل طے کرتی ہیں، یہ اللہ کا احسان وتوفیق ہے کہ اس نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کو امن کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی، اور اس نے ان کو ابتدا وانتہا میں اس دعائے عظیم کی تعلیم دی، اس دعا سے شروع کیا: ﴿**رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا**﴾ [البقرۃ:١٢٦] اور یہ دعا اس وقت سکھائی جب کہ بنیادی طور سے وہاں ابھی کوئی شہر نہیں تھا، تو گویا اللہ تعالی نے امن کو اس شہر کی تعمیر کے لئے اساس اور اس کے وجود کے لئے شرط اولیں قرار دیا، اس دعا کی انتہا اس قول کے ساتھ ہوتی ہے: ﴿**رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ ءَامِنًا**﴾ [ابراھیم:٣٥] اللہ تعالی سے یہ طلب کرتے ہوئے کہ وہ ہمیشہ ان کو نعمتِ امن سے بہرہ ور کرے.

اللہ تعالی نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا، اور بلدِ حرام کو نعمتِ امن سے مالا مال کیا، اس نعمت کی عظمت کی وجہ سے اللہ تعالی نے قرآنِ عظیم کی کئی آیتوں کے اندر اس کا ذکر کیا ہے، اس شہر والوں کو اس کا

---

44. دیکھئے: التفسیر الکبیر، (11/32).

45. التحریر والتنویر، ابن عاشور (317/25).

احساس دلانے کے لئے اوراس کے ذریعہ ان پر احسان جتانے کے لئے.

7 -**البلدة**:

اللہ تعالی نے-اپنے رسول ﷺ کی زبانی فرمایا ہے: ﴿**إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَـٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِى حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَىْءٍ**﴾[النمل : ۹۱]

ثعلبی رحمہ اللہ کا قول ہے: (یعنی: بلدۃ سے مراد مکہ ہے، اس کو اللہ تعالی نے حرمِ آمن بنایا ہے، چنانچہ اس میں کوئی حرام خون نہیں بہایا جائے گا، اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا، کسی کو ہراساں و پریشان نہیں کیا جائے گا، اس کے جانور کا شکار نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا)46.اور یہی راجح ہے47.

46. الکشف والبیان،(231/7).

47. دیکھئے:تفسیر الطبری،(91/26)؛تفسیر ابن ابی حاتم،(2936/9).

دوسری فصل

بلد الحرام کے فضائل

اس میں آٹھ مباحث ہیں:

پہلا مبحث: سب سے بہتر اور اللہ اوراس کے رسول کے نزدیک سب سے پسندیدہ مقام ہے.

دوسرا مبحث: اس میں شعائر مقدسہ اور مناسک معظّمہ ہیں.

تیسرا مبحث: اس میں نیکیاں دوبالا ہوجاتی ہیں اور گناہ سخت ہوجاتے ہیں.

چوتھا مبحث: اس کی طرف ایمان سمٹ آئے گا.

پانچواں مبحث: فرشتے اس کوگھیرے ہوں گے اور دجال سے اس کی حفاظت کریں گے.

چھٹا مبحث: اسلام کے بعد اس پر چڑھائی نہیں کیا جائے گا.

ساتواں مبحث: اس پر حملہ کرنے والے لشکر کو دھنسا دیا جائے گا.

آٹھواں مبحث: اس کو عام عذاب سے امان حاصل ہوگا.

پہلا مبحث

الله اور اس کے رسول کے نزدیک سب سے بہتر اور پسندیدہ مقام ہے

اول : بلد الحرام سب سے بہتر مقام کیوں ہے؟ :

دنیا کے لوگوں میں یہ طورطریقہ رائج ہے کہ جب ان کے پاکوئی قیمتی اورنفیس شئ ہوتی ہے اور وہ اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو سب پہلے وہ اس کو چھپانے کے لئے سب سے افضل واحسن سامان اختیار کرتے ہیں، پھر اس کی حفاظت وصیانت کی خاطر سب سے افضل وماموں جگہ اختیار کرتے ہیں، اور اس کے لئے وہ اتنا محتاط رہتے ہیں جتنا اور کسی چیز کے لئے محتاط نہیں رہتے، یہ ہم لوگوں کا اپنا تجربہ ہے اور دوسروں کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے.

تو اس گھر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنی ذاتِ شریفہ کی طرف منسوب کیا ہے، اس کو مبارک اور سارے عالم کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے، اور کسی گھر کے علاوہ صرف اسی کو دو جنتی پتھروں حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم سے نواز کر اسے امتیازی شان عطا کیا ہے، اسے اپنے مؤمن بندوں کے لئے نمازوں کا قبلہ قرار دیا ہے، اور عظیم شعائر میں سے ایک اہم شعیرہ یعنی حج کا مقام ومحل مقرر فرمایا ہے.

پس یہ ضروری تھا۔ تکریم وتعظیم کے مشہد کی تکمیل کے لئے۔ کہ اس کے لئے وہ روئے زمین کا سب سے افضل مقام منتخب کرے، پس اس کے لئے وہی جگہ موزوں تھی جس پر اس گھر کی تعمیر ہوئی، اور یہ بھی ضروری تھا کہ وہ اس کے لئے سب سے اشرف شہر کا انتخاب کرے، اور اشرف شہر مکہ مکرمہ تھا، چنانچہ مکہ بیت

اللہ الحرام کے پائے جانے کے سبب سب سے اشرف واکرم شہر ہوا، اس طرح مکہ (بلد الحرام) سب سے بہتر اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کا سب سے محبوب قطعۂ ارض قرار پاتا ہے، اس سلسلے میں بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

1-ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ 48 کو مخاطب کر کے فرمایا: **(مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ، وأَحَبَّكِ إِلَيَّ! وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ؛ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ)**49.

(یعنی: تو کتنا پاکیزہ شہر ہے، اور میرا کس قدر محبوب ہے، اور اگر میری قوم نے تجھ سے مجھ کو نکالا نہ ہوتا تو میں تیرے سوا اور کہیں سکونت پذیر نہ ہوتا).

2 -ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے غار کی طرف نکلے تو مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: **(أَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ، وَ أَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللَّهِ إِلَيَّ، فَلَوْ أَنَّ الْمُشْرِكِينَ لَمْ يُخْرِجُونِي لَمْ أَخْرُجْ مِنْكِ)**50.

(یعنی: تو اللہ کے نزدیک اس کے تمام شہروں میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اور تو اللہ کے شہروں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، پس اگر مشرکین نے مجھے نکالا نہ ہوتا تو میں تم سے باہر نہ جاتا).

3 -عبداللہ بن عدی بن حمراء الزھری کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام حزورہ 51.

48. یعنی اس کو مخاطب کر کے اس کو الوداع کہتے وقت، اور یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے، دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح، (611/5).

49. الترمذی، (723/5)، (ح 3926). اور البانی نے (صحیح سنن الترمذی)، (590/3)، (ح 3926) میں صحیح قرار دیا ہے.

50. تفسیر الطبری، (48/26)؛ تفسیر ابن کثیر، (176/4). اور قرطبی نے اپنی تفسیر (235/16) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

51. **(الحَزْوَرَة):** چھوٹے ٹیلہ کو کہتے ہیں، اس کی جمع حزاور ہے، حزورہ مکہ کا قدیم بازار ہے، وہ ام ھانئ بنت ابی طالب کے گھر کے سامنے والے میدان میں تھا، جب مسجد کی توسیع ہوئی تو وہ اس کے اندر داخل ہو گیا. دیکھئے: أخبار مکہ، للأزرقی، (294/2)؛ أخبار مكة للفاکھی، (6/4).

تقی الدین الفاسی (شفاء الغرام)، (122/1) میں فرماتے ہیں: **(الحَزْوَرَة** بروزن قَسْوَرَہ ہے، وہ سوق مذکور کے نیچے اور مسجدِ حرام کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہتے ہوئے سنا: (**وَاللّٰـهِ إِنَّکِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ ، وَ أَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ ، وَلَوْلَا أَنِّيْ أُخْرِجْتُ مِنْکِ ؛ مَا خَرَجْتُ**)52.

اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہتر سرزمین ہے، اور تو اللہ تعالی کے نزدیک اس کی سب سے محبوب زمین ہے، اور اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں تم کو چھوڑ کر ہرگز نہ جاتا.

مبارک پوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اس میں اس بات کی دلیل پائی جارہی ہے کہ مؤمن کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مکہ سے نکلے الا یہ کہ اس کو مکہ سے حقیقتاً یا حکماً نکلنا پڑ جائے، یعنی کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے تحت نکلے)53.

4 - ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **(إِنَّ أَحَبَّ البِلادِ إِلَى اللّٰـهِ البَلَدُ الحَرَامُ**)54.

(یعنی: اللہ تعالی کے نزدیک شہروں میں سب سے محبوب بلد الحرام ہے).

= کے اس منارہ کے پاس تھا جو اجیاد کے قریب ہے).

اور عاتق البلادی نے (أودية مكة)، (ص 105) میں کہا ہے: (مجھے لگتا ہے کہ حزورة وہی ہے جسے آج سوقِ قشاشیہ سے جانا جاتا ہے، اور یہ وہی ٹیلہ ہے جو پورب سے نصف مسعی کے مقابل میں ہے جس میں ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جائے پیدائش ہے).

52. الترمذی، (722/5)، (ح3925) اور کہا ہے: (حسن غریب صحیح). اور اس کو ابن حجر نے (فتح الباری)، (67/3) میں اور البانی نے (صحیح سنن الترمذی)، (590/3)، (ح3925) میں صحیح قرار دیا ہے.

53. تحفة الأحوذی، (294/10).

54. اس کو ابن ابی خیثمہ نے (التاریخ الکبیر)، (ص125)، (رقم 28) میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے، اس کے تمام رجال ثقہ ہیں، دیکھئے: فضائل مكة الواردة في السنة، (رقم 95).

5-عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں : **قَـدِمْـنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ وَبِيئَةٌ55، فَـاشْتَكَى أبو بَكْرٍ، وَاشْتَـكَى بِلَالٌ، فَلَـمَّـا رَأَى رَسُـولُ الـلَّـهِ ﷺ شَكْوَى أَصْحَابِهِ قال: (اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْـمَـدِينَةَ كَـمَا حَبَّبْتَ مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، وَ صَحِّحْهَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَ مُدِّهَا، وَ حَوِّلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ56)57.**

ہم لوگ مدینہ پہنچے تو وہ وبا سے دوچار تھا، پس ابوبکر بیمار ہو گئے، بلال بیمار ہو گئے، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو بیمار ہوتے دیکھا تو فرمایا: اے اللہ! ہمارے لئے مدینہ کو اسی طرح محبوب بنادے جس طرح مکہ کو محبوب بنایا تھا یا اس سے بھی زیادہ، اور اسے صحت بخش بنا، اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مد میں برکت ڈالدے، اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردے.

وجہ دلالت: مکہ اللہ تعالی کی سب سے بہترین سرزمین ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبوب سرزمین ہے، یہ تمام باتیں اس کی فضیلت پر صراحت کے ساتھ دلالت کررہی ہیں58.

---

55 . (**وَبِيئَةٌ**): یعنی: اس میں وبا پھیلی ہوئی تھی، اور وہ جلدی کی موت ہے، یہی اس کا اصلی معنی ہے، اور اس کا اطلاق وبا زدہ زمین پر بھی ہوتا ہے جس میں کثرت کے ساتھ امراض پائے جاتے ہوں، خاص کر اجنبی لوگوں کے لئے جو وہاں کے باشندے نہ ہوں، دیکھئے: صحیح مسلم بشرح النووی، (150/9).

56 . (**وَ حَوِّلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ**): خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس وقت جحفہ کے باشندے یہود تھے، اور نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث کے اندر ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی پائی جاتی ہے، جحفہ سے اسی دن سے کنارہ کشی اختیار کرلیا گیا، جو بھی اس کا پانی پیتا تھا اس کو بخار لگ جاتا تھا. دیکھئے: صحیح مسلم بشرح النووی، (150/9).

57 . صحیح مسلم، (1003/2) (ح1376).

58. دیکھئے: مجموع فتاوی ابن تیمیۃ، (36/27).

دوم : مکہ اور مدینہ کے درمیان مفاضلت:

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مکہ اور مدینہ روئے زمین کا سب سے افضل خطہ ہے، ان کے درمیان ان دونوں میں سے افضل اور اللہ تعالی کے نزدیک سب سے محبوب زمین کی تعیین کے سلسلے میں اختلاف ہے ،اوران کے دو اقوال ہیں 59،جن میں راجح یہ ہے کہ مکہ مکرمہ دنیا کا سب سے بہتر خطّہ اور اللہ تعالی کے نزدیک سب سے محبوب قطعہ ٔارض ہے ، یہی جمہور یعنی حنفیہ 60، شافعیہ 61 ، حنابلہ(احمد کی صحیح روایت کے مطابق)62، مالکیہ کی ایک جماعت (جن میں ابن وھب ،مطرف ،ابن حبیب اور ابن عبد البر ہیں)63،اور ابن حزم الظاھری 64 کا قول ہے.

دلائل :

1- عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو مقامِ حزورہ کے پاس کھڑے ہوکر یہ فرماتے ہوئے سنا: (**وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ، وَ أَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ ؛ مَا خَرَجْتُ**)65.

اللہ کی قسم ! تو اللہ کی سب سے بہتر سرزمین ہے، اور تو اللہ تعالی کے نزدیک اس کی سب سے محبوب زمین ہے، اور اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں تم کو چھوڑ کر ہرگز نہ جاتا.

---

59. دیکھئے: فضائل مکۃ، (ص99-100).

60. دیکھئے: حاشیۃ ابن عابدین، (626/2).

61. دیکھئے: المجموع، (388/7-389).

62. دیکھئے: الفروع، (362/3)؛ الانصاف، (368/3).

63. دیکھئے: التمھید ، (18/6)؛ شرح الزرقانی علی الموطأ ، (7/2).

64. دیکھئے: المحلی ، (288/7).

65. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

وجہ دلالت: نبی ﷺ کی یہ خبر کہ مکہ اللہ کی سب سے بہتر اور سب سے محبوب سرزمین ہے خبرِ عام ہے، نیز اس کو قسم کے ذریعہ مؤکد بنایا ہے، پھر اس کے بعد حرف تاکید (**إنَّ**) استعمال فرمایا ہے، پھر جوابِ قسم میں واقع لام لایا ہے66.

2 - ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو مخاطب کرکے فرمایا: (**مَا أَطْيَبَکِ مِنْ بَلَدٍ، و أَحَبَّکِ إِلَيَّ !وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْکِ ؛ مَا سَکَنْتُ غَيْرَکِ**)67.

(یعنی: تو کتنا پاکیزہ شہر ہے، اور میرا کس قدر محبوب ہے، اور اگر میری قوم نے تجھ سے مجھ کو نکالا نہ ہوتا تو میں تیرے سوا اور کہیں سکونت پذیر نہ ہوتا).

3 - ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے غار کی طرف نکلے تو مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: (**أَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ ، وَ أَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللَّهِ إِلَيّ، فَلَوْ أَنَّ الْمُشْرِکِينَ لَمْ يُخْرِجُونِي لَمْ أَخْرُجْ مِنْکِ**)68.

(یعنی: تو اللہ کے نزدیک اس کے تمام شہروں میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اور تو اللہ کے شہروں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، پس اگر مشرکین نے مجھے نکالا نہ ہوتا تو میں تم سے باہر نہ جاتا).

4 - ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّ أَحَبَّ البِلَادِ إِلَى اللَّهِ البَلَدُ الحَرَامُ**)69.(یعنی: اللہ تعالی کے نزدیک شہروں میں سب سے محبوب بلد الحرام ہے).

وجہ دلالت: نبی ﷺ نے یہ خبر دیا ہے کہ مکہ اللہ تعالی کے نزدیک اور ان کے نزدیک نہایت محبوب شہر ہے، اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا سب سے محبوب شہر ہے، تو وہ بلا شک سب سے

66. دیکھئے: التمھید، (34/6).

67. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

68. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

69. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

افضل واعظم شہر ہے، اور وہ مدینۃ الرسول ﷺ سمیت تمام شہروں پر برتری رکھتا ہے، نبی ﷺ نے اس سے نکلنے کی علت کو بیان فرمادیا ہے کہ ان کی قوم نے ان کو اس سے نکال دیا تھا، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو وہ کبھی اس سے جُدا نہ ہوتے.

5-ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے اندر فرمایا: **(أَلا، أَيُّ شَهْرٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)** قالوا: أَلا شَهْرُنَا هَذَا، قال: **(أَلا، أَيُّ بَلَدٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)** قالوا: أَلا بَلَدُنَا هَذَا، قال: **(أَلا، أَيُّ يَوْمٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)** قالوا: أَلا يَوْمُنَا هَذَا، قال: **(فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ و تَعَالَى قد حَرَّمَ عَلَيْكُم دِمَاءَ كُمْ و أَمْوَالَكُمْ وأَعْرَاضَكُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُم هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هذا، أَلا هَلْ بَلَّغْتُ)** ثلاثاً، كُلُّ **ذلك يُجِيبُونَهُ، أَلا، نَعَمْ70.**

(خبردار! تم کس مہینہ کو سب سے حرمت والا مہینہ سمجھتے ہو؟) لوگوں نے کہا: اسی ماہ کو تو ہم لوگ سب سے زیادہ حرمت والا مہینہ سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا: (خبردار! تم کس شہر کو سب سے حرمت والا شہر سمجھتے ہو؟) لوگوں نے کہا: اسی شہر (مکہ) کو تو ہم لوگ سب سے زیادہ حرمت والا شہر سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا: (خبردار! تم کس دن کو سب سے حرمت والا دن سمجھتے ہو؟) لوگوں نے کہا: اسی دن کو تو ہم لوگ سب سے زیادہ حرمت والا دن سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا: (اللہ تبارک وتعالی نے تمہارے اوپر تمہارے خون کو، تمہارے اموال کو، اور تمہاری عزتوں کو حرام قرار دے دیا ہے، مگر ان کے حق کے ساتھ، تمہارے اس دن کے حرام ہونے کی طرح، تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس ماہ میں حرام ہونے کی طرح، خبردار! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟) تین بار آپ نے فرمایا، ہر بار لوگ جواب دے رہے تھے، جی ہاں.

وجہ دلالت: نبی ﷺ نے لوگوں سے یہ اقرار حاصل کیا کہ مکہ حرمت کے اعتبار سے سب سے عظیم شہر ہے پھر آپ نے ان کی تصدیق کیا، پھر انہیں گواہ بنایا.

70. البخاری، (6/2490)، (ح6403).

ابن حزم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (نص اور اجماع سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ حرمت میں مدینہ سے زیادہ عظیم ہے، اور جب وہ مدینہ سے زیادہ حرمت والا شہر ہے تو وہ بلاشک افضل بھی ہے، اس لئے کہ عظیم حرمت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو افضل ہو) 71.

6 - عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ؛ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاةٌ فِي ذَاكَ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِي هَذَا) يَعْنِي: فِي مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ 72.

(یعنی: میری اس مسجد (مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دیگر مساجد کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے، اور اس (مسجدِ حرام) میں ایک وقت کی نماز اس کی ایک سو نماز سے افضل ہے) یعنی: مسجدِ نبوی کی نماز سے.

وجہ دلالت: نص سے ثابت ہے کہ مسجدِ حرام میں ایک وقت کی نماز مسجد الرسول ﷺ کی سو نماز سے افضل ہے اور دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے.

نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اس لئے کہ اس کی مسجد۔ یعنی مکہ کی۔ تمام مساجد سے افضل ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ افضل البلاد ہے) 73.

احادیث کے اس مجموعہ میں اس کی واضح دلیل پائی جارہی ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے، یہی جمہور کا قول ہے، صرف امام مالک رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں 74.

---

71. المحلی، (288/7).

72. صحیح ابن حبان، (499/4)، (ح 1620). اور البانی نے (صحیح موارد الظمآن)، (429/1)، (ح 856). میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

73. المجموع، (358/3).

74. دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح، (612/5).

مدینہ پر مکہ کی افضلیت کے وجوہ و اسباب :

عز بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے مدینہ پر مکہ کی افضلیت کے بارہ اسباب و وجوہ بیان کئے ہیں، ان کا قول ہے: (اگر یہ کہا جائے: مالک رحمہ اللہ نے مدینہ کو افضل قرار دیا ہے، تو پھر اس کے برخلاف اس پر مکہ کی افضلیت کی کیا دلیل ہے؟ تو ہم کہیں گے: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی مکہ میں اپنے بندوں پر جتنی نوازش کرتا ہے اس طرح کی نوازش وہ مدینہ میں نہیں کرتا، اور اس کے کئی وجوہ ہیں:

پہلی وجہ : حج وعمرہ کے لئے اس کا قصد کرنا واجب ہے، اور یہ دونوں ایسے واجبات ہیں جن کی ادائیگی مدینہ میں نہیں ہوسکتی...

دوسری وجہ : اگر تم مدینہ کو اس لئے فضیلت دو کہ اس میں نبی ﷺ نبوت کے بعد مقیم رہے ہیں تو اس اعتبار سے بھی مکہ اس سے افضل ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال یا پندرہ سال مقیم رہے ہیں، جب کہ مدینہ میں دس سال آپ کا قیام رہا ہے.

تیسری وجہ : اگر مدینہ کو اس لئے فضیلت دو گے کہ وہاں بکثرت اللہ کے نیک بندے وارد ہوئے ہیں، تو اس اعتبار سے بھی مکہ افضل ہے کیونکہ اس میں کہیں زیادہ اللہ کے نیک بندے، انبیاء اور مرسلین وارد ہوئے ہیں، کوئی بھی نبی ایسا نہیں جس نے وہاں حج نہ کیا ہو، آدم اور ان کے بعد کے انبیاء و اولیاء نے حج کیا ہے ...

چوتھی وجہ : تقبیل (حجرِ اسود کو بوسہ دینا) اور استلام (حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو چھونا) احترام کی ایک قسم ہے، اور یہ دونوں یمنی ارکان (حجرِ اسود اور رکنِ یمانی) کے ساتھ خاص ہیں، یہ فضیلت مسجدِ مدینہ۔علی ساکنھا افضل السلام۔کو حاصل نہیں ہے.

پانچویں وجہ : اللہ تعالی نے ہم پر نماز کے اندر اس کے استقبال کو واجب قرار دیا ہے، چاہے ہم شہروں اور صحراؤں میں جہاں بھی رہیں...)75.

---

75. قواعد الأحکام فی مصالح الأنام، (39-40).

پھر اگر مدینہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کی وجہ سے مشرف ہے اوراس کی وجہ سے اسے مدینۃ الرسول کہا جاتا ہے، تواس کے شرف اور فخر اور بلندیٔ مقام کا کوئی مساوی یا مقارب نہیں جس کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف ہے، اور جس کو کہ بلد اللہ الحرام ہونے کا شرف حاصل ہے.

پھر اگر مدینہ اس لئے مشرف ہے کہ اس میں وہ مسجد پائی جاتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے، اور وہ مسجدِ نبوی ہے، تو کون سا شرف اور کون سا فخر اور کون سا مقام اس شہر کے مقام کو پا سکتا ہے جس کے پہلو میں وہ گھر ہو جو اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف منسوب ہے، اور وہ بیت اللہ الحرام ہے!

دوسرا مبحث

اس میں قابل تعظیم شعائر و مناسک ہیں

بلد الحرام کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عظیم ترین مناسک، مقدس اماکن اور متبرک شعائر کو شامل ہے، اس کے ساتھ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن کی ادائیگی مرتبط ہے، اور وہ حج ہے، اللہ تعالی نے ان اماکن کے شان کو بلند کیا ہے، انہیں اپنے شعائر اور اپنی عظمت و توحید پر دلالت کرنے والی نشانیاں مقرر فرمایا ہے، ایسا اس نے اپنی کتاب مقدس کے اندر بیان فرمایا ہے جو کہ قرآن کریم ہے، اس نے اس کو جاودانی بخشا ہے، اسے قرآن کا حصہ بنادیا ہے جس کی قیامت تک تلاوت کی جائے گی اور اس کے ذریعہ عبادت کی جاتی رہے گی، اسی طرح اس نے اللہ تعالی کی مشاہداتی نشانیوں میں مقرر فرمادیا ہے، جو کہ کائنات اور کائنات کی نشانیوں کی شکل میں ہیں، بایں طور کہ انہیں ہمیشہ باقی رہنے والے آثار کی شکل دے دیا ہے، جو زمانے کے ساتھ فنا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی تقلباتِ ایام و دہر اسے تبدیل کر سکتے ہیں، ان شعائر میں سے جن کا ذکر آیاتِ مقروءہ میں وارد نہیں ہوا ہے تو ان کا ذکر اللہ کی مشاہداتی نشانیوں میں کیا گیا ہے، اس شہر کی عظمت اور اس بستی کی شان و شوکت پر دلالت کرنے والی مادّی و ظاہری دلیل کے طور پر جو ان مناسک و شعائر کو شامل ہے، اور وہ یہ ہیں:

پہلا: مقامِ ابراھیم:

مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام اس وقت کھڑے ہوئے تھے جب بیت اللہ کی

76. دیکھئے: تفسیر القرطبی، (113/2).

عمارت بلند ہوگئی تھی، اوران کے لئے پتھر اُٹھانا مشکل ہوگیا تھا، اسی پتھر پر کھڑے ہوکر وہ تعمیر کا کام کررہے تھے اوراسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر اُٹھا کردے رہے تھے، 76.

اس کی فضیلت :

اس کی فضیلت میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے ذکر کو جاودانی بخشی ہے، اسے قرآن کا حصہ بنایا ہے جس کی قیامت تک تلاوت کی جائے گی، اسے مصلّی (جائے نماز) بنانے کا حکم دیا ہے، نیز اسے اپنی توحید وعظمت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں شمار کیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿**وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى**﴾ [البقرة:١٢٥] ﴿ترجمہ: اورتم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو﴾. نیز اس کا ارشاد ہے: ﴿**فِيهِ ءايَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ**﴾ [آل عمران:٩٦] ﴿ترجمہ: اس میں واضح نشانیاں ہیں مقامِ ابراہیم ہے﴾.

اوررسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا ہے: (**الرُّكْن**77 **وَالْمَقَامُ** 78**يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَوَاقِيتِ الْجَنَّةِ**)79.

(یعنی: حجرِ اسوداور مقامِ ابراہیم جنت کے بیش قیمتی پتھروں میں سے دوبیش قیمتی پتھر ہیں).

دوسرا : چاہِ زمزم :

یہ وہ مبارک چشمہ ہے جسے جبریل علیہ السلام نے اسماعیل اوران کی ماں علیہما السلام کے لئے جاری فرمایا تھا.

اس کی فضیلت :

اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں یہ خبر دیا ہے کہ وہ روئے زمین کا

---

77. **(الرُّكْن)**: یعنی: حجرِ اسود.

78. **(الْمَقَامُ)**: یعنی: مقامِ ابراہیم.

79. صحیح ابن حبان، (24/9)، (ح3710). اورالبانی نے اس کو(صحیح الجامع)، (665/1)(ح3559) میں صحیح قراردیا ہے.

سب سے بہتر پانی ہے، وہ غذا بخش کھانا ہے، بیماری کی دوا ہے، اوراس کے پینے سے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے جس کے لئے اسے پیا جائے، معراج سے قبل ملائکہ نے آبِ زمزم سے نبی ﷺ کا قلبِ اطہر دھویا تھا، اس کی فضیلت میں وارد احادیث میں سے بعض حدیثیں یہ ہیں:

1 - ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **(خَيْرُ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ ، فِيهِ طَعَامٌ مِنَ الطُّعْمِ، وَ شِفَاءٌ مِنَ السُّقْم)** 80

(یعنی: روئے زمین کا سب سے بہتر پانی زمزم ہے، اس میں سیر بخش غذا ہے، بیماری کی شفا ہے).

2- ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے آبِ زمزم کے بارے میں فرمایا **(إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ** 81**)** (یعنی: وہ متبرک پانی ہے).

3 - جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: **(مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ)** 82. (یعنی: آبِ زمزم سے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے جس کے لئے اس کو پیا جائے).

آبِ زمزم سے شفایابی حاصل کرنا نبی ﷺ کی سنت اور آپ کا طریقہ رہا ہے، جب نبی ﷺ نے یہ فرمایا کہ وہ بیماری کا علاج ہے تو یہ آپ کا عملی تطبیق تھا، اس سلسلے کی احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں: **كَانَ رَسُولُ الله ﷺ (يَحْمِلُ مَاءَ زَمْزَمَ فِي الْأَدَاوَى وَالقِرَبَ ، وَكَانَ يَصُبُّ عَلَى الْمَرْضَى وَيَسْقِيهِمْ)**83.

80. اس کو طبرانی نے (الأوسط)، (179/4)، اور (الکبیر)، (98/11)، (ح11167) میں روایت کیا ہے. اور البانی نے اس کو (صحیح الترغیب والترھیب)، (40/2)(ح1161) میں حسن قرار دیا ہے.

81. صحیح مسلم، (1922/4)، (ح2437).

82. ابن ماجہ، (1018/2)، (ح3062). اور البانی نے (صحیح ابن ماجۃ)، (59/3)، (ح2502) میں اس کو صحیح ٹھہرایا ہے.

83. اس کو بخاری نے (التاریخ الکبیر)، (189/3)، (ح639) میں روایت کیا ہے. البانی نے اس کو (السلسلۃ الصحیحۃ، (543/2)، (ح883) میں صحیح قرار دیا ہے.

(یعنی: رسول اللہ ﷺ برتنوں اور مشکیزوں میں آبِ زمزم لایا کرتے تھے، اور آپ مریضوں پر اس کو بہاتے اور انہیں اس کو پلاتے تھے).

تیسرا: صفا اور مروہ:

صفا: چھوٹا سا پہاڑ ہے جو کعبہ کے جنوب مشرقی جہت میں جبلِ اَبی قُبَیْس 84 کے نیچے واقع ہے، اور کعبہ سے (130 میٹر) دور ہے، اسی سے سعی کا آغاز ہوتا ہے.

مروہ: سفید پتھروں والا چھوٹا پہاڑ ہے، کعبہ کے شمال مشرقی جہت میں واقع ہے اور اس سے (300 میٹر) دور ہے، وہ جبلِ قُعَیْقِعَان 85 سے متصل ہے، اور اسی کی طرف صفا کی انتہا ہوتی ہے.

مسعیٰ: جبلِ صفا و مروہ کے درمیان کی مسافت کو مسعی کہتے ہیں، اس کی لمبائی (395م)، اور چوڑائی (40م) ہے، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سعی کرنا حج وعمرہ کے مناسک میں سے ہے.

سب سے پہلے جس نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کیا وہ اسماعیل علیہ السلام کی ماں ہاجر علیہا السلام ہیں، جب ان کے پاس موجود پانی ختم ہوگیا اور ان کے لختِ جگر اسماعیل شدتِ پیاس کی وجہ سے بلبلانے لگے، تو وہ پانی کی تلاش میں نکل پڑیں، انہیں سب سے قریبی جگہ صفا و مروہ دکھائی دیا، وہ ان دونوں پہاڑوں پر چڑھ رہی تھیں اور ان کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑ لگا رہی تھیں، وہ اس لئے چڑھ رہی تھیں تا کہ وہ تا

---

84. **(جبلِ أبی قُبَیْس)**: مکہ کا مشہور ترین پہاڑ ہے، وہ مشرقی جہت سے مسجدِ حرام سے بلند ہے اور صفا سے متصل ہے، وہ اپنے گردونواح سے (120م) بلند ہے.

85. **جبلِ قُعَیْقِعَان**: یہ وہ بڑا پہاڑ ہے جو شمال اور شمال مغرب کی جہت سے مسجدِ حرام سے بلند ہے، شمال میں وہ حجون تک، مغرب میں بئر طوی تک، اور جنوب میں حارۃ الباب اور شبیکہ تک پھیلا ہوا ہے، موجودہ دور میں اس کے اقسام میں سے: جبلِ ھندی، جبلِ عبّادی، جبلِ سلیمانیہ، اور جبلِ فلق ہے، وہ اپنے گردونواح سے (110م) میٹر اونچا ہے، جبلِ قُعَیْقِعَان اور جبلِ اَبی قُبَیس کو اَخشبی مکۃ (مکہ کے دو میخ) کہا جاتا ہے. دیکھئے: مکۃ المکرّمۃ تاریخ و معالم، (ص110-111).

حدنگاہ دیکھ سکیں، جب وہ وادی کے درمیان سے گذرتیں تو دوڑنے لگتیں، جب انہوں نے ساتواں چکر مکمل کرلیا تو انہوں نے اپنے بچے کی جانب سے ایک غیبی آواز سنی، وہ فوراً اپنے بچے کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ ان کے قدموں کے نیچے سے پانی پھوٹ رہا ہے.

مسعی پہلے مسجدِ حرام کی عمارت کے باہر تھا، اس کی کوئی خاص عمارت نہیں تھی، پھر (1339ھ) میں جس وقت شریف حسین بن علی رحمہ اللہ کی حکومت تھی، اس پر سایہ ڈالا گیا، اور (1375ھ) میں پہلی بار مسعی کی تعمیر اور مسجدِ حرام کی عمارت کے ساتھ الحاق عمل میں آیا، اور یہ پہلی سعودی توسیع کے دوران ہوا.

پھر خادم حرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے (1428ھ) میں مسعی کی از سرنو تعمیر اور مشرقی جہت سے اس کی توسیع اور اوپری تیسری منزل کے اضافہ کا حکم دیا، جس کے بعد اس کی چوڑائی (40م) اور اس کی مجموعی مساحت (72,000م2) ہوگئی، جب کہ اس کی مساحت (29,400م2) تھی، اس طرح مسعی اور دیگر خدمات کے مقامات پر تعمیر ساری منزلوں کی چھتوں کی اجمالی مساحت (125,000م2) ہوگئی86.

صفا ومروہ اللہ کے شعائر میں سے ہے:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿**إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ**﴾ [البقرة:۱۵۷] ﴿ترجمہ: بے شک صفا ومروہ اللہ کے مقرر کردہ نشانات ہیں﴾.

اور شعائر: دین کے ظاہری نشانات اور طاعتوں وقربتوں کے مقامات وعلامات ہیں87، اللہ تعالی نے اپنے دین کے شعائر کی تعظیم کا حکم دیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے: ﴿**ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ**﴾ [الحج:۳۲] ﴿ترجمہ: مذکورہ بالا باتیں لائق اہمیت ہیں، اور جو کوئی

86. دیکھئے: الحرم المکی الشریف: التوسعات العمرانیۃ وتطور الخدمات، ڈاکٹر. خالد سلیمان العبید (ص42) اور اس کے بعد کے صفحات؛ مکۃ المکرمۃ تاریخ ومعالم، (ص66-67).

87. دیکھئے: تفسیر السعدی، (538/1).

اللہ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرتا ہے، تو یہ کام دلوں کی پرہیزگاری کی دلیل ہے ﴾.

پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان مبارک شعائر کی تعظیم کریں، اور ان شعائر میں سے ایک صفا ومروہ ہے جس کی تعظیم حج وعمرہ کے اندر ان کے درمیان سعی کرنا ہے، کیونکہ یہ ان عبادات میں سے ہے جس کو اللہ تعالی نے مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے؛ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (**سَنَّ رسولُ اللّٰهِ ﷺ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا 88، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا**)89.

(رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان طواف کو جاری فرمایا ہے، پس کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان طواف کو ترک کرے).

ان دونوں کے فضائل:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**وَأَمَّا طَوَافُكَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؛ فَكَعِتْقِ سَبْعِينَ رَقَبَةً**)90، (یعنی: تمہارا صفا ومروہ کے درمیان طواف کرنا، ستر گردن (غلام) آزاد کرنے کی مانند ہے).

آزادی کے اندر احیائے نفس پایا جاتا ہے، پوری دنیا کے اندر آزادی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے جو زندگی کے قائم مقام ہو، اس کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكاً فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ**)91. (یعنی: **بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کرسکتا الا یہ کہ وہ اسے غلام پائے، پس وہ اسے خرید لے اور اس کو آزاد کردے**)، اس حدیث

88. یعنی: صفا ومروہ کے درمیان.

89. البخاری، (592/2)، (ح1561)؛ ومسلم، (929/2)، (ح1277).

90. مسند البزار، (317/12)، (ح6177). البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)، (9/2)، (1112) (اس کو (حسن لغیرہ) کہا ہے.

91. صحیح مسلم، (1148)، (ح1510).

کے اندر نبی ﷺ نے کسی کے ذریعہ اپنے باپ کی آزادی کو اس (باپ) کی طرف سے اسے زندگی عطا کئے جانے کا مکافی قرار دیا ہے.

گویا ام اسماعیل علیہا السلام کی صفا و مروہ کے درمیان سعی اس چیز کی تلاش کے لئے تھی جو ان کی اور ان کے شیر خوار بچے کی زندگی کی حفاظت کر سکے، چنانچہ اللہ تعالی نے انہیں زندگی عطا فرمایا اور ساتویں چکر کے اختتام پر ان کے پاس جبریل علیہ السلام کو ارسال فرمایا، اس کے بعد حیات بخش زمزم پھوٹ پڑا، اور ان کی سعی کا بدلہ ان کی اور ان کے شیر خوار بچے کی زندگی کی صورت میں ظاہر ہوا.

اس کے بعد اللہ تعالی نے ہر اس شخص کے لئے اس جزاء کو مقرر فرما دیا جو اس کے شعائر کی تعظیم کرتے ہوئے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے، بلکہ اس جزاء میں اس نے مزید اضافہ کر دیا، اس طور پر کہ ہاجر علیہا السلام کی سعی نے انہیں اور ان کے بچے کو موت سے آزاد کیا، تو ایک مؤمن و مؤحد کی سعی اس عبادت کی عظمت کے پیش نظر ستر گردن آزاد کرنے کے برابر قرار پائی.

چوتھا : جمرات:

جمرات: جمع ہے جمرہ کی، اور جمرہ پھینکی جانے والی کنکریوں کے مقام اجتماع کو کہتے ہیں، اس نام سے موسوم کئے جانے کی وجہ: ان کے ساتھ لوگوں کا جمع ہونا ہے 92.

نیز کہا جاتا ہے: جمرہ چھوٹے پتھروں کو کہتے ہیں، اور اس سے موسوم کئے جانے کا سبب: وہ کنکریاں ہیں جنہیں پھینکا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: **جمر الرجل يجمر تجميراً**، جب وہ جمار مکہ کی رمی کرتا ہے 93.

تینوں جمرات منی کی مغربی جہت میں واقع ہیں، **جمرۂ صغری**: وہ ہے جو مسجدِ خیف کے قریب ہے، **جمرۂ کبری**: وہ ہے جو مکہ کی جہت سے حدود منی پر واقع ہے، کبری اور وسطی کے درمیان مسافت (240 م)، اور وسطی وصغری کے درمیان مسافت (148 م) ہے 94.

92. دیکھئے: تھذیب الأسماء واللغات، للنوی (55/3)؛ فتح الباری (581/3).

93. دیکھئے: الاستذکار، ابن عبد البر (345-346).

94. دیکھئے: الحرم المکی الشریف ولا أعلام المحیطة بہ دراسة تاریخیة ومیدانیة، (ص 146) ؛ مکة المکرّمة تاریخ ومعالم، (ص 80).

اس کی مشروعیت کی اصل:

رمی جمرات کی مشروعیت کی اصل ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی طرف عائد ہے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: (جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مناسک کے پاس آئے تو جمرۂ عقبہ کے پاس ان کے سامنے شیطان آ گیا، انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا95، پھر وہ دوسرے جمرہ کے پاس ان کے سامنے آیا، انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، پھر وہ تیسرے جمرہ کے پاس ان کے سامنے ظاہر ہوا، پس انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: تم لوگ شیطان کو کنکری مارتے ہو اور اپنے باپ کی ملت کی اتباع کرتے ہو)96.

اس کے بعد یہ حج کے ظاہری شعائر میں سے ایک شعیرہ قرار پایا، اور اللہ تعالی نے اپنے شعائر کی تعظیم کا حکم دیا ہے، چنانچہ حاجی عید کے دن چاشت کے وقت جمرۂ عقبہ کی رمی کرتا ہے، پھر وہ ایام تشریق میں زوال کے بعد ہر روز تینوں جمرات کو کنکری مارتا ہے، جمرۂ صغری سے شروع کرتا ہے، پھر جمرۂ وسطی کو، پھر جمرۂ کبری کو مارتا ہے.

رمی جمار کی حکمت:

رمی جمار کی حکمت اللہ تعالی کے لئے خشوع وانقیاد اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہے، اللہ تعالی کی

---

95. لفظ ہے: (**سَاخَ فِي الْأَرضِ**): یعنی: اس میں دھنس گیا، کہا جاتا ہے: **ساخ فی الأرض یسوخ و یسیخ** ، جب اس میں داخل ہو جائے. دیکھئے: لسان العرب، (35/3).

96. اس کو حاکم نے (مستدرک)، (638/1)، (ح1713) میں روایت کیا ہے اور کہا ہے: (شیخین کی شرط پر صحیح ہے مگر ان دونوں نے روایت نہیں کیا ہے) اور ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے. البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)، (37/2)، ح(1156). میں صحیح قرار دیا ہے.

حکمت کا تقاضہ ہوا کہ وہ اپنے بندوں سے مختلف قسم کی عبادتیں کرائے، تا کہ خبیث وطیب کے درمیان امتیاز ہو سکے، اور تا کہ اللہ تعالی کا مطلق امر ونہی مؤمن وصادق بندے کی طرف سے اللہ تعالی کے حکم کی بجا آوری کا حقیقی سبب ہو، نیز اس میں ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء بھی ہے، جس کا ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول میں گذر چکا ہے (تم لوگ شیطان کو کنکڑی مارتے ہو اور اپنے باپ (ابراہیم) کی ملت کی اتباع کرتے ہو)، نیز اس میں اللہ وحدہ کے لئے بندگی کو خاص کرنے کا اشارہ اور اللہ سبحانہ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ کو حقیر سمجھنے کا بھی اشارہ ہے، خواہ وہ شیطان رجیم ہو، یا بت ہو، یا پتھر ہو، یا کچھ اور ہو، مؤحد بندے ان کو حقیر سمجھتے ہیں، ان پر پتھروں کو برساتے ہیں، اور ان جگہوں میں جہاں کفار نے اللہ سبحانہ وتعالی کے علاوہ بتوں کو اپنا معبود بنالیا تھا، انہیں اماکن میں پتھروں کی توہین کی جاتی ہے جن سے ان بتوں کو تراشا جاتا ہے، ہر طاغوت کی، ہر سرکش کی اور اللہ تعالی کے علاوہ ہر معبود کی توہین کی جاتی ہے، اس شیطان کی توہین کی جاتی ہے جس نے لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت سے گمراہ کر رکھا ہے، اور غیر اللہ کی عبادت میں پھنسا رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ شیطان کے لئے سب سے زیادہ حسرت وندامت اور غیض وغضب کا دن وہی ہے جس دن ان جمرات کو کنکڑی مارا جاتا ہے.

رمی جمار کے فضائل:

رمی جمار کے فضائل درج ذیل ہیں:

أ - ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**وَإِذَا رَمَى الْجِمَار؛ لا يَدْرِي أَحَدٌ مَالَهُ حَتَّى يُوَفَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**) 97. (یعنی: جب کوئی رمی جمار کرتا ہے، تو وہ نہیں جانتا کہ اسے کیا (ثواب) ملنے والا ہے، یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن پورا اجر دے دیا جائے).

حدیث کے اندر ایک دلچسپ بات ہے، اور وہ یہ کہ: چونکہ اللہ تعالی کا سچا مؤمن بندہ رمی جمار

97. ابن حبان نے اپنی (صحیح) ، (207/5) ، (ح 1887) میں روایت کیا ہے ، اور البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب) ، (34/2) ، (ح1155) میں اس کو حسن قرار دیا ہے.

کر کے حکم الٰہی کی بجا آوری کرتا ہے جب کہ وہ اس کے پیچھے کارفرما حکمت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے، اور نہ یہ جانتا ہے کہ کس چیز کو رجم کر رہا ہے، باوجودیکہ یہ ساری حکمتیں معقول ہیں، مگر قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فقط یہی حکمتیں مقصود ہیں، بلکہ اس کے پیچھے کچھ اور بھی حکمتیں ہوسکتی ہیں جن کا علم ہمیں نہیں ہے؛ اس لئے اللہ تعالی نے اس عمل کے جزاء کو بھی چھپا دیا ہے، اور بلا شک وہ مؤمن بندوں کو طاعت وامتثال پر آمادہ کرنے اور اس میں رغبت دلانے والا عظیم عمل ہے.

اور ایک لفظ میں ہے: (**وَأَمَّا رَمْيُكَ الجِمَار؛ فَلَكَ بِكُلِّ حَصَاةٍ رَمَيْتَهَا تَكْفِيرُ كَبِيْرَةٍ مِنَ الْمُوبِقَاتِ**)98. جہاں تک تمہارے رمی جمار کی بات ہے؛ تو تمہارے لئے تمہاری طرف سے ماری جانے والی ہر کنکری کے بدلے موبقات (ہلاک کردینے والے کبائر میں سے) ایک کبیرہ کی بخشش ہے.

اس روایت میں جزاء کی جو صراحت آئی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جزاء کی وہی آخری حد ہے، بلکہ اس کا مطلب رمی جمرات پر مترتب ہونے والی جزاء کی قسموں میں سے ایک قسم کی طرف اشارہ ہے، اور جس جزاء کو مخفی رکھا گیا ہے وہ اس سے کہیں عظیم ہے.

ب - عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**وَأَمَّا رَمْيُكَ الْجِمَارَ ؛فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾** [السجدة: ١٧])99.

(جہاں تک تمہارا جمرات کو کنکری مارنے کی بات ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿ترجمہ: پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس کے نیک اعمال کے بدلے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کون سی نعمتیں چھپا رکھی گئی ہیں﴾

98. مسند بزار، (317/12)، (ح 6177). اور البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)، (9/2)، (ح 1112) میں اس کو (حسن لغیرہ) کہا ہے.

99. اس کو طبرانی نے (الأوسط) (16/3)، (ح 2320) میں روایت کیا ہے. اور البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)، (11/2)، (ح 1113) میں (حسن لغیرہ) کہا ہے.

ج - ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**إِذَا رَمَيْتَ الْجِمَارَ كَانَ لَكَ نُوراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ**)100.

(جب تم جمرات کو کنکری مارتے ہو تو وہ قیامت کے روز تمہارے لئے نور ہوگا)

کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے:

اس عمل پر اتنا بڑا ثواب کیوں ہے جس کو بعض لوگ معمولی عمل سمجھتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: صرف جزاء کی عظمت کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس ذات کی عظمت کو بھی دیکھا جائے جس نے عمل پر جزاء مرتب کیا ہے، نیز یہ عمل اگرچہ بظاہر معمولی ہے، مگر وہ اپنے معانی و مدلولات کے اعتبار سے عظیم ہے، اس میں اللہ تعالی کے حکم کی بجا آوری، اطاعت اور انقیاد ہے، اللہ تعالی کی طرف سے صادر حکم کی تعظیم ہے، شعائر الہیہ کی تعظیم پائی جاتی ہے، اس میں اللہ تعالی کے لئے خالص توحید ہے، یہ اور اس قسم کے دوسرے معانی و مقاصد جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے، کوئی حقیر اور معمولی نہیں ہیں، انہیں مقاصد کے لئے تو اللہ تعالی نے کائنات کو پیدا فرمایا، مخلوقات کی تخلیق فرمائی، رسولوں کو مبعوث فرمایا، کتابوں کو نازل کیا، اور جنت وجہنم و تیار کیا، گویا یہی مقاصد تخلیق کی غرض و غایت اور منتہا ہیں، وہی وہ عبادت ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** ﴾ [الذاریات:٥٦] (ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں)، وہی وجود کے راز اور اس کے جوہر ہیں.

پانچواں: منی:

یہ اللہ تعالی کے ان شعائر میں سے ایک ہے جن کی تعظیم کا اس نے حکم دے رکھا ہے، نیز یہ مسجدِ حرام سے سب سے زیادہ قریب ہے، اور اس کی مشرقی جہت میں واقع ہے، اور اس سے (4 کم) دور ہے، اس

100. بزار نے (زوائد)، (ص 113) میں روایت کیا ہے. البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)، (37/2)، (ح1157) میں کہا ہے: (حسن صحیح).

نام (منیٰ) سے موسوم کئے جانے کی وجہ: **كثرة ما يمنى (أي: يراق) فيها من الدماء**، یعنی اس میں بکثرت بہائے جانے والے خون ہیں، نیز کہا گیا ہے: اس لئے یہ نام رکھا گیا کیونکہ اللہ تعالی نے اس میں اپنے نبی وخلیل ابراہیم علیہ السلام پر ان کے بیٹے کا فدیہ قبول کر کے احسان (مَن) کیا تھا.

اس کی حد: مشرق ومغرب میں اس کی حد جمرۂ عقبہ سے لے کر وادئ محسّر تک ہے 101 اور شمال و جنوب میں اس کے چاروں طرف سامنے میں واقع پہاڑ ہیں، اس کے پیچھے کے پہاڑ نہیں 102، اس کی **لمبائی: (3,5 کم)** تک پہنچتی ہے، اور اس کی **مساحت:** (6,35 کم)103.

اس میں حجاج کرام عرفہ جانے سے پہلے ذوالحجہ کی ۹ رتاریخ کو رات بسر کرتے ہیں، جلدی جانے والے گیارہویں و بارہویں رات اسی میں گذارتے ہیں، تاخیر کرنے والے تیرہویں رات بھی وہیں گذارتے ہیں، منیٰ کے ایام کھانے، پینے اور ذکر الہی کے ایام ہوتے ہیں، جیسا کہ صادق ومصدوق ﷺ نے بیان فرمایا ہے 104.

---

101. (وادی محسّرِ): منی ومزدلفہ کے درمیان گزرنے والی وادی ہے، ان دونوں کے حدود پر ہے مگر ان کا حصہ نہیں ہے، اس نام سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ: ابرہۃ کا ہاتھی اس میں محسور ہو گیا تھا، یعنی عاجز ہو گیا تھا اور مکہ جانے کے لئے بالکل آمادہ نہیں تھا، اسی معنی میں یہ لفظ اللہ تعالی کے اس قول کے اندر آیا ہے: ﴿**يَنْقَلِبْ إِلَيكَ البصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ**﴾ [الملك: 4]

﴿ترجمہ: وہ (نظر) عاجز ہو کر آپ کی طرف تھکی ہوئی واپس آجائے گی﴾، یہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو ہلاک کیا، اسی بنا پر حاجی کے لئے مزدلفہ سے منی کے لئے لوٹتے ہوئے وہاں تیز تیز چلنا مسنون قرار دیا گیا ہے. دیکھئے: صحیح مسلم، (891/2).

102. دیکھئے: بحوث عن مشاعر الحرم، عبداللہ نذیر احمد (ص111-121).

103. دیکھئے: الحرم المکی الشریف والأعلام المحیطۃ بہ دراسۃ تاریخیۃ ومیدانیۃ، (ص190) ؛ مکۃ المکرّمۃ تاریخ ومعالم، (ص79).

104. مسلم، (800/2)، (ح1141).

منیٰ کی طرف اشارہ کرنے والی آیتیں:

أ - اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿وَاذْكُرُوا اللَّـهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾ [البقرة:۲۰۳]

﴿ترجمہ: اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کی یاد میں مشغول رہو، پس جو کوئی دو دن میں جلدی چلا گیا اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جس نے جلدی نہیں کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، اس کے لئے جو متقی ہے﴾.

قرطبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں ایام معدودات سے مراد ایامِ منیٰ ہیں جو کہ ایامِ تشریق بھی ہیں) 105.

ب - اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج:۲۸].

﴿ترجمہ: اور چند متعین دنوں میں، ان چوپایوں کو اللہ کے نام سے ذبح کریں جو اللہ نے بطور روزی انہیں دیا ہے﴾

اور ایام معلومات کے اندر علماء کے اختلاف کے مطابق سارے ایام منیٰ یا اس کے بعض داخل ہیں، طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: (اور وہ بعض اہلِ تفسیر کے قول کے مطابق ایامِ تشریق ہیں، اور بعض اہلِ علم کے قول کے مطابق ایامِ عشر ہیں اور بعض کے بقول: قربانی اور تشریق کے ایام ہیں) 106.

ان کے علاوہ منیٰ اور بھی کئی بڑے مقامی شعائر کو شامل ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

أ- جمرات: اور اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے.

---

105. الجامع لأحكام القرآن، (1/3).

106. تفسیر الطبری، (147/17).

ب ۔ مسجد خیف 107: جمرۂ صغری کے قریب جبلِ صابح کے سامنے واقع ہے، یہ قدیم اور تاریخی مسجد ہے، اس میں نبی ﷺ نے اور ان سے قبل دیگر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے 108.

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**صَلَّى فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ سَبْعُونَ نَبِيًّا ،مِنْهُمْ مُوسَى عليه السلام، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ عَبَائَتَانِ قَطَوَانِيَّتَانِ 109 وَهُوَ مُحْرِمٌ ، عَلَى بَعِيرٍ مِنْ إِبِلِ شَنُوءَةَ، مَخْطُومٍ بِخِطَامِ لِيفٍ، لَهُ ضَفِيرَتَانِ**) 110.

(مسجد خیف میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے، ان میں موسی علیہ السلام بھی ہیں، گویا میں انہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے بدن پر دو قطوانی عباء ہیں اور وہ محرم ہیں، موٹے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار ہیں، جس کو کھجور کی کھال کی نکیل پہنائی گئی ہے، اور اس کی دو چوٹیاں ہیں).

107. (**مَسْجِدِ الْخَيْف**): منی کی مشہور مسجد ہے، اور **الْخَيْف**: وہ زمین ہے جو سیلاب کے گذرگاہ سے اوپر ہو، اور پہاڑوں کے چٹانوں سے نکلا ہو، اور مسجدِ منی کو مسجدِ خیف اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کے پہاڑ کے دامن میں ہے، خلفاء مسلمین نے اس کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے اور اس کی متعدد بار تجدید ہوئی ہے، آخری بار (1407ھ) میں شاہ فہد بن عبد اللہ کے دور میں اس کی تجدید عمل میں آئی تھی، اس کی توسیع و تعمیر کے بعد اس کی مساحت (34,000 م2) ہوگئی، اور اس میں (35,000) نمازیوں کے لئے گنجائش ہے.

دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (93/2)؛ مکۃ المکرّمۃ تاریخ ومعالم، (ص82).

108. دیکھئے: مکۃ المکرّمۃ تاریخ ومعالم، (ص82).

109. (**قَطَوَانِيَّتَان**): ابن اثیر نے (النہایۃ)، (85/4) میں کہا ہے: القطوانیّۃ: سفید اور کم روئیں دار عباء ہے، اس میں نون زائد ہے، جوہری نے معتل میں ایسا ہی ذکر کیا ہے اور کہا ہے: (**كِسَاء قَطَوانى**). اور قطوان (بفتح القاف والطا): کوفہ میں ایک مقام ہے جس کی طرف عبایا اور کپڑے منسوب کئے جاتے ہیں.

دیکھئے: الترغیب والترھیب للمنذری (117/2)؛ لسان العرب، (191/15).

110. اس کو طبرانی (الأوسط)، (312/5)، (ح 5407)؛ اور (الکبیر)، (452/11)، (ح12283) میں روایت کیا ہے. البانی نے (صحیح الرغیب والترھیب)، (19/2)، (ح1127) میں اس کو حسن قرار دیا ہے.

منیٰ میں انجام دئے جانے والے عظیم شعائر میں سے بعض یہ ھیں:

- رمی جمار: اوراس پر گفتگو ہوچکی ہے۔

- ھدی کی قربانی: اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ**﴾[الحج:٣٦].

﴿ترجمہ: اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کوتمہارے لئے اللہ کی نشانیاں بنائی ہیں،تمہارے لئے ان میں دین ودنیا کی بھلائی ہے، پس جب وہ پاؤں بندھے کھڑے ہوں تو انہیں اللہ کے نام سے ذبح کرو، پس جب وہ اپنے پہلو کے بل گر جائیں تو ان کا گوشت کھاؤ، اور نہ مانگنے والے اور مانگنے والے دونوں قسم کے فقیروں کوکھلاؤ، ہم نے ان جانوروں کوتمہارے لئے اس طرح اس لئے تابع بنا دیا ہے تا کہ اللہ کا شکر ادا کرو﴾

ھدی کوذبح کرنا اس بات کا اشارہ ہے کہ ہراس آواز کوذبح کردیا جائے گا جوحق کی آواز کے خلاف ہو،اور ہراس منہج کو جواللہ کے منہج کے خلاف ہو،اس میں اللہ کے اوامر کی سربلندی اور ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی یادگارکودوام وتخلید عطا کرنا ہے جوقربانی کی اس حدتک پہنچ گئے کہ انہوں نے اپنے رب کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اوراپنے خالق سبحانہ وتعالی کی مشیئت کونافذ کرتے ہوئے اپنے لختِ جگر، آنکھوں کے نور اور اکلوتی اولاد اسماعیل علیہ السلام کوقربان کردیا، اپنی فطرت، عاطفت، پدرانہ شفقت، خواہشات اور شیطان کے وسوسوں کی مخالفت کرتے ہوئے، جوتمام چیزیں انہیں اپنے رب تبارک وتعالی کے حکم سے سرتابی کرنے پر آمادہ کررہی تھیں، اس طرح حق کو باطل پر اور ایمان کوہوائے نفس اور شیطان پر نصرت حاصل ہوئی، اور انہیں اصولوں اور انہیں اعلی مثالوں کی بنا پر، یعنی: ایمان وطاعت اور حکم الہی کی بجا آوری وتسلیم اور ہراس امرکی مخالفت جو ہمارے رب جل وعلا کے امر کے مخالف ہو، انہیں باتوں کوپیش نظر رکھ کر ہرسال اسی مقام پرذبح کیا جاتا ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا]۔

- سر منڈانا:

أ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ**)، قَالُوا: يا رَسُولَ اللَّهِ ! وَ لِلْمُقَصِّرِين؟ **قَال** : (**اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ**) قَالُوا: يا رَسُولَ اللَّهِ ! وَ لِلْمُقَصِّرِينَ؟ **قَالَ**: (**اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ**)،قَالُوا: يا رَسُولَ اللَّهِ ! وَ لِلْمُقَصِّرِينَ؟**قَالَ**: (**وَلِلْمُقَصِّرِينَ**) **111**.

(**اے اللہ! سر منڈانے والوں کی بخشش فرما**)،صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اور قصر کروانے والوں کی؟ آپ نے فرمایا: (**اے اللہ! سر منڈانے والوں کی بخشش فرما**)،صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اور قصر کروانے والوں کی؟ آپ نے فرمایا: (**اے اللہ! سر منڈانے والوں کی بخشش فرما**)،صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اور قصر کروانے والوں کی؟ آپ نے فرمایا: (**اور قصر کروانے والوں کی بھی**).

ب - ام الحصین رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی ﷺ سے یہ سنا کہ آپ نے: (**دَعَا لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلاثاً ،وَلِلْمُقَصِّرِينَ مَرَّةً**)(**حلق کرانے والوں کے لئے تین بار** اور قصر کرانے والوں کے لئے **ایک بار** دعا فرمایا)112.

ج - مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (**اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْن، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْن**)(**اے اللہ! سر منڈانے والوں کی بخشش فرما، اے اللہ! سر منڈانے والوں کی بخشش فرما**)، وہ بیان کرتے ہیں کہ: قوم میں سے ایک شخص کہتا جا رہا تھا: اور قصر کروانے والوں کی بھی؟ پس رسول اللہ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار میں فرمایا: (**وَالْمُقَصِّرِين**) (**اور قصر کرانے والوں کی بھی**). پھر وہ بیان کرتے ہیں: میں اس دن اپنا سر منڈائے ہوا تھا، پس مجھے سر منڈانے میں جو خوشی تھی وہ سُرخ اونٹوں کے حصول میں نہیں تھی113.

---

111 البخاری،(617/2)،(ح1641)؛ومسلم،اور لفظ انہیں کا ہے،(946/2)،(ح1302)

112 مسلم،(946/2)،(ح1303).

113. اس کو احمد نے (المسند)، (177/2)، (ح 17634) میں روایت کیا ہیثمی نے (مجمع الزوائد)، (262/3) میں اور البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)،(38/2)،(ح1160) میں حسن قرار دیا ہے.

د - ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**وَ أَمَّا نَحْرُکَ ؛ فَمَذْخُورٌ لَکَ عِنْدَرَبِّکَ ، وَأَمَّا حِلاقُکَ رَأْسَکَ؛ فَلَکَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَلَقْتَهَا حَسَنَةٌ ، وَتُمْحَی بِهَا عَنْکَ خَطِيئَة**)114.

(جہاں تک تمہاری قربانی کی بات ہے تو وہ تمہارے رب کے پاس تمہارے لئے ذخیرہ ہوگی ، اور جہاں تک تمہارے سر منڈانے کی بات ہے تو تمہارے لئے حلق کرائے گئے ہر ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے، اور اس کے بدلے تمہارے ایک گناہ کی بخشش ہے).

ھ - اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**وَأَمَّا حَلْقُکَ رَأْسَکَ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَعْرِکَ شَعْرَةٌ تَقَعُ عَلَى الْأَرْض ؛ إِلَّا کَانَتْ لَکَ نُوراً يَومَ الْقِيَامَةِ**)115.(یعنی: جہاں تک تمہارا اپنے سر کو منڈانے کی بات ہے، تو تمہارے بالوں میں سے کوئی بال زمین پر نہیں گرے گا، مگر وہ تمہارے لئے قیامت کے روز نور ہوگا).

چھٹا : مزدلفه :

مزدلفہ عرفات اور منیٰ کے درمیان واقع ہے، اس کو منیٰ سے وادئ محسر الگ کرتی ہے، وہ عرفات سے (6 کم) اور مسجدِ حرام سے اس کی جنوب مشرقی جہت میں (8 کم) دور ہے، اس کی مساحت تقریباً (9.36 کم) ہے 116.

تزلّف اور ازدلاف سے مزدلفہ بنا ہے جس کا معنیٰ تقرّب ہے، اس نام سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہی ہے کہ حجاج جب عرفات سے واپس ہوتے ہیں تو مزدلفی کی طرف بڑھتے ہیں اور اس سے قریب ہوتے

---

114. اس کو بزار نے (مسند)، (317/12)، (ح 6177) روایت کیا ہے اور البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب) (9/2)، (ح 1112) ہے: (حسن لغیرہ) ہے.

115 . اس کو طبرانی نے (الأوسط) ، (16/3)، (ح2320) میں روایت کیا ہے . البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)، (11/2)، (ح1113) میں کہا ہے: (حسن لغیرہ) ہے.

116. دیکھئے: الحرم المکی الشریف والأعلام المحیطة بہ دراسة تاریخیة ومیدانیة، (ص 201)؛ مکة المکرمة تاریخ ومعالم، (ص 84).

ہیں، بعض کے نزدیک اس نام سے اس کو موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ: لوگ وہاں زلفِ لیل، یعنی: رات کی گھڑیوں میں آتے ہیں، مزدلفہ کو (جمع) بھی کہتے ہیں، کیونکہ لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں، یا پھر اس لئے کہ اس میں مغرب وعشاء کی نماز جمع کی جاتی ہے، اس کو مشعرِ حرام بھی کہا جاتا ہے، اور مشعر شعار سے ہے جس کا معنی علامت ہے، اور مزدلفہ حج کی علامت ہے، اس کے ساتھ بعض وہ اعمال مرتبط ہیں جو حج میں مطلوب ہیں، جیسے کہ اس میں رات گذارنا، اور مغرب وعشاء کی نماز کو جمع کرنا، اور اس کی حرمت کی وجہ سے اس کو حرام سے متصف کیا گیا ہے، اور اس لئے بھی کہ وہ حدودِ حرم کے ضمن میں واقع ہے 117.

اللہ تعالی نے مزدلفہ کو اپنے اس قول میں بیان کیا ہے: ﴿**فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ**﴾[البقرة:١٩٨].

﴿ترجمہ: جب عرفات سے لوٹو تو مشعرِ حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو، اور اُسے یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ھدایت دی ہے، اگر چہ تم اس سے پہلے راہ بھٹکے ہوئے تھے﴾.

دسویں ذی الحجہ کی رات کو مزدلفہ میں رات بسر کرنا حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے حج کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (یہاں تک کہ آپ مزدلفہ آئے اور وہاں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ مغرب وعشاء کی نماز پڑھی، ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی، پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی، پھر جب صبح روشن ہو گئی تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی، ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ، پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے، یہاں تک کہ مشعرِ حرام کے پاس آئے، پس آپ نے قبلہ کا استقبال کیا، اور اللہ سے دعا مانگا، اس کی تکبیر وتہلیل اور توحید بیان کیا، آپ اس وقت تک مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ سفیدی پوری طرح پھیل گئی، پھر آپ سورج طلوع ہونے سے قبل کوچ کر گئے)118.

---

117. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (187/8)؛ تفسیر البغوی، (174/1)؛ بحوث عن مشاعر الحرم، (11-15).

118. مسلم، (891/2)، (ح1218).

مزدلفه کے فضائل:

أ۔ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ کی صبح میں ان سے فرمایا: (**يَــا بِلَالُ ! أَسْكِتِ النَّـاسَ**) أو: (**أَنْصِتِ النَّاسَ**)، **ثُمَّ قَالَ: (إِنَّ اللَّهَ تَطَوَّلَ عَلَيْكُمْ 119 فِي جَمْعِكُمْ هَذا فَوَهَبَ مُسِيئَكُمْ لِمُحْسِنِكُمْ ، وَ أَعْطَى مُحْسِنَكُمْ مَا سَأَلَ، ادْفَعُوا بِاسْمِ اللَّهِ**)120.

(اے بلال! لوگوں کو چُپ کراؤ) یا: (خاموش کراؤ)، پھر آپ نے فرمایا: (اللہ تعالی نے تم لوگوں پر اس مزدلفہ میں بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تمہارے گنہگار کو تمہارے نیک آدمی کے حوالے کر دیا ہے، اور تمہارے نیک آدمی کو وہ دے دیا ہے جو اس نے مانگا ہے، پس تم لوگ اللہ کے نام سے کوچ کرو)

ب ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے عرفات میں وقوف فرمایا، اور سورج غروب ہونے کے قریب تھا، پس آپ نے فرمایا: (اے بلال! میرے لئے لوگوں کو خاموش کراؤ)، بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے لئے آپ لوگ خاموش رہیں، پس لوگ خاموش ہو گئے، آپ نے فرمایا: (اے لوگو! ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے، انہوں مجھے میرے رب کی طرف سے سلام پہنچایا ہے اور کہا ہے: بے شک اللہ عز وجل نے اہل عرفات کی اور اہل مشعر کی مغفرت کر دی ہے اور ان کی طرف سے ان کے زلات کا ذمہ لے لیا ہے)۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

---

119. (**تَطَوَّلَ عَلَيْكُم**) : **الطَّول** سے ہے فضل کے معنی میں، یعنی: تم پر فضل اور کرم کیا ہے، بایں طور کے تمہارے اعمال سے زیادہ تم کو دیا ہے، اس طرح کہ تمہارے گنہگار کو تمہارے نیک آدمی کے حوالے کر دیا ہے، یعنی: نیکوکار لوگوں کی سفارش اور دعا کو قبول کرتے ہوئے گنہگاروں کو بھی معاف کر دیا ہے۔ دیکھئے: شرح سنن ابن ماجہ، للسیوطی وغیرہ، (217/1).

120. ابن ماجہ، (1006/2)، (ح 3024). البانی نے (صحیح سنن ابن ماجہ)، (48/3)، (ح2438). میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ ہمارے لئے ہی خاص ہے؟ آپ نے فرمایا: (**یہ تمہارے لئے، اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والے سارے لوگوں کے لئے ہے**). عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کا عطیہ بہت زیادہ اور بہت خوب ہے 121.

وقوفِ عرفہ اور مبیتِ مزدلفہ کے درمیان مشابہت واضح وجلی ہے، اس لئے کہ دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ ان دونوں جگہوں میں وقتِ مخصوص کے اندر لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے؛ عرفات کے اندر لوگ دن میں سورج غروب ہونے تک جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالی سے گریہ وزاری کرتے ہیں، مزدلفہ میں لوگ وہاں رات گذارنے کے لئے جمع ہوتے ہیں اور دن بھر کی پریشانی وتھکاوٹ کو دور کرتے ہیں،

نیز عرفات میں ظہر وعصر کی نمازوں کے درمیان جمع وقصر کرتے ہیں، اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازوں کے درمیان جمع کیا جاتا ہے اور عشاء کی نماز کو قصر کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، اور شاید ان دونوں عبادتوں کے اندر اسی مشابہت نے دونوں کو اجر وثواب میں اکٹھا کر دیا ہے.

ساتواں: عرفات:

عرفات ہموار زمین ہے جس کو پہاڑ قوس کبیر کی شکل میں گھیرے ہوئے ہیں جس کا سرا وادیٔ عرنہ ہے، عرفہ مکہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور یہ مسجدِ حرام سے (18 کم) دور ہے، یہ حرم میں نہیں بلکہ حِل میں ہے، اس کو حرم سے صرف وادیٔ عرنہ ہی الگ کرتی ہے، اس کی مساحت تقریباً (17.95 کم) ہے 122.

اور عرفہ بلد الحرام کے اردگرد پائے جانے والے عظیم مکانی مناسک میں سے ہے، جہاں شریعت نے فریضۂ حج کی ادائیگی کے دوران جانے کا حکم دیا ہے، اس میں وقوف کرنا ارکانِ حج میں سے ایک اہم رکن ہے، جس سے وقوفِ عرفہ فوت ہو جائے اس کا حج فوت ہو جاتا ہے، عبد الرحمٰن بن یعمر الدیلی رضی اللہ عنہ

---

121. ابن عبد البر نے (التمهيد)، (182/1)، (ح405) میں؛ اور منذری نے (الترغيب والترهيب)، (131/2)، (ح1796) میں روایت کیا ہے. البانی نے (صحيح الترغيب والترهيب)، (33/2)، (ح1151) میں کہا ہے: (صحیح لغیرہ) ہے.

122. دیکھئے: الحرم المكي الشريف والأعلام المحيطة به دراسة تاريخية وميدانية، (ص256)؛ مكة المكرّمة تاريخ ومعالم، (88).

روایت کرتے ہیں: میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ عرفہ میں وقوف کررہے تھے، آپ کے پاس اہل نجد میں سے کچھ لوگ آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: (**الحَجُّ عَرَفَةُ**)123، یعنی: حج عرفہ ہے؛ اس میں حجاج کرام نو ذوالحجہ کو وقوف کرتے ہیں، ظہر وعصر کی نماز قصر اور جمع کے ساتھ ادا کرتے ہیں، غروب آفتاب تک اللہ سے دعا مانگتے ہیں، پھر مزدلفہ کے لئے چل پڑتے ہیں .

عرفه حرم کے باهر کیوں هے؟

یہ سب کو معلوم ہے کہ عرفہ حرم کے اندر نہیں ہے، اس کے برخلاف منیٰ اور مزدلفہ حدودِ حرم کے اندر داخل ہیں، مگر عرفہ کے حدود حرم سے باہر ہونے کے باوجود اس میں وقوف کرنا ارکان حج میں سے ایک اہم رکن ہے، جب کہ منیٰ ومزدلفہ میں رات بسر کرنا حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے، تو آخر عرفہ حرم کے باہر کیوں ہے جب کہ وہ حج کا اہم ترین رکن ہے؟

بعض اہل علم نے مفارقت کی عجیب تعلیل بیان کیا ہے، خلیل بن احمد رحمہ اللہ کا کہنا ہے: میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: (میں مکہ پہنچا تو اچانک میری ملاقات جعفر بن محمد سے ہوگئی جنہوں نے وادیٔ ابطح میں اپنی سواری کو بیٹھا رکھا تھا، میں نے کہا: اے رسول اللہ کے بیٹے! موقف کو حرم کے باہر کیوں رکھا گیا ہے، اسے مشعرِ حرام میں کیوں نہیں رکھا گیا؟ تو انہوں نے کہا: کعبہ اللہ کا گھر ہے، حرم اس کا حجاب ہے، اور موقف اس کا دروازہ ہے، جب لوگوں نے اس کا قصد کیا تو اللہ نے ان کو دروازہ ہی پر روک دیا تا کہ وہ گڑگڑائیں، جب انہیں داخلہ کی اجازت دی گئی تو انہیں دوسرے دروازہ کے قریب کر دیا گیا جو کہ مزدلفہ ہے، جب اللہ تعالی نے ان کی کثرت گریہ وزاری اور طول اجتہاد کو دیکھا تو ان پر رحم فرمایا، پھر جب ان پر رحم فرمایا تو انہیں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا، جب انہوں نے قربانی پیش کرلیا، اپنے میل کچیل کو دور

---

123. ابن ماجہ، (1003/2)، (ح3015). البانی نے (صحیح سنن ابن ماجہ)، (44/3)، (ح2459) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

کرلیا، گناہوں سے پاک ہوگئے تو انہیں اپنے گھر کی زیارت کا حکم دیا.

انہوں نے ان سے کہا: ایام تشریق میں روزہ رکھنے کو کیوں ناپسند کیا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس لئے کہ حجاج اللہ کی ضیافت میں ہوتے ہیں اور مہمان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے پاس روزہ رکھے.

میں نے کہا: میں آپ پر قربان، آخر لوگ استار کعبہ سے کیوں چمٹتے ہیں، جب کہ وہ ٹکڑے ہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان حق کا معاملہ ہو، لہذا وہ اس سے چمٹا رہتا ہے، اس کے گرد چکر لگاتا ہے، اس امید میں کہ وہ اسے اس کا حق عطا کردے)124.

عرفہ کے فضائل:

أ - عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ فِيهِ عَبْداً مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ**)125.

(یعنی: عرفہ کے دن سے زیادہ اور کسی دن اللہ تعالی بندے کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا، وہ قریب آتا ہے، پھر ان کے اوپر فرشتوں کے پاس فخر کرتا ہے، اور کہتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں)

ب - ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُبَاهِي بِأَهْلِ عَرَفَاتٍ أَهْلَ السَّمَاءِ، فَيَقُولُ لَهُمْ: انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي جَاءُونِي شُعْثاً غُبْراً**)126.

---

124. تاریخ الاسلام، للذهبی (92/9). اور دیکھئے: شعب الایمان، للبیهقی (496/3)؛ تاریخ مدینة دمشق، (35/6)؛ تهذیب الکمال، (94/5).

125. مسلم، (982/2)، (ح1348).

126. اس کو ابن خزیمہ نے اپنی (صحیح)، (263/4)، (ح 2839) میں روایت کیا ہے. نووی نے (المجموع)، (327/7)، میں اور البانی نے (صحیح الترغیب والترهیب)، (33/2)، (ح1152) میں صحیح قرار دیا ہے.

(بے شک اللہ تعالی آسمان والوں کے نزدیک اہل عرفات پر فخر کرتا ہے، اوران سے کہتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس پراگندہ صورت اورغبار آلود حالت میں آئے ہیں).

ج - انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے عرفات میں وقوف فرمایا، سورج غروب ہونے کے قریب تھا، پس آپ نے فرمایا: (اے بلال! میرے لئے لوگوں کو خاموش کراؤ)، بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے لئے آپ لوگ خاموش رہیں، پس لوگ خاموش ہوگئے، آپ نے فرمایا: (اے لوگو! ابھی ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے، انہوں مجھے میرے رب کی طرف سے سلام پہنچایا ہے اور کہا ہے: بے شک اللہ عز وجل نے اہل عرفات کی اور اہل مشعر کی مغفرت کردی ہے اوران کی طرف سے ان کے زلات کا ذمہ لے لیا ہے)127.

د - ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (... **فَإِذَا وَقَفَ بِعَرَفَةَ؛ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ و جَلَّ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي شُعْثاً غُبْراً، اشْهَدُوا أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ، وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ قَطْرِ السَّمَاءِ، وَرَمْلِ عَالِجٍ 128**)129.

127. اس کی تخریج گزرچکی ہے.

128. (رَمْلِ عَالِجٍ): یہ ریتوں کی کثرت کے ذریعہ مشہور جگہ ہے، ابن الحائک نے کہا ہے: رملِ عالج دھناء میں جبلِ طیٔ اورارض فزارہ کے درمیان حد فاصل ہے، اور کہا گیا ہے: رملِ عالج کا دائرہ دھناء تک ہے اور دھناء: یمامہ اور بصرہ تک کے علاقہ کو کہتے ہیں، اور وہ پہاڑ ہیں، اوران میں سے ایک پہاڑ ایک میل یا اس سے زیادہ لمبا ہے، اور کہا گیا ہے: قوم عاد یمن آیا کرتی تھی اوران کے مساکن درخت اور رمال (ریت) میں ہوتے تھے، اسی کو رملِ عالج کہا جاتا ہے. اور کہا گیا ہے: رملِ عالج: دراز اور پیچیدہ تودۂ ریت ہے.

دیکھئے: صفۃ جزیرۃ العرب، (ص88)، لابن الحائک الھمدانی (ت 334)؛ معجم ما استعجم، (913/3)؛ تفسیر الثعلبی، (246/4).

129. اس کو ابن حبان نے اپنی (صحیح)، (207)، (ح1887) میں روایت کیا ہے. البانی نے (صحیح الترغیب والترھیب)، (34/2) (ح1155) میں اس کو حسن ٹھہرایا ہے.

(... جب عرفہ میں وقوف کرتا ہے تو اللہ عزوجل نچلے آسمان پر نازل ہوتا ہے، اور کہتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو پراگندہ اور غبار آلود حالت میں، تم لوگ اس بات پر گواہ رہو کہ میں نے ان کے گناہوں کو معاف کردیا ہے، اگر چہ وہ آسمان کے قطروں، اور عالج کے ریتوں جتنے ہوں).

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وقوفِ عرفہ حج کے عظیم ترین مناسک میں سے ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی پر حج کو موقوف قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے: (الحج عرفۃ)130. اس وقوف کی عظمت اس سے عیاں ہوتی ہے کہ اس کے لئے دوسرے کو وکیل بنانا جائز نہیں ہے، حج کے لئے آنے والے کسی بھی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے عرفہ میں وقوف کے لئے کسی کو وکیل بنائے، پھر اس کے مقررہ وقت میں تقدیم وتاخیر جائز نہیں ہے، اس کا مخصوص وقت ہے جو شخص اس کے وقت کو نظر انداز کرتے ہوئے تقدیم یا تاخیر کرے گا اس کا حج فوت ہوجائے گا.

عرفہ میں وقوف کی حکمت:

اللہ تعالی کے مؤحد اور مسلمان بندوں کی عظیم تعداد کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرنے کی متعدد حکمتیں ہیں:

☆ مسلمانوں کو مشہدِ عظیم کی یاد دہانی کرانا ہے جو کہ مشہدِ حشر ہے، جہاں لوگوں کو اللہ تعالی کے سامنے پیش ہونے کے لئے ان کے تمام اشکال والوان اور اجناس کے ساتھ جمع کیا جائے گا.

☆ یہ ہوش ربا مشہد جو ہمیں بعث وحساب کی یاد دہانی کراتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کی طرف سورۂ حج کی ابتدا میں اشارہ فرمایا ہے، وہ اس سورت کا اپنے اس قول سے آغاز کرتا ہے: ﴿**يـأَيُّهَـا النَّـاسُ اتَّـقُـوا رَبَّـكُـمْ إِنَّ زَلْـزَلَةَ السَّـاعَةِ شَـيْءٌ عَـظِيْمٌ. يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَاوَتَرَى النَّاسَ سُكٰرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكٰرَىٰ وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ**﴾[الحج:۱-۲].

﴿ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہوگی، جس دن تم اسے

130. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

دیکھو گے (اُس دن) ہر دودھ پلانے والی (مارے دہشت کے) اس بچے کو بھول جائے گی جسے وہ دودھ پلاتی تھی اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرادے گی، اور (اس دن) آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ جیسے ان پر نشہ طاری ہے، حالانکہ کہ وہ نشہ کی حالت میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب شدید ہوگا﴾.

اور چونکہ مشہدِ قیامت میں سب سے بڑی خواہش یہ ہوگی کہ بندہ کو جہنم سے آزاد کردیا جائے، اور آدمی اللہ سبحانہ وتعالی کی مغفرت پاکر کامران ہوجائے، اور عرفہ کے وقوف کا مشہد مشہدِ قیامت کے مشابہ ہے، اس لئے اللہ تعالی نے جہنم سے آزادی اور مغفرت کو اس وقوف کا بدلہ قرار دیا ہے.

☆اس میں بندہ دنیا اور اس کی زینت سے الگ ہوجاتا ہے، اپنے رب کے سامنے عاجزی وخاکساری کے ساتھ وقوف کرتا ہے، حسب ونسب اور مال وجاہ کے امتیاز کے بغیر، تو گویا وہ زینت کے تمام مظاہر سے عاری اپنے سفید لباس کے ذریعہ اللہ تعالی کے لئے اس تواضع کا اعلان کرتا ہے جس کی تعبیر سے کلمات عاجز اور جس کا حق ادا کرنے سے عبارتیں قاصر ہیں.

تیسرا مبحث

اس میں نیکیوں کا ثواب بڑھتا ہے اور گناہ اور سخت ہو جاتے ہیں

چونکہ بلد الحرام میں بیت اللہ الحرام واقع ہے، اور بیت اللہ تعالی کی طرف منسوب ہے لہذا بلد بھی اللہ تعالی کی طرف منسوب ہوگا، اور بلد الحرام و بیت الحرام بادشاہ کل عز وجل کے دربار کے مقام میں ہے، انہیں میں وہ اپنے وفود کا استقبال کرتا ہے، اور اپنے مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے، اللہ تعالی اکرم الاکرمین ہے لہذا اس نے زیارت کو معظم بنا دیا ہے، ساتھ ہی اس کے ثواب کو اور اس زیارت میں انجام دیئے جانے والے اعمال کو عظیم کر دیا ہے، چنانچہ اس نے اپنے بلد الحرام میں اور اپنے بیتِ مشرف کے پاس نیکیوں کے ثواب کو حد درجہ بڑھا دیا ہے.

اسی طرح اللہ تعالی نے ان دونوں جگہوں میں گناہوں کو عظیم ٹھہرایا ہے، چنانچہ اس نے ان جگہوں میں برائیوں کے ارتکاب کی سخت سے سخت سزا تجویز کیا ہے اگر ان کا مرتکب اللہ تعالی کے حدود کو لانگنے کی جرأت کرتا ہے.

بلد الحرام میں نیکیوں کے دوبالا ہونے اور گناہوں کا انجام سخت ہونے سے اس کی تعظیم وتشریف کا اندازہ ہوتا ہے، نیز اس سے دوسرے اماکن اور بلاد سے اس کا امتیاز بھی اجاگر ہوتا ہے، جس طرح اس کو اللہ تعالی کی طرف نسبت واضافت رکھنے سے امتیازی حیثیت حاصل ہے اسی طرح اس میں طاعت ومعصیت کے فعل پر مترتب ہونے والی سزا وجزاء کی بنا پر بھی وہ امتیازی شان رکھتا ہے.

دونوں صورتوں میں اللہ تعالی نے موافق جزاء متعین فرمایا ہے، جس نے حق وخیر کی موافقت کیا اس کی

نیکیوں کو دوبالا کر دیا، اور جس نے شر وباطل کی موافقت کیا اس کی برائیوں کو شدید بنا دیا اور سزا کو سخت ترین کر دیا.

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بلد الحرام میں نیکیاں اور برائیاں دوبالا کر دی جاتی ہیں 131.

البتہ ان کے درمیان اس مضاعفت (دوبالا کرنے) کی حقیقت کے بارے میں اختلاف ہے، اور ان کے دو اقوال ہیں جن میں راجح یہ ہے کہ بلد الحرام میں اچھائیاں اور برائیاں کیفیت کے اعتبار سے دوبالا ہوتی ہیں کمیت کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ نماز کے علاوہ عمل کی مضاعفت کی تحدید کسی مقدار معین کے ذریعہ کئے جانے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے، اور یہی جمہور کا قول ہے 132.

اور قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں اللہ تعالی کے نزدیک ان کی حرمت کی وجہ سے حسنات کا ثواب اور سیئات کا گناہ حد درجہ بڑھ جاتا ہے، جیسے کہ اشھر حرم میں، عشرۂ ذی الحجہ اور لیلۃ القدر میں، یا بعض اشخاص کے لئے بڑھ جاتا ہے، جیسے کہ نبی ﷺ کی بیویوں کے لئے، اللہ تعالی کے نزدیک ان کے شرف وحرمت کی بنا پر، اور جب یہ ان اوقات واشخاص کے حق میں ثابت ہے جنہیں خاص حرمت حاصل ہے، تو یہ خاص حرمت والے اماکن کے حق میں بھی ثابت ہوگا، جیسے کہ حرمِ مکہ شرفہ اللہ کو.

نووی رحمہ اللہ مکہ کے بارے میں کہتے ہیں (اس میں گناہ کرنا دوسری جگہ گناہ کرنے سے زیادہ قبیح ہے، جس طرح اس میں کی نیکی دوسری جگہ کی نیکی سے کافی زیادہ عظیم ہے) 133.

جہاں تک گناہوں کو دوبالا کئے جانے کی بات ہے، تو اس سلسلے میں اللہ تعالی کا قول ہے: **﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾**[الحج:٢٥]

﴿ترجمہ: **اور جو کوئی اس میں اللہ کے حدود کو تجاوز کرتے ہوئے شرک وبدعت کی راہ اختیار کرے گا،**

131. دیکھئے: تفسیر الثعلبی، (17/7)؛ تفسیر البغوی، (283/3)؛ زاد المسیر، (422/5).

132. دیکھئے: مثیر العزم الساکن الی أشرف الأماکن، ابن الجوزی (331/3)؛ المجموع (207/8)؛ أحکام القرآن، (277/3)؛ القِری لقاصدِ أم القری، (ص659)؛ جامع العلوم والحکم، (318/2)؛ مطالب أولی النھی، (386/2).

133. المجموع (207/8).

ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے ﴾.

ابن القیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اور اسی طرح اس میں گناہوں کے مقادیر دوبالا ہوجاتے ہیں، ان کی کمیات نہیں، برائی کا بدلہ برا ہوگا، لیکن بڑی برائی کی سزا اسی کی طرح بہت بری ہوگی، اور چھوٹی کی اسی کے مثل چھوٹی ہوگی، پس اللہ کے حرم میں، اس کے شہر میں اور اس کے دربار میں گناہ کا

انجام دنیا کے دیگر حصوں میں سے کسی حصہ کے گناہ سے زیادہ سخت اور بھیانک ہوگا، چنانچہ وہ شخص جو بادشاہ کی اس کے دربار میں نافرمانی کرتا ہے اس شخص کی طرح نہیں ہے جو اس کے گھر یا دربار سے دور کسی اور جگہ پر اس کی نافرمانی کرتا ہے، اس سے گناہوں کے دوبالا ہونے کے سلسلے میں واقع اختلاف کا تصفیہ ہوجاتا ہے)134.

یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے مکہ میں مجاورت واقامت کو ناپسند کیا ہے کہ کہیں اس میں گناہوں کا ارتکاب نہ ہو، کیونکہ اس میں معصیت کا ارتکاب دوسرے اماکن میں معصیت کے ارتکاب کی طرح نہیں ہے135.

(اور جب اللہ تعالی نے اپنے گھر کے پاس شکار اور درخت کاٹنے جیسے اصلاً مباح امور کو حرام ٹھہرادیا ہے، تو ان امور کا کیا پوچھنا جو ہر زمان ومکان میں حرام ہیں؟ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ گناہ کبائر میں سے ہوں، جیسے کہ زنا، قتل، چوری، پرامن لوگوں کو خوف زدہ کرنا اور اس طرح کے دوسرے کبائر)136.

بلد الحرام میں معصیت کے دوبالا ہونے کے دو اسباب ہیں؛ ایک تو خود مخالفت ہے دوسرے بلد الحرام کی حرمت کو پامال کرنا ہے137.

---

134. زاد المعاد، (207/8).

135. دیکھئے: شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، للفاسی (159/1).

136. بیت اللہ الحرام الکعبۃ، (ص72).

137. دیکھئے: تفسیر القرطبی، (35/12).

خلاصه :

حرم مکی میں حسنات وسیئات کیفیت کے اعتبار سے دوبالا ہوجاتے ہیں، کمیت کے اعتبار سے نہیں؛ اس لئے کہ اللہ کے حرم میں وہ افحش اور اقبح ہوجاتے ہیں، نیز ان کا انجام بھی بھیانک ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ لگتا ہے کہ وہ عدد میں دوبالا ہوگئے ہیں 138، اور اس کی تفصیل اس کتاب کے اندر اس کے اصل مقام پر آرہی ہے.

138. دیکھئے: فضائل مکۃ المکرّمۃ، ص(116).

چوتھا مبحث

اس کی طرف ایمان سمٹ کر آجائے گا

بلدالحرام کے فضائل میں سے یہ ہے کہ ایمان اس کی طرف واپس آجائے گا اور اس میں جمع ہوجائے گا، اسی طرح آخری زمانے میں اہل ایمان بھی اس میں جمع ہوجائیں گے جس طرح سانپ اپنے اس بل میں سماجاتا ہے جس سے وہ پہلے نکلا ہوتا ہے، اس سلسلے میں وارد حدیثیں درج ذیل ہیں:

ا۔ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (**إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا 139 كَمَا بَدَأَ، وهو يَأْرِزُ 140 بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ 141؛ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا 142**)143.

139. (إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا ،وَسَيَعُودُ غَرِيبًا): یعنی: وہ اول امر میں اس اکیلا غریب کی طرح تھا جس کے ساتھ اس کے اہل نہ ہوں، ان دنوں مسلمانوں کی قلت کے باعث، پھر وہ دوبارہ غربت کی طرف لوٹ آئے گا، ویسے ہی جیسے کہ پہلے تھا، یعنی: آخری زمانے میں مسلمان کم ہوجائیں گے، اور غرباء کی طرح ہوجائیں گے. دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر ،(348/3).

140. (يَأْرِزُ): یعنی: جمع اور اکٹھا ہوجائے گا. دیکھئے: تھذیب اللغۃ ،للأزھری(170/13).

141. (بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ) : یعنی: حرم مکہ اور مدینہ کے درمیان، نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (یعنی: مکہ اور مدینہ کی مسجدوں کے درمیان) یعنی اسلام دونوں مسجدوں میں پناہ گزیں ہوجائے گا اور سماجائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہلِ ایمان ان دونوں مسجدوں میں اکٹھے ہوجائیں گے اور ان میں سماجائیں گے، دیکھئے: صحیح مسلم بشرح النووی ،(177/2).

142. (الأَرْزُ): یعنی: سانپ اپنے بل میں دُم کی طرف سے داخل ہوجائے، اور صرف اس کا سر باقی رہ جائے، وہ بعد میں داخل ہو، اسلام جس طرح کہ اور مدینہ سے نکلا تھا اسی طرح اس کی طرف واپس ہوجائے گا، یہ اس کی آخری واپسی ہوگی جس طرح وہ پہلا نکلنے والا تھا، اور سانپ اس صفت کے ساتھ اس وقت بل میں گھستا ہے جب وہ خائف ہوتا ہے، جب وہ مامون ہوتا ہے تو پہلے سر کو داخل کرتا ہے. دیکھئے: تھذیب اللغۃ ،(171/13).

143. مسلم، (131/1)، (ح146).

(اسلام حالتِ غربت میں شروع ہوا تھا، اور اپنے آغاز کی طرح غربت کی حالت میں واپس ہوگا، اور وہ دونوں مسجدوں کے درمیان سما جائے گا، جس طرح سے سانپ اپنے بل میں سما جاتا ہے).

2 - سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

(إِنَّ الإِيمَانَ بَدَأَ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ، فَطُوبَى يَوْمَئِذٍ لِلْغُرَبَاءِ إِذَا فَسَدَ النَّاسُ، وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ، لَيَأْرِزَنَّ الإِيمَانُ بَيْنَ هَذَيْنِ الْمَسْجِدَيْنِ، كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا) 144.

(یعنی: ایمان حالتِ غربت میں شروع ہوا تھا اور وہ اپنی ابتدائی حالت کی طرف واپس آجائے گا، اس دن غرباء کے لئے بہتر ہوگا جب کہ لوگوں میں فساد پیدا ہو چکا ہوگا، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو القاسم ﷺ کی جان ہے ایمان ان دونوں مسجدوں کے درمیان سما جائے گا، جس طرح سانپ اپنے بل میں سما جاتا ہے)

وجہ دلالت: یہ مکہ اور مدینہ کے فضائل میں سے ہے کہ اہلِ ایمان ان میں جمع ہو جائیں گے اور سما جائیں گے، جس طرح سے کہ سانپ اپنے اس بل میں سما جاتا ہے جس سے وہ پہلے نکلا ہوتا ہے.

ان دونوں حدیثوں میں مکہ اور مدینہ کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کا کہ ان کی طرف مؤمن ہی آئے گا، ان کی طرف اس کو اس کا ایمان، دین الٰہی اور نبی کریم ﷺ کی شریعت سے محبت کھینچ لائے گی، اور ایمان ان کی طرف اسی طرح واپس آجائے گا جس طرح وہ پہلے ان سے نکلا تھا، اور وہیں سے پھیلے گا جس طرح سانپ اپنے بل سے نکل کر پھیل جاتا ہے، پھر جب اسے کوئی چیز ڈراتی ہے تو وہ واپس اپنے بل میں آجاتا ہے، اسی طرح جب ایمان میں بگاڑ شروع ہوگا تو مکہ اور مدینہ کی طرف صحیح الایمان مؤمن ہی رُخ کرے گا 145.

144. مسند احمد، (184/1)، (ح1604). احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، (ح1604)؛ اور محققین مسند نے، (157/3)، (ح1604) کہا ہے: اسکی سند جید ہے

145. دیکھئے: شرح صحیح البخاری، ابن بطال (548/4).

ان دونوں حدیثوں میں نبوت کی نشانیاں پائی جارہی ہیں؛ اس طرح سے کہ نبی ﷺ نے ان دونوں شہروں میں تا قیامت ایمان کے قائم ودائم رہنے کی خبر دیا ہے، یہ دونوں احادیث ان شہروالوں اور دوسرے اماکن سے ان کی پناہ میں آنے والے مؤمنین کے لئے وعدۂ امن اور پیمان اطمئنان کی طرح ہیں، کہ قیامت تک انہیں ان کے دین وایمان کو لے کر کوئی ایذ انہیں پہنچائی جائے گی، خاص کر بڑے فتنوں کے دور میں جن کا ظہور قیامت کے قریب ہونے والا ہے، اور جن سے اللہ کے سوا اور کوئی بچانے والا نہیں ہے، جیسے کہ دجال کے فتنوں سے.

خلاصہ :

آخری زمانے میں، جب فتنے ظاہر ہوں گے، اور بلاد اسلام پر کفار وظالمین کا دبدبہ ہوگا تو اس وقت دین مکہ اور مدینہ کی طرف واپس آجائے گا جس طرح وہ وہاں سے شروع ہوا تھا، پس اسلام جس طرح ابتدائے امر میں اجنبیت کے ساتھ شروع ہوا تھا اور لوگ اسے ناپسند کرتے تھے اسی طرح وہ اجنبی بن کر واپس آئے گا، ابتدائے امر میں اہلِ اسلام کی بھی یہی حالت تھی، وہ لوگوں کے درمیان اجنبی تھے، لوگ انہیں ناپسند کرتے اور ان کی مخالطت سے دور رہتے، آخری زمانے میں بھی ایسا ہی ہوگا، پس اول وآخر کے ان غرباء کے لئے بشارت ہے 146.

تمام زمانوں میں اہل اسلام حرمین میں مجتمع ہوتے رہیں گے جس طرح سانپ اپنے بل میں سما جاتا ہے، اس لئے کہ وہ دونوں اسلام کا مرکز ومستقر ہیں، وہیں سے اس کا آغاز ہوا، انہیں دونوں کے درمیان سمٹ آئے گا، انہیں میں اس کی تجدید ہوگی، انہیں دونوں تک محصور ہوگا اور انہیں میں قیامت تک باقی رہے گا، لہذا شیطان کو ان میں خصوصاً اور پورے جزیرۂ عرب میں عموماً اس کی پرستش کئے جانے سے

146. دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، (55/2).

مایوسی ہوگی.

مکہ ومدینہ کو یہ خصوصیت اس لئے حاصل ہے کہ وہ مہبطِ وحی ،مہدِ اسلام اور منبعِ رسالت ہیں ،مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی اس جماعت کو دیکھا ہے جو ان پر ایمان لائی ،ان کی تصدیق کی ، ان کی متابعت کرتی رہی اور عقیدہ کی راہ میں تعذیب وتشرید اور قتل کا سامنا ہی نہیں کیا بلکہ اپنے عقیدہ پر پہاڑ کی طرح جمے رہے ، اور مدینہ نے اس دین کی تائید وحمایت ہوتے اور پوری دنیا میں اس کی نشر واشاعت ہوتے ہوئے دیکھا ہے، چنانچہ ارادۂ الٰہیہ اور حکمتِ ربانیہ کا تقاضہ ہوا کہ یہی دونوں شہر (مکہ اور مدینہ) ایمان پر باقی رہیں ، یہاں تک کہ اللہ تعالی دنیا اور دنیا والوں کو سمیٹ لے.

پانچواں مبحث

فرشتے اس کو گھیرے ہوں گے اور دجال سے اس کی حفاظت کی جائے گی

یہ بلد الحرام کی فضیلت اور اس کے ساتھ اللہ تعالی کی خاص عنایت ہے کہ اس نے فرشتوں کو فتن و مصائب سے اس کی حفاظت ونگرانی کے لئے مامور کیا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ زمین میں اللہ تعالی کا حرم ہے، اسی میں اس کا گھر (بیت اللہ) ہے، نیز یہ حرم اور اس کا وہ گھر اس کے ضرورت مند ہیں کہ اس وقت ان کی حفاظت وحمایت کی جائے جب اس کے ذمہ دار مؤمنین ان کی حفاظت سے عاجز ہوں، اور وہ بلا شک دجال جیسے فتنوں سے اور طاعون جیسے مصائب سے اس کی حاظت کرنے سے عاجز ہوں گے، اس وقت ملائکۂ کرام علیہم السلام ہی اس کی حفاظت کے اس عظیم شرف کے حق دار ہوں گے.

پس یہ اس کی فضیلت ہے کہ مسیح الدجال کے داخلہ سے وہ محفوظ ہوگا، جو کہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، وہ پورے عالم کو روندے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے، یہ دونوں شہر اس کے داخلہ سے مامون ومحفوظ رہیں گے، اور ساتھ ہی ان دونوں متبرک شہروں میں رہنے والے مومنین بھی اس کے فتنوں سے محفوظ رہیں گے، اس سلسلے کی احادیث میں سے بعض یہ ہیں:

1 - انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (**لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا**

147. (**مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ**): یہ مدینہ میں داخل ہونے کے راستے ہیں، اور کہا گیا ہے: دروازے ہیں. اصل میں نقب کا معنی ہے: دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ. اخفش کا قول ہے: **انقاب المدينه**: یعنی اس کے راستے، واحد نقب ہے، اسی معنی میں اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ**﴾ [ق:36] یعنی: انہوں نے ان میں طرق ومسالک بنا لئے تھے، دیکھئے: شرح صحیح البخاری، لابن بطال (550/4)؛ النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (102/5)؛ فتح الباری، (96/4)

سَيَـطَـؤُهُ الـدَّجَّـالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ ،ليس له مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ 147 إِلَّا عَـلَـيْهِ المَلَائِكَةُ صَافِّين يَحْرُسُونَهَا ،ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللَّهُ كُلَّ كَافِرٍ و مُنَافِقٍ)148.

(کوئی ایسا شہر نہ ہوگا جس کو دجال نہ روندے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے، اس کے جتنے بھی دروازے ہوں گے ان پر فرشتے صف بستہ ہوکر نگرانی کر رہے ہوں گے، پھر مدینہ کو اس کے باشندوں سمیت تین بار جھنجھوڑا جائے گا جن کے بعد اللہ تعالی ہر کافر اور منافق کو نکال دے گا).

2-ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں ابن صائد 149 کے ساتھ مکہ کے سفر میں تھا، اس نے مجھ سے کہا: مجھے لوگوں سے بہت تکلیف پہنچی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ میں ہی دجال ہوں، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ: (دجال کو اولاد نہیں ہوگی) میں نے کہا: سنا ہے، اس نے کہا: میرے پاس اولاد ہے، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ: (دجال مدینہ میں نہیں داخل ہوسکے گا اور نہ مکہ میں) وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کیوں نہیں، اس نے کہا: میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اس وقت مکہ کی طرف محوسفر ہوں، راوی کہتے ہیں: پھر اس نے مجھ سے اخیر میں کہا: اللہ کی قسم! میں اس کی جائے پیدائش کو اور اس کی جگہ کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہ وہ کہاں ہے، ابوسعید کہتے ہیں: یہ کہہ کر اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا150.

---

148. البخاري،(665/2)،(ح1782)؛ومسلم،(2265/4،(ح2943).

149. (ابـنَ صَـائِدٍ): یہ عبداللہ بن صائد ہے، اسے صیّاد کہا جاتا ہے، نبی ﷺ کے زمانے میں مختون وکانا پیدا ہوا تھا، بعض صحابہ نے سمجھا کہ وہی دجال ہے، نبی ﷺ نے اس کے معاملہ میں توقف فرمایا یہاں تک کہ آپ کو بعد میں پتہ چلا کہ وہ دجال نہیں ہے، لیکن وہ کاہنوں کے جنس سے تھا، اس کی اولاد میں سے عمارہ بن عبداللہ بن صیّاد تھے جو اچھے مسلمان تھے اور سعید بن مسیّب کے اصحاب میں سے تھے.

دیکھئے: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، (192/5)؛ مجموع الفتاوی، لابن تیمیۃ (283/11).

150. صحیح مسلم،(2241/4)،(ح2927).

3 - تمیم الداری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس میں مسیح الدجال کا یہ قول آیا ہے: (**وَإِنِّـي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لي في الخُرُوجِ ،فَأَخْرُجَ فَأَسِيرَ في الْأَرضِ فَلا أَدَعَ قَرْيَةً اِلّا هَبَطْتُهَا في أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ، غَيْرَ مَكَّةَ و طَيْبَةَ 151 ، فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ ، كِلْتَاهُمَا ،كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً، أو واحِداً مِنْهُمَا ، اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بيده السَّيْفُ صَلْتاً 152 ، يَصُدُّنِي عَنْهَا، وَ اِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا**)153.

(مجھے عنقریب نکلنے کی اجازت دی جائے گی، پس میں نکلوں گا اور زمین کا چکر لگاؤں گا، اور چالیس دنوں کے اندر ہر ہر بستی میں جاؤں گا، سوائے مکہ اور طیبہ (مدینہ) کے، وہ مجھ پر حرام ہوں گے، دونوں کے دونوں، جب بھی میں ان میں سے کسی کے اندر داخل ہونے کی کوشش کروں گا، تو میرے سامنے تلوار سونتے ہوئے فرشتہ آجائے گا جو مجھے اس میں داخل ہونے سے روک دیگا، اور اس کے ہر دروازہ پر فرشتے ہوں گے جو اس کی حفاظت کر رہے ہوں گے).

4 - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**الْمَدِينَةُ وَ مَكَّةُ مَحْفُوفَتَانِ بِالْمَلَائِكَةِ، على كل نَقْبٍ منها مَلَكٌ ،لَا يَدْخُلُهَا الدَّجَّال، وَلَا الطَّاعُونُ**)154.

(مدینہ اور مکہ فرشتوں سے گھرے ہوئے ہوں گے، ان کے ہر دروازہ پر فرشتہ ہوگا، ان میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہو سکے گا).

---

151. (طَيْبَةَ): یعنی مدینہ، اور اسے طابہ بھی کہتے ہیں.

152. (صَلْتًا): صاد کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ، یعنی: تلوار سونتے ہوئے، دیکھئے: صحیح مسلم بشرح النووی (45/15).

153. صحیح مسلم، (2264/4)، (ح2942).

154. مسند احمد، (483/2)، (ح10270). اور ابن حجر نے (فتح الباری)، (191/10) میں کہا ہے: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، اور محققین مسند، (184/16)، (ح10265) نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے.

وجہ دلالت: مجموعی اعتبار سے یہ حدیثیں مکہ ومدینہ کی فضیلت پر دلالت کررہی ہے کیونکہ ان میں دجال داخل نہیں ہوسکے گا، اللہ تعالی کی طرف سے ان دونوں شہروں اوران میں رہنے والوں کی عزت افزائی ونگہبانی کی وجہ سے.

نیز احادیث کے اندر نبی ﷺ کے لئے معجزہ ظاہرہ ہے، اس لئے کہ آپ نے ایسی چیز کی خبر دیا ہے جو قطعاً واقع ہوگا، اس کے علاوہ ان میں مکہ ومدینہ اوران میں مستوطن خالص مؤمن بندوں کی فضیلت بھی پائی جارہی ہے، 155.

ان احادیث کے اندر مؤمن بندوں کوان دونوں متبرک شہروں میں اقامت پذیر ہونے کی ترغیب بھی پائی جارہی ہے،، خاص کر فتنوں کے زمانے میں، اس لئے کہ وہ دونوں فرشتوں کی حراست کی وجہ سے فتنوں سے محفوظ ہوں گے، اورسب سے بڑا فتنہ دجال کا ہوگا جس سے ہر نماز کے اندر اللہ تعالی کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے.

155. عمدۃ القاری، (244/10).

چھٹا مبحث

اسلام کے بعداس پر فوج کشی نہیں کی جائے گی

یہ بلدالحرام کے فضائل اوراللہ تعالی کے نزدیک اس کی غیر معمولی اہمیت کی دلیل ہے کہ اس پر قیامت تک دوبارہ چڑھائی نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ فتح مکہ کے بعد وہ اسلامی ملک بن چکا ہے، لہذا دوبارہ اسے فتح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ قیامت تک ان شاءاللہ اسلامی ملک کی حیثیت سے باقی رہے گا، بلکہ بلدِ حرام کی حیثیت سے قیامت تک باقی رہے گا.

- حارث بن مالک بن البرصاء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے روز یہ فرماتے ہوئے سنا: (**لَا تُغْزَى هَذِهِ بَعْدَ الْيَوْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ**)156.

(یعنی: آج کے بعد قیامت تک اس پر فوج کشی نہیں کی جائے گی).

مطیع بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس وقت یہ سنا جب آپ نے مکہ میں اس جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا (**لَا تُغْزَى مَكَّةُ بَعْدَ هَذَاالْعَامِ 157أَبَداً**)158.

(یعنی: اس سال کے بعد مکہ پر کبھی چڑھائی نہیں کیا جائے گا).

---

156. اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، (159/4)، (ح1611) اور کہا ہے: (حسن صحیح). البانی نے اس کو (صحیح سنن الترمذی)، (215/2)، (ح1611) میں صحیح قرار دیا ہے.

157. (**بَعْدَ هَذَا الْعَامِ**): یعنی: فتح مکہ کے بعد، دیکھئے: الزواجر، لابن حجر الھیتمی (398/1).

158. مسند احمد، (412/3، (ح15445). اور محققین مسند (134/24)، (ح15409) نے اس کو حسن قرار دیا ہے.

بیہقی رحمہ اللہ کا قول ہے: (نبی ﷺ کا مقصد۔ واللہ اعلم۔ یہ ہے کہ اس کے بعد وہاں کے لوگوں کے کفر پر ہوتے ہوئے چڑھائی نہیں کیا جائے گا، اور ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے بیان فرمایا)159.

مطلب یہ ہے کہ مکہ (دوبارہ دارالکفر نہیں ہوگا کہ اس پر چڑھائی کی جائے گی، اور یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ کفار کبھی بھی اس پر حملہ نہیں کرسکیں گے، ورنہ مسلمانوں نے تو اس پر کئی بار حملہ کیا ہے)160.(واقعۂ حرّہ کے بعد یزید بن معاویہ کے دور میں اس پر حملہ ہوا ہے، عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حجاج کی قیادت میں اور اس کے بعد بھی حملہ ہوا ہے، لیکن جن مسلمانوں نے اس پر چڑھائی کیا انہوں نے نہ تو بلد الحرام کو اور نہ کعبہ کو نشانہ بنایا، بلکہ ان کے نشانہ پر ابن الزبیر تھے نیز کعبہ کی تعظیم کا معاملہ تھا،

اگر چہ اس دوران اس میں منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے داغے گئے اور اور آگ زنی کا واقعہ پیش آیا)161.

(اور اگر لام کو مجزوم مانیں تو حدیث اہل مکہ کے قتل کی ممانعت پر دلالت کرے گی، حد اور قصاص کے علاوہ قتل پر) 162.

خلاصہ:

مکہ مکرمہ قیامت تک دوبارہ بلدِ کفر نہیں ہو پائے گا، اس کی تائید گذشتہ باتوں سے بھی ہوتی ہے کہ ایمان بلد الحرام کی طرف سمٹ آئے گا، وہ اس کی طرف واپس آجائے گا اور اس میں جمع ہو جائے گا، یہی حال آخری زمانے میں اہلِ ایمان کا ہوگا، بالکل اس طرح جس طرح سانپ اپنے اس بل میں سما جاتا ہے جس سے وہ پہلے نکلا تھا، گویا مکہ مکرمہ باذن اللہ تعالی ہمیشہ دار اسلام اور قیامت تک مقر ایمان بن کر رہے گا.

159. دلائل النبوۃ،(75/5).

160. النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر،(366/3).

161. تحفۃ الأحوذی،(195/3).

162. النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر،(13/4).

مسلمانوں کے لئے بشارت:

مذکورہ بالا احادیث میں مسلمانوں کے لئے عظیم بشارت بھی ہے، اور وہ یہ کہ مکہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان اختلاف وتنافس کا محل ومقام نہیں ہوگا جس طرح سے کہ قدس کو لے کر مسلمان غیر مسلم صلیبیوں اور یہودیوں سے برسر پیکار ہیں جہاں ایک لمبے عرصے تک مسلمان صلیبیوں پر غالب رہے ہیں، اور ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ انہیں ان یہودیوں پر بھی غلبہ حاصل ہو جو لمبی مدت سے اس پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں.

اور اس بشارت کی صداقت وواقعیت کی شہادت واقع اور تاریخ دونوں پیش کرتے ہیں، کیونکہ استعمار کے زمانہ میں جب کہ مشرق ومغرب کی (تقریباً) ساری اسلامی دنیا اس کے قبضہ میں تھی، مکہ مکرمہ اس استبدادی طوفان سے محفوظ رہا، استعماری قوتوں میں سے کسی بھی قوت کو اس پر حملہ کرنے یا اس کے قریب بھی جانے کی ہمت نہیں ہوئی، جب کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کے دل میں اس کا کیا مقام ہے، والحمد للہ رب العالمین.

ساتواں مبحث

اس پر چڑھائی کرنے والی فوج زمین میں دھنسا دی جائے گی

بلد الحرام کے فضائل اور اللہ تعالی کے نزدیک اس کی عظیم منزلت کی ایک دلیل یہ ہے کہ آخری زمانے میں ایک لشکر جو غلط طور پر امت محمدیہ کی طرف منسوب ہوگا کعبہ پر حملہ آور ہوگا، جب وہ جنگ کا آغاز کرے گا تو اللہ تعالی اس کی تاک میں ہوگا، وہ اس لشکر کو زمین میں دھنسا دے گا، ذوالحلیفہ میں واقع بیداء کی سرزمین میں، جب وہ مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف متوجہ ہوگا:

1- عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (**يَغْزُوا جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ**). قَالَتْ: قُلْتُ: يا رسولَ اللَّهِ! كَيفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ، وَ فِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ 163، وَ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ 164؟ قَالَ: (**يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ**)165.

163. (أَسْوَاقُهُم): جمع ہے سوق کی، اور مراد ہے: اہل اسواق، یا خرید فروخت کرنے والے، اور مکمل عبارت یہ ہوگی: وہ اہل اسواق جو خرید وفروخت کرتے ہیں جیسا کہ شہروں میں ہوتا ہے. یعنی ان میں سے قتال کرنے والوں کو دھنسا دیا جائے گا اور ان کو بھی جو قتال کرنے والے نہیں ہیں، جیسے کہ خرید وفروخت کرنے والوں کو. دیکھئے: فتح الباری، (340/4)؛ عمدۃ القاری (236/11).

164. (مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ): جو ان کے ساتھ سفر کرنے والے نہیں ہوں گے، ان کی موافقت نہ کرنے والے مقصود نہیں ہیں. دیکھئے: فتح الباری، (340/4)

165. البخاری (746/2)، (ح 2012).

(ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا، وہ بیداء کی سرزمین میں ہوں گے تو ان کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا) وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں کر ان کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں ان کے اسواق (کاروباری لوگ) ہوں گے، اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: (ان کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا، پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے).

2 - عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**العَجَبُ إِنَّ نَاساً مِنْ أُمَّتِي يَؤُمُّونَ بِالْبَيْتِ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، قد لَجَأَ بِالْبَيْتِ، حتى اذا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ 166 خُسِفَ بِهِمْ**)، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ الطَّرِيقَ قد يَجْمَعُ النَّاسَ، قال: (**نَعَمْ، فِيهِمْ الْمُسْتَبْصِرُ 167، وَالْمَجْبُورُ 168، وابن السَّبِيلِ 169، يَهْلِكُونَ مَهْلَكاً وَاحِداً 170، وَيَصْدُرُونَ مَصَادِرَ شَتَّى 171، يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ**) 172.

(تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کی وجہ سے، جو کہ حرم میں پناہ لئے ہوگا، کعبہ کا قصد کریں گے، یہاں تک کہ جب وہ مقام بیداء میں ہوں گے تو انہیں دھنسا دیا جائے گا) ہم لوگوں

166' (البَيْــدَاء): اس کا معنی دراصل بیابان گھاٹی ہے، اور حدیث میں اس سے مراد: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک معروف جگہ ہے

دیکھئے: فتح الباری، (340/4)؛ عمدۃ القاری (236/11).

167. (المُسْتَبْصِرُ): جو اس کی حقیقت سے واقف ہو اور عمداً اس میں شریک ہو.

168. (المَجْبُورُ): جس کو زبردستی شامل کرلیا گیا ہو.

169. (ابن السَّبِيل): راہ چلنے والا جو ان کے ساتھ ہو گیا ہو، مگر وہ ان میں سے نہ ہو.

170. (يَهْلِكُونَ مَهْلَكاً وَاحِداً): یعنی: دنیا میں ان سبھوں پر یکساں ہلاکت آئے گی.

171. (يَصْدُرُونَ مَصَادِرَ شَتّى): یعنی: اپنی نیتوں کے حساب سے الگ الگ اٹھائے جائیں گے، اور اسی حساب سے بدلہ دیئے جائیں گے. دیکھئے: صحیح مسلم بشرح النووی، (7/18).

172. مسلم، (2210/4)، (ح2884).

نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! راستہ تو بہت سارے لوگوں کو جمع کر لیتا ہے، آپ نے فرمایا: (ہاں، ان میں جان بوجھ کر شریک ہونے والے ہوں گے، اور مجبور بھی ہوں گے، اور مسافر ہوں گے، مگر سب ایک ساتھ ہلاک ہوں گے، البتہ الگ الگ طریقہ سے اٹھائے جائیں گے، اللہ انہیں ان کی نیتوں کے حساب سے اٹھائے گا).

پس اللہ تعالی اس لشکر کو ہلاک کردے گا جو بیت الحرام اور بلد الحرام کی حرمت کو پامال کرنے کی کوشش کرے گا، اور مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ وہ لشکر جسے کعبہ کو منہدم کرپانے سے پہلے ہی زمین میں دھنسا دیا جائے گا، وہ محمد ﷺ کی امت میں سے ہوگا، اور وہ اس لشکر کے علاوہ ہے جو آخری زمانے میں کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے حبشہ کے کفار کے لشکر کی صورت میں آئے گا 173.

ابن حجر کہتے ہیں (اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کعبہ پر چڑھائی ہونے والی ہے، ایک بار اللہ تعالی انہیں کعبہ تک پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کردے گا، اور دوسری بار انہیں اس کا موقع دے گا، اور لگتا یہ ہے کہ کعبہ کو منہدم کرنے والا جو حملہ ہوگا وہ دھنسائے جانے والے حملہ آوروں کے بعد ہوگا) 174

اور آخری زمانے میں کفار کو کعبہ پر حملہ کرنے کا موقع اللہ تعالی کی طرف سے دیا جائے گا، اور یہ دنیا کی انتہا اور قیامت کے آنے کے ساتھ مرتبط ہے، اس میں مکہ اور کعبہ کی حرمت کی مخالفت نہیں پائی جارہی ہے اس لئے کہ اس وقت تک قیامت آچکی ہوگی.

---

173. عمدۃ القاری، (238/9)

174. فتح الباری، (461/3).

آٹھواں مبحث

وہ لوگوں کو عذابِ عام سے امان دینے والا ھے

یہ بلد الحرام کے فضائل میں سے ہے کہ اللہ تعالی نے اسے لوگوں کے لئے عذابِ عام سے امان بنایا ہے، جو شخص اس میں موجود ہو اس کو عذابِ عام نہیں پہنچ سکتا، اگر چہ وہ امتِ محمدیہ میں سے نہ ہو، جیسا کہ نبی ﷺ نے صالح کی قوم کے بارے میں خبر دیا ہے کہ جب ان کو صیحۃ (چیخ) نے آ پکڑا تو ان میں سے ایک شخص عذاب کے دوران حرم میں تھا، پس اس کو وہ عذاب لاحق نہیں ہوا جو اس کی قوم کو لاحق ہوا مگر اس کے حرم سے نکلنے کے بعد، اس سلسلے میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حجر 175 (مدائن صالح) سے گذرے تو یہ فرمایا: (**لا تَسْأَلُوا الآيَاتِ 176، وَقَدْ سَأَلَهَا قَوْمُ صَالِحٍ فَكَانَتْ تَرِدُ 177 مِنْ هَذَا الْفَجِّ 178، وَتَصْدُرُ 179 مِنْ هَذَا الفَجِّ، فَعَتَوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَعَقَرُوهَا، فَكَانَتْ تَشْرَبُ مَاءَ هُمْ**

---

175. (**الحِجر**): یہ صالح کی قوم ثمود کا شہر ہے، اس کو آج مدائن صالح کہتے ہیں، یہ مدینہ اور تبوک کے درمیان واقع ہے، مدینہ سے تقریباً (345) کیلومیٹر دور ہے، اور العلا سے تقریباً (24) کیلومیٹر دور ہے. دیکھئے: معجم البلدان، (221/2)؛ معجم قبائل الحجاز، عاتق بن غیث البلادی (228-229).

176. (**الآياتِ**): یعنی: خارق عادت بڑے امور.

177. (**فَكَانَتْ تَرِدُ**): یعنی: اونٹنی وارد ہوتی تھی، (**تَرِدُ**) ورود سے ہے، یعنی: ان کے پانی کے پاس پینے کے لئے آیا کرتی تھی، قرآن کریم نے اس کی طرف اس آیت کے اندر اشارہ کیا ہے: ﴿**قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ**﴾ [الشعراء:155]

178. (**الفَجّ**): یعنی: دو پہاڑوں کے درمیان کا چوڑا راستہ. دیکھئے: القاموس المحیط، (ص 257)، مادۃ: (ف ج ج).

179. (**تَصْدُر**): یعنی: پینے کے بعد واپس ہو جاتی ہے. دیکھئے: لسان العرب، (448/4)، مادۃ: (صدر).

يَـوْمـاً ،وَيَشْرَبُونَ لَبَنَهَا يَوْماً ، فَعَقَرُوهَا ، فَأَخَذَتْهُم صَيْحَةٌ أَهْمَدَ 180اللّٰهُ مَنْ تَحْتَ أَدِيْمِ السَّـمَاءِ مِنْهُمْ الَّا رَجُلاً وَاحِداً كَانَ فِي حَرَمِ اللّٰهِ) قِيـلَ:مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قال : (هُوَ أَبُورِغَالٍ 181، فَلَمَّا خَرَجَ مِنَ الْحَرَمِ ، أَصَابَهُ ما أَصَابَ قَوْمَهُ)182.

(آیات (نشانیوں) کے بارے میں مت پوچھا کرو، صالح علیہ السلام کی قوم نے ان کے بارے میں سوال کیا تو اونٹنی اس راستے سے پانی پر وارد ہوتی اور اس راستے سے واپس ہوتی، ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے روگردانی کیا اور اس اونٹنی کو ہلاک کردیا، وہ اونٹنی ایک دن ان کا پانی پی جاتی اور وہ ایک دن اس کا دودھ پیتے، مگر انہوں نے اس کو مار ڈالا، پس ان کو ایک چیخ نے آ پکڑا اور آسمان کے نیچے ان کے جتنے لوگ تھے سبھوں کو اللہ تعالی نے ہلاک کردیا، سوائے ایک شخص کے جو اللہ کے حرم میں تھا) آپ سے کہا گیا: وہ کون شخص تھا اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: (وہ ابورغال تھا، جب وہ حرم سے نکلا تو اسے وہ عذاب لاحق ہوگیا جو اس کی قوم کو لاحق ہوا تھا).

وجہ دلالت : اللہ تعالی نے بلد الحرام کو عذابِ عام سے امان بخشا ہے، اسی بنا پر ابورغال کو حرم کے اندر عذاب لاحق نہیں ہوا، جس طرح اس کی قوم کو لاحق ہوا تھا، لیکن جیسے ہی وہ حرم سے نکلا اس کو عذاب نے آ دبوچا جس طرح اس کی قوم کو آ دبوچا تھا.

---

180. (**أَهْمَدَ**): **همود** بمعنی موت ہے ، **همود ارض** :یعنی جس زمین میں نہ کوئی زندگی ہو، نہ لکڑیاں ہوں، نہ نباتات ہوں، اور نہ وہاں کبھی بارش ہوئی ہو، اور **همد شجر الأرض**: یعنی: جو ختم اور ناپید ہوگیا ہو، اسی معنی میں اللہ تعالی کا یہ قول ہے: ﴿**وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً**﴾[**الحج**:] .دیکھئے: تهذیب اللغة، للأزهری(126/6)؛ القاموس المحیط، (ص 419)

181. **أَبُــو رِغَــال** :راء کے کسرہ اور غین کے فتحہ کے ساتھ: قوم ثمود کا ایک شخص ہے جس کا نام ابوثقیف تھا .دیکھئے: القاموس المحیط، (ص 1301)، مادة: (الرَّغل).

182 .مسند احمد، (296/3) ، (ح14193) ؛ والحاکم فی المستدرک، (351/2)، (ح3248) اور انہوں نے کہا ہے: (صحیح الاسناد ہے مگر بخاری ومسلم نے روایت نہیں کیا ہے). اور ابن حجر نے (فتح الباری) میں اس کو حسن قرار دیا ہے.

تیسری فصل

بلد الحرام کے خصائص

اس میں تین مباحث ہیں:

پہلا مبحث: اللہ تعالی نے اس کو بلدِ محرم بنایا ہے.

دوسرا مبحث: اللہ تعالی نے اس کو بلدِ آمن بنایا ہے.

تیسرا مبحث: بلدالحرام میں کفروالحاد بہت سخت گناہ ہے.

پہلا مبحث

الله تعالى نے اس کو بلدِ محرم بنایا ہے

ذاتی طور پر مقامات ایک دوسرے سے افضل و متمیز نہیں ہوتے بلکہ افضلیت اور تمیز اس خصوصیت یا امتیاز کی بنا پر حاصل ہوتے ہیں جو ایک مقام کے اندر پایا جاتا ہے دوسرے کے اندر نہیں، یہی امتیاز اس مقام کو دوسرے مقام سے افضل وممیّز قرار دیتا ہے، جیسے کہ وہ کسی مقدس شي پر مشتمل ہو یا کسی ایسی خصوصیت کو اپنے اندر سموئے ہوا ہو جو اسے دوسرے مقامات سے ممتاز بناتی ہو.

مکہ مکرمہ دنیا کے سارے خطّوں سے افضل ہے، اس لئے کہ اسے اللہ تعالی کی کمال عنایت حاصل ہے، اس نے اس میں اپنے بیتِ محرم کو قائم کیا، اسے دنیا کا قبلہ بنایا، اس نے عظیم ترین عبادت، یعنی حج کو اس کے ساتھ خاص کیا، جو کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، اسے اللہ تعالی نے محترم قرار دیا اور شہرِ امن بنایا، اسی طرح وہ خیر بشر محمد ﷺ کی جائے پیدائش ہوا، اور آخری آسمانی رسالت کے لئے مقامِ وحی قرار پایا، انہیں خصائص کی بنا پر اللہ تعالی کی زمین میں اس بقعۂ مشرفہ کو امتیازی شان ومقام حاصل ہے.

بلد الحرام کی نمائندہ خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے مقامِ محترم بنایا ہے، اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کے اس قول کو بیان فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ﴾ [النمل:۹۱]

﴿ترجمہ: مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرام بنادیا ہے، اور ہر چیز کا مالک وہی ہے﴾.

اور بلدۃ محرّمہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے، (دوسرے بلاد کے علاوہ اس کو اس سے اس لئے خاص کیا گیا

ہے کیونکہ اس میں بیت اللہ الحرام ہے، اور اس لئے کہ وہ اس کے رسول کا سب سے محبوب شہر ہے)183.
اور اللہ تعالی نے تحریم کی نسبت اپنی طرف مکہ کے شرف واختصاص کو بیان کرنے کے لئے کیا ہے.

(اور اس تحریم کے بارے میں اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی کیا تھا، جب اس نے انہیں اپنی وحدانیت کے لئے ایک گھر بنانے کا حکم دیا تھا، نیز اللہ نے ابراہیم کی دعا کو قبول کرتے ہوئے بھی اسے محترم بنایا تھا، جب انہوں نے کہا: ﴿**رَبِّ اجْعَلْ هَـذَا بَلَداً ءَامِناً**﴾ [البقرة:١٢٦]184. ﴿ترجمہ: اے میرے رب، تو اس شہر کو پُر امن بنادے﴾

اور اللہ تعالی کے قول: ﴿**حَرَّمَهَا**﴾ میں اس نے قریش کے اوپر اپنے اس احسان کا ذکر کیا ہے کہ اس نے ان کے شہر کو ان حملوں اور فتنوں سے مامون بنادیا ہے جو بلادِ عرب میں عام تھے، اور ان لوگوں کو ہلاک کردیا جنہوں نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی 185.

اور اللہ تعالی کے قول: ﴿**الَّذِي حَرَّمَهَا**﴾ یعنی: جس کی حرمت کو اللہ نے عظیم بنادیا ہے 186، (یعنی: اللہ نے اس کو حرمِ مامون بنایا ہے جس میں خون نہیں بہایا جائے گا، اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا، اس کے جانور کا شکار نہیں کیا جائے گا، اس کے درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا اور اس میں محرم ہی داخل ہوگا)187.

اس آیت میں دو قراء تیں ھیں :

1 - جمہور کی قراءت ہے: ﴿**الَّذِي حَرَّمَهَا**﴾ رب کی صفت مان کر.

3 - **ابن مسعود اور ابن عباس کی قراءت ہے:** ﴿**الَّتِي حَرَّمَهَا**﴾ **بلدہ کی صفت مان کر** 188 .

---

183. تفسیر الشوکانی، (156/4).
184. التحریر والتنویر، (156/20).
185. دیکھئے: تفسیر البحر المحیط، (246/7).
186. دیکھئے: تفسیر القرطبی، (246/13).
187. تفسیر الخازن، (191/5).
188. دیکھئے: تفسیر البحر المحیط، (246/7).

تحریم مکہ کا معنی:

(اور ﴿ حَرَّمَهَا﴾ کا معنی ہے: اسے حرام بنا دیا ہے، اور حرام ممنوع کا ہم معنی ہے... پس تحریمِ بلدہ سے مراد: اس کی حرمت کہ اس میں ایسا کوئی داخل ہو جو اس شہر کی مصلحت اور اس میں موجود لوگوں، جانوروں اور درختوں کی مصلحت کے خلاف ہو، پس اس میں اس کے باشندوں سے لڑائی کرنے، ان پر زیادتی کرنے، ظلم کرنے اور خوف میں مبتلا کرنے کی ممانعت، اور اس کے متعین حدود میں شکار کرنے اور درختوں کو کاٹنے کی ممانعت شامل ہے)189.

مکہ کی تحریم تحریمِ کمال ہے:

(تحریمِ عام کبھی حرام کردہ چیز کے لئے کمال تصور کی جاتی ہے، اور کبھی نقص تصور کی جاتی ہے، یہ تحریم کے سبب اور صفت کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ مکان و زمان کی تحریم تفضیل مزیت ہے، اور فواحش، مردار، خون اور شراب کی تحریم نقص وتحقیر ہے، اور نسب و رضاع وصہر کی وجہ سے حرام ٹھہرانا حرمت میں زیادتی ہے، **پس تحریمِ مکان کا مطلب**: اس چیز سے روکنا جو اس میں رہنے والے کے لئے باعث نقصان ہو، **اور تحریمِ زمان**، جیسے کہ حرمت والے مہینوں کی تحریم کا مطلب: اس چیز سے منع کرنا جس کے اندر اس میں موجود لوگوں کے لئے نقصان پایا جاتا ہو)190.

اس کو تحریم سے متصف کرنے کا سبب:

(اس کو کئی وجوہ کی بنا پر تحریم سے متصف کیا گیا ہے، **پہلی وجہ یہ ہے کہ**: اللہ نے حج کرنے والے پر اس میں کئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے، **دوسری یہ کہ**: اس کی پناہ میں آنے والا مامون ہے، **اور تیسری یہ کہ**: اس کی حرمت کو ایک ظالم ہی تار تار کرے گا، نیز اس کے درختوں کو نہیں کاٹا جا سکتا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جا سکتا ہے، اور اللہ تعالی نے اس کو۔یعنی اپنے اس قول: ﴿**الَّذِي حَرَّمَهَا**﴾ کو۔اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ عرب

189. التحریر والتنویر، (156/20).

190. مرجع سابق، (156/20). معمولی تصرف کے ساتھ.

کے لوگ اس بات کے معترف تھے کہ مکہ محرّم ہے، اور اس سے بھی آگاہ تھے کہ اس کی یہ فضیلت بتوں کی عطا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ اللہ کی دی ہوئی ہے، گویا آپ نے یہ کہا ہے کہ: جب کہ میں جانتا ہوں اور تم لوگ بھی جانتے ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہی ان نعمتوں کا مالک ہے تو مجھ پر واجب ہے کہ میں عبادت کو اس کے لئے خاص کروں)191.

اور اللہ تعالی کے قول: ﴿**وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ**﴾ (یعنی: تمام چیزیں اس کی ربوبیت میں داخل ہیں، اور بلدۃ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ کی ربوبیت میں اس کے داخل ہونے کا خصوصیت کے ساتھ اور عموم کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے)192.

بلد (مکہ) کی حرمت کے سلسلے میں نبی ﷺ کی تاکید:

نبی ﷺ نے اس حرمت کی تاکید بیان کرتے ہوئے فتح مکہ کے دن فرمایا: (**إِنَّ هَـذَاالْبَلَـدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يوم خَلَقَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ**)193.

(اس شہر کو اللہ تعالی نے اسی دن حرام ٹھہرادیا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، پس وہ اللہ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے).

اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (**إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَ دَعَا لِأَهْلِهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عليه السَّلام لِمَكَّةَ**)194.

(ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا اور اس کے لئے دعا کی، اور میں نے مدینہ کو حرام ٹھہرایا جس

191. التفسیر الکبیر، (274/24).

192. تفسیر البحر المحیط، (246/7).

193. البخاری، (1164/3)، (ح3017)؛ ومسلم، (986/2)، (ح1353).

194. البخاری، (749/2)، (ح2022)؛ ومسلم، (991/2)، (ح1360).

طرح ابراہیم نے مکہ کوحرام ٹھہرایا، اور میں نے اس کے لئے اس کے مد اور صاع میں (برکت کی) دعا کی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا فرمائی).

آیت اور حدیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے:

اللہ تعالی کے قول: ﴿**الَّذِی حَرَّمَهَا**﴾ اور نبی ﷺ کے ارشاد: (**إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَ دَعَا لِأَهْلِهَا ،وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ**) کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، (اس لئے کہ اللہ کی طرف اس کی اضافت اس بنا پر ہے کہ وہ اس کے فیصلہ اور اور اس کے علمِ سابق کے مطابق ہوا، اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس کی اضافت اس بنا پر ہے کہ اس کا ظہور ان کی دعا، ان کی رغبت اور اپنی امت میں اس کی تبلیغ کے سبب ہوا)195.

اسی کے مثل عینی رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں: (ابراہیم کی طرف حکم کی نسبت تبلیغِ حکم کی وجہ سے ہے، پس ہوسکتا ہے کہ ابراہیم کی طرف سے اس کی تحریم اللہ تعالی کی طرف سے یہ خبر دیئے جانے کے بعد ہو کہ اس نے اس کو حرام بنادیا ہے، گویا ان کی طرف سے اس کی تحریم دراصل اللہ کی تحریم پر مبنی ہے ان کے اپنے اجتہاد پر نہیں، اللہ نے اس کی تحریم کی ذمہ داری ان کے سپرد کردیا لہذا وہ اللہ کے حکم سے ہوا، اسی وجہ سے بعض دفعہ اس کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے اور بعض دفعہ ابراہیم کی طرف، یا انہوں نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اللہ نے ان کی دعا کی وجہ سے اسے حرام ٹھہرادیا)196.

تعارض کے شبہ کی نفی کرنے والے اسباب:

آیت وحدیث کے درمیان تعارض کے شبہ کی مطلق کوئی بنیاد نہیں ہے،، اور اس کے کئی اسباب ہیں:

1- آیت کا خود اقرار ہے کہ اس کی تحریم اللہ تعالی کی طرف سے ہے.

2- رسول اللہ ﷺ سے صریح حدیث آئی ہے کہ اس کی حرمت اسی دن قائم کردی گئی جس دن اللہ تعالی

195. تفسیر البحر المحیط، (246/7).

196. عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، (145/2).

نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا، یعنی اس سے پہلے کہ وہاں مکہ نام کا شہر ہو، پس وہ اللہ کے ازلی علم میں اپنی تخلیق سے اور ابراہیم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی سے حرام تھا، گویا پہلی حدیث آیت کریمہ کی تشریح و توضیح کے طور پر وارد ہوئی ہے.

3- ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ اللہ تعالی اس جگہ میں ایک شہر آباد کردے، چنانچہ انہوں نے کہا: **﴿رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا بَلَداً ءَامِناً﴾** یعنی: اس بے آب وگیاہ اورخوفناک مکان کوجس میں میں نے اپنی بیوی اور بچے کو رکھا ہے، اس سے قبل اللہ تعالی نے انہیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس مکان کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا، اس لئے کہ اللہ تعالی کے سابق علم میں یہ موجود تھا کہ وہ شہر امن ہوگا، پس ابراہیم کی دعا نوشتۂ الہی کے موافق ثابت ہوئی.

4 - ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اس کی تحریم دراصل لوگوں کو اللہ تعالی کی تحریم سے آگاہ و مطلع کرنا اوران کی طرف سے اس کا بیان ہے، وہ اصلی محرّم نہیں ہیں، بلکہ اصلی محرّم اللہ تعالی ہے، اور وہ اللہ تعالی کی طرف سے اسے پہنچانے والے ہیں.

تحریم کا وقت:

نووی رحمہ اللہ کا قول ہے: (نبی ﷺ کے فرمان: (**إِنَّ إِبْـرَاهِيْـمَ حَرَّمَ مَكَّةَ**) اس شخص کی دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ: مکہ کی تحریم ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی، **مگر** صحیح یہ ہے کہ وہ کام اسی دن ہوگیا تھا جس دن اللہ نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا...

اور ابراہیم کی تحریم میں دو احتمال ہیں، پہلا یہ کہ: انہوں نے اسے اللہ تعالی حکم سے حرام قرار دیا اپنے اجتہاد سے نہیں، اسی بنا پر بعض دفعہ تحریم کی اضافت انہیں کی طرف کی گئی ہے اور بعض دفعہ اللہ تعالی کی طرف. دوسرا یہ کہ: انہوں نے تحریم کے لئے دعا کیا تو اللہ تعالی ان کی دعا کے مطابق اسے حرام بنا دیا، اسی بنا پر تحریم کی اضافت ان کی طرف کی گئی ہے)197.

197. شرح النووی علی صحیح مسلم، (134/9).

نووی رحمہ اللہ ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں : (اس کی تحریم اسی دن سے ثابت تھی جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس کے بعد اس کی تحریم پوشیدہ رہی اور اس کی پوشیدگی ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک باقی رہی، پس انہوں نے اسے ظاہر کیا اور پھیلایا، نہ کہ انہوں نے اپنے طور پر اس کو حرام ٹھہرایا)198.

حُرمتِ مکہ کا تقاضہ:

نبی ﷺ نے مکہ کی حُرمت کے تقاضہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: (**إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ ولم يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فلا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ فيها دَماً، ولا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً ، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فيها فَقُولُوا: إِنَّ اللَّهَ قد أَذِنَ لِرَسُولِه ولم يَأْذَنْ لَكُمْ ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً من نَهَارٍ، ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ**)199.

(مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے لوگوں نے نہیں، پس اس شخص کے لئے حلال نہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ اس میں خون بہائے، اور نہ وہ اس کے کسی درخت کو کاٹے، اگر کوئی اس میں رسول اللہ ﷺ کے قتال (فتح مکہ کے موقع پر واقع قتال) سے رخصت حاصل کرنا چاہے تو اس سے کہو: اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دیا تھا اور تم کو اجازت نہیں دیا ہے، اور مجھے دن کے کچھ ہی اوقات میں اس کی اجازت دی گئی تھی، پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی ہے جیسی کل تھی، اور اس بات کو موجود آدمی غیر موجود تک پہنچادے).

فقہ الحدیث:

(حدیث صراحت کے ساتھ اس پر دلالت کر رہی ہے کہ اللہ نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے، اور اس کا قول حق سے بہت دور ہے جس نے کہا ہے کہ: ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اس کا آغاز کیا، بلکہ صواب

198. مصدر سابق، (124/9).

199. البخاری، (51/1)، (ح104).

یہ ہے کہ: وہ اسی دن سے حرام ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا) 200.

ظاہر حدیث اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ تحلیل وتحریم اللہ تعالی کے اختیار کی چیز ہے، اس میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور اس کو اللہ سبحانہ کی طرف سے ہی قول وفعل اور تقریر کی صورت میں جانا جا سکتا ہے، نیز اس کا ظاہر مکہ میں قتال کی حرمت پر دلالت کر رہا ہے، اور جب درختوں اور پودوں پر زیادتی کرنے کو حرام کر دیا گیا ہے تو ان کے علاوہ چیزوں پر زیادتی بدرجۂ اولی حرام ہوگی 201.

مسئلہ:

(جس گھڑی نبی ﷺ کے لئے مکہ کو حلال کیا گیا تو کیا اس وقت ساری چیزوں کو حلال کر دیا گیا تھا؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ: اس گھڑی میں آپ کے لئے صرف خون حلال کیا گیا تھا، شکار کرنا، درختوں کو کاٹنا اور لوگوں کے اوپر اللہ کی طرف سے حرام کردہ دوسری چیزیں حلال نہیں کی گئی تھیں) 202.

---

200. عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، (144/2).

201. دیکھئے: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، (145/2).

202. دیکھئے: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، (145/2).

دوسرا مبحث

اللہ تعالی نے اسے شہرِ امن بنایا ہے

اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلدِ حرام کی تحریم ان عظیم نعمتوں سے جدا نہیں ہے جن سے اللہ نے اس شہر کو نوازا ہے، اوراس نعمت کے عظیم ثمرات بھی ظاہر ہوئے ہیں اور شاید ان میں سے عظیم ترین نعمت امن کی نعمت ہے جس سے دنیا کے عام شہروں کے بجائے یہ شہر بہرہ ور ہے، دنیا کے شہروں میں حکومتی اداروں اور امن قائم کرنے والے ان آلات کی مدد سے امن قائم کیا جاتا ہے جو ناقص ہوتے ہیں، خواہ ان کے اندر جتنی بھی باریکی واہتمام سے کام لیا گیا ہو اور جتنے بھی احتیاطی تدابیر اختیار کئے گئے ہوں، جہاں تک مکہ مکرمہ کی بات ہے تو اس کا امن حکمِ الٰہی وامرِ ربانی کے طور پر رب کائنات کی طرف سے صادر ہوا ہے، اسی بنا پر اللہ تعالی نے اسے شہرِ امن اور غایت درجہ محترم بلد بنایا ہے، جس میں لوگ اپنے دین، اپنے نفوس، اموال اور اعراض کے سلسلے میں بالکل مامون ہوتے ہیں، یہاں تک کہ جو حرم کے باہر کسی جرم کا ارتکاب کرلے پھر وہ حرم میں پناہ لے لے تو وہ مامون ہے، اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ اس سے باہر آجائے، اور ایسا زیادہ سے زیادہ امن کے حصول اوران ذرائع کے سدّ باب کے لئے کیا گیا ہے جنہیں بعض لوگ کسی بھی سبب سے بدامنی کا ذریعہ بنا سکتے تھے، اور یہ امن لوگوں کو ہمیشہ متوفر رہے ہیں، حتی کہ ایام جاہلیت میں بھی، چنانچہ ان میں سے کوئی حرم میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھتا تو وہ اسے حراساں نہیں کرتا تھا، اس سے اس بیتِ عظیم کے ساتھ اللہ سبحانہ کے کمالِ اہتمام، اس گھر کی عظمتِ شان اور رفعتِ ذکر کا اندازہ ہوتا ہے، اس معنی کی تائید کرنے والی آیتوں میں سے یہ آیتیں ہیں:

☆ پہلی آیت: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ أَمْنًا﴾[البقرۃ:۱۲۵]

﴿ترجمہ: اور جب ہم نے بیت اللہ کولوگوں کے لئے بار بار لوٹ کر آنے کی جگہ اور گہوارۂ امن بنایا﴾

یعنی: (اس میں ہر شخص مامون ہے حتی کہ جنگلی جانور اور جمادات واشجار بھی، اسی وجہ سے لوگ جاہلیت میں ۔شرک پر ہونے کے باوجود۔ بھی اس کا شدید احترام کیا کرتے تھے، ان میں سے کوئی اپنے باپ کے قاتل کو حرم میں دیکھتا تو وہ اسے اس کو حراساں نہیں کرتا تھا، جب اسلام آیا تو اس نے اس کی حرمت، تعظیم، تشریف اور تکریم میں مزید چار چاند لگا دیا)203.

ماوردی رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کے قول: ﴿**وَ أَمْنًا**﴾ کہے جانے کے بارے میں دو قول ذکر کیا ہے:

(**پہلا قول**: جاہلیت میں عرب کی جنگوں سے اس کے مامون ہونے کی بنا پر، اس لئے کہ اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**وَءَامَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ**﴾ [قریش:۴] ﴿اور انہیں خوف سے مامون بنایا﴾.

دوسرا قول: اس میں حدود قائم کئے جانے سے مجرموں کے مامون ہونے کی بنا پر، یہاں تک کہ اس سے نکل جائیں)204.

☆**دوسری آیت**: اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**وَمَن دَخَلَهُ كَانَ ءَامِنًا**﴾ [آل عمران:۹۷] ﴿ترجمہ: اور جو اس میں داخل ہو جاتا ہے امن میں آ جاتا ہے﴾.

یہ حکم اسلام سے پہلے اور بعد میں موجود تھا، یہ گذشتہ زمانے کی کوئی خبر نہیں ہے، بلکہ یہ ہے تو خبر ہے مگر اس سے مراد امر ہے205.

ابن القیم رحمہ اللہ آیت کی دلالت کے بارے میں بیان کرتے ہیں: (اور یہ یا تو: خبر بمعنی امر ہے، اللہ تعالی کی خبر میں خُلف (وعدہ خلافی کے) محال ہونے کی وجہ سے، یا تو: اس کے شرع و دین کی خبر ہے جس کو اس نے اپنے حرم میں مشروع کیا ہے، یا تو: اس امر معہود کی خبر ہے جو اس کے حرم کے اندر جاہلیت اور

203. تفسیر السعدی، (65/1).

204. تفسیر الماوردی، (185/1).

205. دیکھئے: أحکام القرآن، لابن العربی (285/1)؛ تفسیر القرطبی، (140/4).

اسلام میں مستمر رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿ **أَوَلَمْ يَرَوا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَماً آمِناً ويُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ** ﴾[العنکبوت: ٦٧].

﴿ترجمہ: کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے لئے ایک پر امن حرم بنایا ہے، جبکہ لوگ ان کے ارد گرد سے اچک لئے جاتے ہیں﴾.

نیز اس کا ارشاد ہے: ﴿ **وَ قَالُوا إِنْ نَّتَّبِعُ الْهُدَى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا أَوَ لَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَماً ءَ امِناً يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ** ﴾[القصص: ٥٧]206.

﴿ترجمہ: اور مشرکین مکہ کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ دین اسلام کی پیروی کرنے لگیں گے تو ہمیں ہماری سر زمین سے اچک لیا جائے گا، کیا ہم نے انہیں پر امن حرم میں رہنے کی جگہ نہیں دی ہے جہاں ہر طرح کے پھل ہماری طرف سے روزی کے طور پر پہنچائے جاتے ہیں﴾.

حرم کے باہر جرم کرکے حرم میں پناہ لینے والے کے لئے امن:

طبری رحمہ اللہ نے اس بات پر سلف کا اتفاق ذکر کیا ہے کہ: جس نے حرم کے باہر کسی جرم کا ارتکاب کیا پھر اس نے حرم میں پناہ لے لیا، تو اس پر اس کے اندر حد قائم نہیں کیا جائے گا بلکہ حد قائم کرنے کے لئے اس کو اس سے باہر نکالنا ضروری ہوگا.

طبری رحمہ اللہ کا اصل کلام یہ ہے (اگر کوئی یہ کہتا ہے: اس (حرم) میں حد قائم کرنے سے کون سی چیز مانع ہے؟ تو کہا جائے گا: اس بات پر سلف کا اتفاق ہے کہ: جس نے غیر حرم میں جرم کیا ہے پھر وہ حرم میں پناہ لے لیتا ہے تو اس میں اس کے جرم کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا)207.

اور سعدی رحمہ اللہ نے اس معنی کی تاکید میں کتنی اچھی بات کہی ہے: (جو اس میں داخل ہو گیا وہ شرعاً و قدراً مامون ہو گیا، شرعاً اس طور پر کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول ابراہیم کو پھر اپنے رسول محمد ﷺ کو اس کا

206. زاد المعاد، (445/3).

207. دیکھئے: تفسیر الطبری، (14/4)؛ أضواء البیان، (139/5).

احترام کرنے اور اس میں داخل ہونے والے کو امن فراہم کرنے اور اس کو حراساں نہ کرنے کا حکم دیا ہے، یہاں تک کہ اس کی تحریم اس کے شکار والے جانوروں اور اس کے پیڑ پودوں کو بھی شامل ہے، اس آیت سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ جو آدمی حرم کے باہر کوئی جرم کرے پھر وہ اس کی پناہ میں آجائے تو وہ مامون ہوگا، اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی، یہاں تک کہ وہ اس سے باہر آجائے، جہاں تک اس کے قدراً مامون ہونے کی بات ہے تو: اس لئے کہ اللہ تعالی نے اپنے قضا وقدر کے ذریعہ دلوں کے اندر حتی کہ مشرکین اور کفار کے دلوں کے اندر بھی اس کے احترام کو رکھ دیا ہے، حتی کہ ان میں سے کوئی اپنی حمیت، اپنے جاہلی نعرہ اور صبر وتحمل سے بے گانگی کے باوجود اگر اپنے باپ کے قاتل کو حرم میں دیکھتا تو اسے حراساں نہیں کرتا تھا)208.

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ: اللہ تعالی نے جس طرح شرعاً اس کی حرمت کا اور اس میں امن قائم کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح اس نے دلوں کے اندر اس کے احترام وتقدیس کی فطرت ودیعت کر دیا ہے؛ اس طرح شریعت طبیعت کی موافق نظر آتی ہے، اور یہ سب اللہ کی جانب سے ہے.

جو حرم کے اندر قابل حد جرم کا ارتکاب کرے اس پر حرم میں حد جاری ہوگی:

طبری رحمہ اللہ نے اس پر سلف کا اتفاق ذکر کیا ہے کہ: جس نے حرم کے اندر قابلِ حد جرم کا ارتکاب کیا ہے، اس پر اس کے اندر حد جاری کی جائے گی.

ان کے الفاظ یہ ہیں: (مگر جس نے اس (حرم) کے اندر حد والا جرم کیا ہے، تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس میں اس پر حد جاری کی جائے گی، یہ دونوں مسئلے اصل ہیں اور ان کے حکم پر جیسا کہ میں نے بیان کیا سبھوں کا اتفاق ہے)209.

208. تفسیر السعدی، (139/1).

209. دیکھئے: تفسیر الطبری، (14/4).

اس میں مجرم پر حد جاری کیا جانا: الجزاء من جنس العمل کے باب (یعنی: جیسے کو تیسا کے قبیل) سے ہے ،جس طرح اس نے اس کی حرمت کا لحاظ نہیں کیا، اور اس کے اندر رہتے ہوئے قابل حد جرم کا ارتکاب کر لیا، تو گویا اس نے امن کی نعمت کو گنوا دیا، اور اس کا سبب وہ خود ہے، پس بدلہ بالکل موافق ہے.

نیز اس کے اندر جرم کرنے والے پر اس میں حد جاری کئے جانے کی ایک دوسری حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ ہے: حرم کی اور اس کی حرمت کی پامالی نہ ہو، اور وہ ایسا میدان نہ بن جائے جس میں اس لئے جرائم کا ارتکاب کیا جائے کہ اس کے اندر جرم کرنے والے کو سزا نہیں دی جاتی ہے.

آیت کے درمیان اور مجرم کو نکالے جانے کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے:

اللہ تعالی کے قول: ﴿وَ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ ءَ امَنًا﴾ [آل عمران:۹۷] ﴿اور جو اس میں داخل ہو جاتا ہے امن میں آ جاتا ہے﴾، کے درمیان اور اہل علم کے اس قول کے درمیان کہ: مجرم پر حد جاری کرنے کے لئے اس کو حرم سے باہر نکالنا ضروری ہے، کوئی اختلاف نہیں ہے.

یعنی امن اس شخص کے لئے ہے جو بغیر کسی جرم اور گناہ کے اس میں داخل ہو، مگر جو جرم و گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس کو حرم امن فراہم نہیں کرتا210، بلکہ اس پر حد جاری کرنے کے لئے حرم سے باہر نکالنا واجب ہے تا کہ وہ مجرموں اور بھگوڑوں کی پناہ گاہ نہ بن جائے.

آیت کی باطل تاویلات:

بعض لوگوں نے حرم میں پائے جانے والے امن کے مفہوم کی ایسی فاسد و باطل تاویلیں کی ہیں جو مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہیں، ان تاویلات کی طرف علماء نے اشارہ کیا ہے، ان علماء میں سے ایک ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: (جو یہ سمجھتا ہے کہ حرم میں داخل ہو جانے والا آخرت کے عذاب سے مامون ہو جاتا ہے، باوجودیکہ وہ نماز جیسے فرائض کا تارک ہو اور وہ محارم کا ارتکاب کرتا ہو، تو وہ

210. دیکھئے: تفسیر الطبری، (14/4).

مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرتا ہے، اس لئے کہ بیت اللہ میں ایسے کفار ومنافقین اور فاسقین داخل ہوتے رہے ہیں جو تمام مسلمانوں کے اجماع کے مطابق جہنمی ہیں)211.

ابن القیم رحمہ اللہ نے یہ کہتے ہوئے اس کی تائید کی ہے: (اس کے علاوہ جتنے اقوالِ باطلہ ہیں ان کی طرف توجہ نہیں دینا چاہئے، جیسے کہ بعض کا کہنا ہے: جو اس میں داخل ہوگیا وہ جہنم سے مامون ہوگیا، اور بعض کا کہنا ہے: وہ غیر اسلام پر مرنے سے مامون ہوگیا وغیرہ، یہ سب باطل اس لئے ہیں کیونکہ کتنے ایسے لوگ اس میں داخل ہوئے ہیں جو قعرِ جہنم میں ہوں گے)212.

☆ تیسری آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾[البقرة:١٢٦].

﴿ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب، تو اس شہر کو پر امن بنادے، اور یہاں کے رہنے والوں کو مختلف قسم کے میوے عطا فرما﴾.

اور اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا﴾[ابراھیم:٣٥]

﴿ترجمہ: اور جب ابراہیم نے کہا، میرے رب! اس شہر کو پر امن بنادے﴾.

یعنی: جابروں سے پر امن بنادے کہ وہ اس پر قبضہ نہ کریں، اور اللہ کے عقاب سے کہ وہ اس کو لاحق نہ ہو جس طرح دوسرے اماکن کو لاحق ہوتا ہے، خسف وانتقال اور غرق وغیرہ جیسے اللہ کے عذاب اور مَثُلات (مثالی وعبرت ناک عذاب)213 کی صورت میں جو کہ اس کے علاوہ دیگر تمام بلاد کو لاحق ہوتا ہے)214.

211. دیکھئے: مجموع الفتاوی، (343/18).

212. زادالمعاد، (445/3).

213. (المَثُلات): جمع ہے مَثُلة، میم کے فتحہ اور ثاء کے ضمہ کے ساتھ سَمُرة کی طرح، اس سے مراد وہ سخت سزا ہے جو مثالی ہو جس کی مثال دی جائے . اور مَثُلات: وہ سزائیں ہیں جو دوبارہ اس طرح کے فعل کو انجام دینے سے لوگوں کو باز رکھے. دیکھئے: مقاییس اللغۃ، (297/5)؛ التحریر والتنویر، (92/13).

214. تفسیر الطبری، (541/1).

اس کے امن کے لئے ابراھیم علیہ السلام کی دعا کا سبب:

(ابراہیم علیہ السلام نے اس کے امن کے لئے دعا فرمایا، اس لئے کہ وہ ایسا شہر تھا جس میں نہ غلے تھے اور نہ پھل، اور اگر وہ مامون نہ ہوتا تو دیگر جگہوں سے بھی وہاں کوئی چیز نہیں آپاتی، اور اس میں اقامت پذیر ہونا مشکل ہو جاتا، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور اسے شہرِ امن بنا دیا، اس کے بعد جس جابر شخص نے بھی اس کا رُخ کیا اللہ نے اسے برباد کر دیا، جیسا کہ اصحابِ فیل اور ان کے علاوہ دوسرے جابرین کے ساتھ کیا.

اگر تم کہو: مکہ پر حجاج نے بھی چڑھائی کیا ہے اور کعبہ کو تاراج کیا ہے، تو میں کہوں گا: اس حملہ سے اس کا مقصد نہ تو مکہ کو اور نہ اس کے باشندوں کو نقصان پہنچانا تھا اور نہ کعبہ کو برباد کرنا تھا، بلکہ اس کا مقصد ابن الزبیر کو خلافت سے بے دخل کرنا تھا اور وہ اس کاروائی کے بغیر اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا تھا، لہذا جب اس کا مقصد حاصل ہو گیا تو اس نے کعبہ کی از سر نو تعمیر کیا، بلکہ اسے نہایت پختہ بنایا، اس کی حرمت کو بڑھایا اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کیا)215.

(اور ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا نبوت کے جامع کلمات میں سے تھی؛ اس لئے کہ جب راستے اور بلاد مامون ہوتے ہیں تو خوشگوار زندگی کے تمام خصائل اس کے ساتھ ہوتے ہیں، اور وہ عدل، عزت اور خوشحالی کا متقاضی ہوتا ہے کیونکہ ان چیزوں کے بغیر امن نہیں ہو سکتا ہے، نیز امن تعمیر، نفع بخش چیزوں کے حصول اور دولت کو اپنے ساتھ لاتا ہے، امن میں اسی وقت خلل پیدا ہوتا ہے جب پہلی تینوں چیزوں کے اندر خلل پیدا ہو جائے، اور جب امن مفقود ہو جاتا ہے تو آخری تینوں چیزیں بھی مفقود ہو جاتی ہیں،

ابراہیم نے اس دعا کے ذریعہ اس کے ساکنین کے لئے اس میں اقامت کی سہولت فراہم کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے تاکہ منبع اسلام ہونے کی حیثیت سے اس شہر کو لازمی وسائل دستیاب ہو سکیں)216.

215. تفسیر الخازن، (108/1).

216. التحریر والتنویر، (715/1).

دونوں دعوتوں میں نکرہ و معرفہ کے درمیان فرق:

سورۂ بقرہ کی آیت ﴿**بَلَدًا ءَ امِنًا**﴾ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا نکرہ کے ساتھ آئی ہے،اور سورۂ ابراہیم کی آیت ﴿**الْبَلَدَ ءَ امِنًا**﴾ میں معرفہ کے ساتھ آئی ہے،توان دونوں دعاؤں کے درمیان کیا فرق ہے؟

دونوں دعاؤں کے درمیان فرق کے سلسلے میں مفسرین کی عبارتیں جدا جدا ہیں :

1 - ابن کثیر رحمہ اللہ کا قول ہے:(اس سورت میں اللہ تعالی نے کہا ہے: ﴿**رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَابَلَدًا ءَ امِـنًا**﴾ [البقرة:١٢٦] یعنی:اس بقعۂ ارض کوشہرِ امن بنادے،اور یہی اس کے لئے مناسب تھا کیونکہ یہ دعا کعبہ کی تعمیر سے پہلے کی گئی تھی،اوراللہ تعالی نے سورۂ ابراہیم میں فرمایا ہے: ﴿**وَإِذْ قَـالَ إِبْـرَاهِيْـمُ رَبِّ اجْـعَلْ هَـٰذَابَلَدًا ءَ امِنًا**﴾[ابراہیم:٣٥]اور یہاں یہی مناسب تھا،اس لئے کہ۔واللہ اعلم۔یہ دعا دوسری بار کعبہ کی تعمیر،اس میں رہنے والوں کے آباد ہوجانے،اور اسحاق کی پیدائش کے بعد جو کہ اسماعیل سے تیرہ سال چھوٹے تھے واقع ہوئی ہے،اسی بنا پر دعا کے اخیر میں کہا ہے:﴿**الْـحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى وَهَبَ لِى عَلَى الْكِبَرِ اِسْمَاعِيْلَ وَ اِسْحَاقَ اِنَّ رَبِّى لَسَمِيْعُ الدُّعَاءِ**﴾[ابراھیم:٣٩]217.

2 - اور رازی رحمہ اللہ کا قول ہے: (پہلی دعا اس وقت واقع ہوئی جب اس جگہ کو بلد کی شکل حاصل نہیں ہوئی تھی،تو گویا انہوں نے یہ کہا:اس وادی کو بلدِ آمن بنادے،اس لئے کہ اللہ نے ابراہیم کی بات کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے: ﴿**رَبَّـنَا إِنِّى أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِى بِوَادٍ غَيْرِ ذِى زَرْعٍ**﴾ [ابراھیم:٣٧]، یہاں انہوں نے کہا ہے:اس وادی کو بلدِ امن بنادے،اور دوسری دعا اس وقت واقع ہوئی جب بلد بن چکا تھا،تواس وقت انہوں نے یہ کہا:اس جگہ کو جسے تونے شہر بنادیا ہے امن وسلامتی کا گہوارہ بنادے)218.

3 - اور اتقان میں آیا ہے:(پہلی دعا:انہوں نے بلد بننے سے پہلے کی تھی،جس وقت انہوں نے ہاجر

217. تفسیر ابن کثیر،(175/1).

218. تفسیر الرازی،(210/4).

اور اسماعیل کو وہاں چھوڑا تھا، اور وہ جگہ ایک وادی تھی، پس انہوں نے اسے بلد بنانے کی دعا کی،

دوسری دعا: اپنی واپسی کے بعد اور جُرہم کے اس میں اقامت پذیر ہونے اور اس کے بلد بننے کے بعد کی، چنانچہ اس کے پر امن ہونے کی دعا مانگی)219.

☆ چوتھی آیت: اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿ **أَوَلَمْ يَرَوا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَماً آمِناً وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ** ﴾[العنکبوت:٦٧].

﴿ ترجمہ: کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے لئے ایک پر امن حرم بنایا ہے، جبکہ لوگ ان کے اردگرد سے اچک لئے جاتے ہیں، کیا وہ لوگ معبودانِ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا ناشکری کرتے ہیں ﴾.

اللہ تعالیٰ کفار قریش کو اپنی اس اہم ترین نعمت کی یاددہانی کرا رہا ہے جو اس نے ان پر کیا ہے، اور دوسروں کے علاوہ صرف انہیں کو اس سے نوازا ہے اور وہ اس کا پر امن و معظم حرم ہے، جس کو ان کے پاس رکھا ہوا ہے، جب کہ (مکہ کے اردگرد آباد عرب ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے، ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے کے اموال لوٹتے تھے، اسی جگہ مکہ والے اپنے شہر میں پر امن اور مطمئن تھے، ان کے اوپر کوئی چڑھائی اور حملہ نہیں ہوتا تھا، جب کہ ان کی تعداد کم تھی اور عربوں کی تعداد زیادہ تھی، چنانچہ اللہ نے انہیں ان پر کی جانے والی اپنی اس خاص نعمت کی یاددہانی کرائی ہے، اور اس کے لئے انہیں ڈانٹ پلائی ہے کہ وہ پھر بھی باطل پر ایمان رکھے ہوئے ہیں، جب کہ اس طرح کی ظاہر و باہر نعمتیں جن پر صرف اللہ وحدہ ہی قادر ہے انہیں کے حوالے کی گئی ہیں)220.

اہل مکہ کو امن کی اس نعمت کی یاددہانی اس لئے کرائی گئی ہے کیونکہ وہ اس کا اقرار کرتے اور اس پر یقین رکھتے تھے کہ وہی اس کا مالک ہے، وہ اس میں دوسرے کو اس کا شریک قرار نہیں دیتے تھے، اس کی تاکید اللہ

219. الاتقان فی علوم القرآن، (307/3).

220. الکشاف، (469/3).

تعالی کے اس قول سے ہو رہی ہے: ﴿ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ﴾ [النمل:۹۱]

﴿ ترجمہ: مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرام بنادیا ہے، اور ہر چیز کا مالک وہی ہے ﴾.

آیت کے اندر اللہ تعالی نے اپنے اس وصف کا ذکر کیا ہے ﴿ الَّذِي حَرَّمَهَا ﴾ ﴿ جس نے اسے حرام بنادیا ہے ﴾، اور یہ اس لئے کہ ان لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ اس کی تحریم کا مالک اللہ تعالی ہی ہے، اس میں ان بتوں کا کوئی کردار نہیں ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے.

اسی وجہ سے اللہ تعالی نے آیت کے اخیر میں اپنے اس قول کے ذریعہ انہیں ڈانٹ پلائی ہے: ﴿ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴾ [العنکبوت:۶۷]. ﴿ ترجمہ: کیا وہ لوگ معبودانِ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا ناشکری کرتے ہیں ﴾. اس توبیخ کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس حق کا انکار کیا جس سے وہ آگاہ تھے اور اس باطل پر ایمان لائے جس میں وہ منہمک ہیں.

اور مکہ (بلد اللہ الحرام) کے ساتھ امن کا ارتباط لازمی اور ضروری ارتباط ہے، اس لئے کہ اس میں بیت اللہ الحرام ہے، اسی میں سارے مناسک ومشاعر ہیں، اس شہر کے ساتھ حج وعمرہ جیسی عبادتیں مربوط ہیں، اور یہ اس کا متقاضی ہیں کہ لوگ ہر خطّہ وعلاقہ سے اس کا رُخ کریں، مناسک مکمل کرنے تک اس میں رکیں، اور یہ سارے امور اس کا تقاضہ کرتے ہیں کہ وہ جگہ مامون ہو ورنہ لوگ وہاں جانے سے کترائیں گے اور اپنی جانوں اور اپنے اموال کے سلسلے میں ڈرے اور سہمے ہوں گے.

اسی طرح اللہ تعالی نے ایک دعوت دیا ہے، ایک ذمہ لیا ہے اور ایک وعدہ کیا ہے، اس کی دعوت: اس کا یہ قول ہے: ﴿ وَ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ [الحج:۲۷] ﴿ ترجمہ: اور آپ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجئے ﴾ اس آیت میں اس نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کے بیت الحرام کے حج کے لئے پُکاریں، اور اس کا ذمہ اس کا یہ قول ہے: ﴿ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَ عَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ [الحج:۲۷] ﴿ترجمہ: تا کہ وہ آپ کے پاس پیدل چل کر اور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہوکر ہر دور دراز علاقے سے آئیں﴾ اس نے اس کا ذمہ لیا ہے کہ لوگ اس کے بیت الحرام کے حج کے لئے ابراہیم کی پکار پر لبیک کہیں گے، کیونکہ اس نے ان کے اندر خالص ایمان، بیت اللہ کی تعظیم کا جذبہ اور اس کا اشتیاق رکھ دیا ہے، جہاں تک اس کے وعدہ کی بات ہے تو وہ یہ ہے کہ: یہ مقام قیامت تک مامون رہے گا، اس لئے کہ وہ (حج کے لئے آنے والے) اللہ کی پناہ اور اس کے حرم میں اس کے مہمان کی حیثیت سے ہوں گے، چنانچہ یہ ضروری تھا کہ وہ ان کی ایسی خاطر داری کرے جو اس کے عظیم کرم کے مناسب ہو، اور ضیافت کے واجبات میں سے پہلا واجب یہ ہے کہ مہمانوں کی حفاظت، حمایت اور صیانت کی جائے.

تیسرا مبحث

بلد الحرام میں الحاد (شرک و بدعت) کا شدید ہونا

اور اس میں تین مطالب ہیں:

پہلا مطلب: حرم میں الحاد کی خطرنا کی.

دوسرا مطلب: ارادۂ گناہ کے درجات.

تیسرا مطلب: حرم میں الحاد نہ کرنے کی ایک دوسرے کو وصیت کرنا.

پہلا مطلب

حرم میں الحاد کی خطرناکی

بلد الحرام کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے اس میں الحاد (شرک وبدعت) کا ارادہ کرنے والے کو عذابِ الیم کی دھمکی دی ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا قول ہے: ﴿**وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ**﴾ [الحج:۲۵] (اللہ تعالی نے وعید کو حرم میں الحاد کرنے والے کے ساتھ اس کی حرمت کی تعظیم کی بنا پر خاص کیا ہے، اور مفسرین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ الحاد کے سلسلے میں وارد وعید سے مراد پورے حرم میں الحاد ہے، وہ مسجدِ حرام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے)221.

ظلم کے ساتھ الحاد کا معنی:

لغت میں الحاد کا معنی ہے: قصد سے عدول کرنا222.

طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: (الحاد: حرم میں ظلم کرنا ہے)223.

اور ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (ظلم کے ساتھ الحاد کی چار تاویلات کی گئی ہیں: **پہلی**: اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے، یعنی حرم میں غیر اللہ کی عبادت کرنا، اور یہ مجاہد وقتادہ کا قول ہے، **دوسری**: اس میں حرام چیزوں کو حلال قرار دینا ہے، اور یہ ابن مسعود کا قول ہے، **تیسری**: جان بوجھ کر حرام کو حلال قرار دینا ہے، اور یہ ابن عباس کا قول ہے، **چوتھی**: اس کا معنی مکہ میں کھانوں کا ذخیرہ کرنا ہے، یہ حسان بن ثابت کا قول ہے)224.

221. أحكام القرآن، للجصاص (63/5).
222. دیکھئے: شرح صحیح البخاری، ابن بطال (511/8).
223. تفسیر الطبری، (141/17).
224. تفسیر الماوردی، (63/4).

حرم میں الحاد کے اندر تمام معاصی شامل ھیں:

محققین کی جو رائے ہے وہ یہ کہ: ظلم کے ساتھ الحاد میں کفر سے لے کر صغائر تک کے تمام معاصی شامل ہیں225، اس سلسلے میں وارد اقوال درج ذیل ہیں:

1 - رازی رحمہ اللہ الحاد کے معنی کی تحدید میں وارد اقوال کو پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں: (ظلم کے ساتھ الحاد تمام معاصی کو شامل ہے، اس لئے کہ ہر گناہ۔ چھاٹا ہو یا بڑا۔ دوسری جگہوں کے مقابلے وہاں بہت بڑا ہو جاتا ہے) 226.

2- قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے: (یہ الحاد اور ظلم کفر سے لے کر صغائر تک کے تمام معاصی کو شامل ہے)227.

3 - ابن کثیر رحمہ اللہ۔ الحاد کے معنی کی تحدید میں وارد اقوال کو ذکر کرنے کے بعد۔ کہتے ہیں: (یہ آثار اگر چہ اس پر دلالت کررہے ہیں کہ یہ اشیاء الحاد میں سے ہیں، مگر وہ اس سے بھی زیادہ عام لفظ ہے، بلکہ اس میں ان معانی سے بھی زیادہ سخت معنی پایا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے جب اصحاب الفیل نے تخریب کعبہ کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی نے ان پر چڑیوں کو مسلط کر دیا﴿**وَ أَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيراً أَبَابِيلَ . تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ . فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ**﴾[الفیل:۳-۵]﴿ترجمہ: اوران پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دئے. جو ان پر **پتھریلی مٹی کی کنکریاں برساتے تھے. پس اللہ نے انہیں کھائے ہوئے بھس کی مانند بنادیا**﴾ یعنی انہیں برباد کر دیا اور اور اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والے ہر شخص کے لئے اسے عبرت وسزا کا سامان بنادیا228.

225. تفسیر الطبری، (142/17)؛ تفسیر ابن کثیر، (216/3).
226. التفسیر الکبیر، (23/23).
227. تفسیر القرطبی، (36/12).
228. تفسیر ابن کثیر، (216/3).

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (**يَغْزُوا جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ**) .قَالَتْ : قُلْتُ :يا رسولَ اللَّهِ! كَيفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَ فِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ، وَ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: (**يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ**)229.

(**ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا، وہ بیداء کی سرزمین میں ہوں گے تو ان کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا**) وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں کر ان کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں ان کے اسواق (کاروباری لوگ) ہوں گے، اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: (**ان کے اول وآخر کو دھنسا دیا جائے گا، پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے**).

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے قول: ﴿**وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ**﴾ کے سلسلے میں کہتے ہیں: (اگر کوئی آدمی اس میں الحاد کا ارادہ کرے گا اور وہ عدن ابین میں ہو تو بھی اللہ تعالی اسے عذابِ الیم کا مزہ چکھائے گا)230.

حرم کے اندر الحاد کبیرہ گناہ ہے:

بلد الحرام میں الحاد کرنا اور اس کو حلال قرار دینا کبائر میں سے ہے، اور اس کی دلیل:

1 - عمیر بن قتادہ اللیثی رضی اللہ عنہ - جنہیں نبی ﷺ کی صحبت حاصل ہے - بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کبائر کیا ہیں؟ پس آپ نے فرمایا: (وہ نو ہیں...) اور ان میں سے اس کو بیان فرمایا: (اور بیت الحرام کو حلال کر لینا، جو کہ تمہارا قبلہ ہے

229. البخاری، (746/2)، (ح 2012).

230. مسند احمد، (428/1)، (رقم 4071)؛ مستدرک الحاکم، (420/2)، (رقم 3461) اور کہا ہے: (مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن ان دونوں نے روایت نہیں کیا ہے) اور ذھبی نے ان کی موافقت کیا ہے، محققین مسند نے (155/7)، (رقم 4071) اس کو حسن قرار دیا ہے.

زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی)231.

2 - اس کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک شاہد حدیث ہے، اس کو ایوب نے طیسلہ بن علی النہدی سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا- اور وہ عرفہ کے دن اراک کے درخت کی جڑ میں بیٹھے تھے اور اپنے سر اور چہرے پر پانی کا چھینٹا مار رہے تھے- میں ان سے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، مجھے کبائر کے بارے میں سنائیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: (کبائر اللہ کے ساتھ شریک قرار دینا ہے...) مزید اس میں یہ اضافہ فرمایا: (اور بیت اللہ میں الحاد جو کہ تمہارا قبلہ ہے، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی)232.

معلوم یہ ہوا کہ حرم میں الحاد ایک تو اس اعتبار سے خطرناک ہے کہ وہ کبائر میں سے ایک کبیرہ ہے، دوسرا یہ کہ وہ اللہ تعالی کے حرم اور اس کی پناہ گاہ میں اس سے سینہ زوری ہے.

خلاصہ : یہ ہے کہ آیت کریمہ بلدِ حرام کے احترام کے وجوب، اس کی شدتِ تعظیم، اس میں معاصی کے ارادہ اور ان کے ارتکاب سے بالکلیہ احتراز پر دلالت کر رہی ہے اور اس پر کہ ان کا مرتکب عذابِ الیم کا مستحق ہے

اس وعید کے ذریعہ حرم کو ظالموں کے ظلم اور بدسلوکی کرنے والوں کی بدسلوکی سے حفاظت کی گئی ہے، تاکہ اس کی اور اس کی حرمت کی پامالی نہ ہو، چنانچہ صرف ارادہ کے اوپر ہی دنیا میں فی الفور عذاب مقرر کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا مستحق شخص اوروں کے لئے عبرت کا سامان ہو.

---

231. ابوداود، (115/3)، (ح2875). البانی نے صحیح سنن ابی داود، (209/2)، (ح2875) میں اس کو حسن قرار دیا ہے.

دوسرا مطلب

ارادۂ گناہ کے درجات

شریعت اسلامیہ کا اصول یہ ہے کہ صرف ارادۂ گناہ کی وجہ سے مکلّف کا مؤاخذہ نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ قول یا فعل کی طرف منتقل نہ ہوجائے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا، ما لم تَعْمَلْ أو تتَكَلَّمْ**)233.(یعنی: اللہ تعالی نے میری امت سے اس کو درگذر کردیا ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے، جب تک اس پر عمل نہ کرلے یا اس کو زبان سے کہہ نہ دے).

ارادۂ معصیت کے سلسلے میں ضابطہ:

ارادۂ معصیت کہتے ہیں: (قصدِ فعل کا راجح ہوجانا، تم کہتے ہو: **هممتُ بكذا**، یعنی: میں نے اس کا ارادہ کیا، اور یہ محض دل میں پیدا ہونے والے خیال سے آگے کی چیز ہے)234.

چنانچہ عام سلف - فقہاء ومحدثین - نے دل کے خیال کو اس سے خاص کیا ہے کہ وہ عزم مصمم تک نہ پہنچے، جب وہ عزم مصمم تک پہنچ جائے گا تو اس پر مؤاخذہ ہوجائے گا235.

پس جس نے (دل سے گناہ کا عزم کرلیا اور اس کا نفس اس پر آمادہ ہوگیا، تو وہ اپنے اعتقاد اور عزم میں گنہگار ہوگا، اور ان احادیث اور ان کے علاوہ احادیث میں جس کا ذکر آیا ہے اس کو اس شخص پر محمول کیا

233. البخاری، (2020/5)، (ح4968).

234. فتح الباری، (323/11).

235. دیکھئے: الآداب الشرعیہ، ابن مفلح (129/1).

جائے گا جس کا دل معصیت پر جما نہیں ہے، بلکہ استقرار کے بغیر صرف اس کے خیال سے گذرا ہے، اسی کو ہَم (ارادہ) کہا جاتا ہے، اور ھم وعزم کے درمیان فرق ہے...

اور وہ ھم جو نہیں لکھا جاتا: دل کے وہ خیالات ہیں جن پر نفس جما نہ ہو اور نہ ان کے ساتھ پختگی پائی جاتی ہو اور نہ نیت وعزم کا وجود ہو)236.

خیالات نفس کے درجات:

امام سبکی رحمہ اللہ ودیگر اہل علم نے دل میں پیدا ہونے والے ارادۂ معصیت کے پانچ مراتب بیان کئے ہیں، اور وہ یہ ہیں:

1- ھاجس: وہ خیال جس کو نفس کے اندر ڈالا جاتا ہے.

2 - خاطر: اس خیال کا نفس کے اندر جاری ہونا.

3 - حدیث نفس: نفس میں پیدا ہونے والا تردد، کہ کرے یا نہ کرے.

4 - ھمّ: قصدِ فعل کا راجح ہونا.

5 - عزم: اس قصد کی قوت اور اس کی پختگی.

پس ھاجس پر بالاجماع مؤاخذہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اس کا فعل نہیں ہے، بلکہ اس پر وارد ہونے والی شئ ہے جس پر اس کی کوئی قدرت نہیں ہے اور نہ ہی اس نے اس کو کیا ہے.

خاطر وحدیث نفس بھی سابق الذکر صحیح حدیث 237 کی وجہ سے مرفوع (غیر مؤاخذ) ہیں اور جب حدیث نفس پر مؤاخذہ نہیں ہے تو اس سے قبل والے پر بدرجۂ اولی مؤاخذہ نہیں ہوگا، اور اگر یہ تینوں مراتب حسنات کے اندر پائے جائیں تو ان کا ثواب نہیں لکھا جائے گا، پہلے کی وجہ تو ظاہر ہے، دوسرے اور تیسرے کا عدمِ قصد کی وجہ سے.

---

236. شرح النووی علی صحیح مسلم، (151/2).

237. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

جہاں تک (ھم) کی بات ہے تو صحیح حدیث 238 سے واضح ہوتا ہے کہ نیکی کے ھم (ارادہ) کا ثواب لکھا جاتا ہے، مگر برائی کے ارادہ کا گناہ نہیں لکھا جاتا بلکہ انتظار کیا جاتا ہے، اگر وہ اس کو اللہ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے تو اس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے، اور اگر کر لیتا ہے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے.

جہاں تک عزم کی بات ہے تو محققین کا کہنا ہے کہ اس کا مؤاخذہ ہوگا.

دلائل:

1 -اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ**﴾[القلم:۱۷]

﴿ترجمہ: جب انہوں نے قسم کھالی تھی کہ وہ صبح ہوتے ہی اس کا پھل توڑ لیں گے﴾.

وجہ دلالت: ان لوگوں نے قسم کے ذریعہ فعل پر اپنے عزم کو پختہ بنایا لہذا فعل سے پہلے ہی ان کو سزا دے دیا گیا.

قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اس آیت کے اندر اس کی دلیل پائی جاتی ہے کہ عزم وہ چیز ہے جس پر انسان کا مؤاخذہ ہوتا ہے، اس لئے کہ ان لوگوں نے کرنے کا پختہ عزم کیا تھا لہذا انہیں کرنے سے پہلے ہی سزا دے دی گئی)239.

2 -رسول اللہ ﷺ کا قول ہے: (**إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ و الْمَقْتُولُ فى النَّارِ**)، **قَالُوا: يا رَسُولَ اللَّهِ! هذا الْقَاتِلُ، فما بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قال: (اِنَّهُ كان حَرِيصاً عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ**)240.

(یعنی: جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول

---

238. البخاری،(2380/5)،(ح6126)؛ ومسلم،(118/1)،(ح131).

239. تفسیر القرطبی،(240/18).

240. البخاری،(20/1)،(ح31).

دونوں جہنمی ہیں) صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس قاتل کا تو ٹھیک ہے، مگر مقتول کا یہ حکم کیوں؟ آپ نے فرمایا: (**وہ اپنے مقابل کو قتل کرنے کا حریص تھا**).

وجہ دلالت: اس کے حرص کو اور اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنے کے عزم مصمم کو استحقاق جہنم کی علت بیان فرمائی گئی ہے، اسی طرح قلبی اعمال جیسے حسد اور کینہ وغیرہ پر مؤاخذہ ہونے پر علماء کا اجماع واقع ہوا ہے 241.

خلاصہ:

(نفس میں واقع ہونے والے خیالات کے پانچ مراتب ہیں: ھاجس: جو دل میں ڈالا جاتا ہے، خاطر: اس کا نفس میں جاری ہونا، وحدیث نفس: اس خیال کا دل میں متردد ہونا کہ کرے یا نہ کرے، اور ھم: قصدِ فعل کا راجح ہونا، اور عزم: اس قصد کا قوی اور پختہ ہونا) 242.

اور شاہد: یہ ہے کہ صرف معصیت کے ھم (ارادہ) پر مکلّف کا مؤاخذہ نہیں ہوگا.

---

241. دیکھئے: الأشباه والنظائر، للسيوطي (1/33-34)؛ فتح الباري، (11/328)؛ الفواكه العذاب في الرد على من لم يحكم السنة والكتاب، حمد بن ناصر الحنبلي [ت: 1225ھ] (4/358).

242. حاشية العدوي على شرح كفاية الطالب الرباني، (1/138).

تیسرا مطلب

حرم میں الحاد نہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو وصیت کرنا

سلف صالحین ایک دوسرے کوحرم میں الحاد نہ کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا: اے ابن الزبیر! اللہ تبارک وتعالی کے حرم میں الحاد سے دور رہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:(**إِنَّهُ سَيُلْحِدُ فِيهِ رَجُل من قُرَيْش، لو وُزِنَتْ ذُنُوبُهُ بِذُنُوبِ الثَّقَلَيْنِ لَرَجَحَتْ) قال : فَانْظُرْ لَا تَكُونَهُ**243.

(عنقریب اس میں قریش کا ایک شخص الحاد کرے گا، اگر اس کے گناہوں کوثقلین (جن وانس) کے گناہوں سے وزن کیا جائے تو اس کے گناہوں کا پلڑا جھک جائے گا) پھر انہوں نے کہا: سوچ لیں کہ کہیں وہ آپ نہ ہوں.

حرم میں معاصی انجام دینے کو قبیح سمجھنا:

سلف صالحین حرم میں معاصی انجام دینے کو قبیح سمجھا کرتے تھے، اور اس سلسلے میں ان سے درج ذیل باتیں منقول ہیں:

1 - مجاہد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کیا ہے کہ:(ان کے پاس دو خیمے تھے،

---

243. مسند احمد،(136/2)،(ح6200)؛ مستدرک الحکم،(420/2)،(ح3462) اور کہا ہے:(صحیح الاسناد ہے مگر دونوں نے روایت نہیں کیا ہے).اور البانی نے (السلسلۃ الصحیحۃ)،(292/7)،(ح3108) میں صحیح قرار دیا ہے.

ایک حدودِ حرم میں تھا اور دوسرا حِل (حرم کے باہر) میں تھا، جب وہ نماز پڑھنا چاہتے تو حرم والے خیمہ میں پڑھتے، اور جب انہیں بیوی کے پاس آنے کی ضرورت ہوتی تو حِل والے خیمہ میں آتے، ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مکہ تو مکہ ہے)244.

2 - الازرقی نے اپنی سند کے ذریعہ مجاہد رحمہ اللہ سے اللہ تعالی کے قول ﴿**وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ**﴾ [الحج:۲۵] کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: (عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس دو خیمے تھے، ایک حل میں اور دوسرا حرم میں،، جب وہ اپنے اہل کو ڈانٹ پلانا چاہتے تو حِل میں ڈانٹے، اور جب نماز پڑھنا چاہتے تو حرم میں نماز پڑھتے، ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ہم لوگ (نبی ﷺ) کے زمانے میں اس کو حرم کے اندر الحاد سمجھتے تھے کہ کوئی یہ کہے: کلا واللہ، وبلی واللہ (ہرگز نہیں اللہ کی قسم، اور کیوں نہیں اللہ کی قسم)245.

حرم اور غیر حرم کے درمیان فرق:

اگر کوئی پوچھنے والا یہ پوچھے کہ: حرم اور غیر حرم میں کیا فرق ہے؟

تو اس کا جواب: آیت کریمہ خاص حرم میں الحاد کا مرتکب ہونے سے لوگوں کو ڈرانے کے لئے وارد ہو ئی ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالی کے مکانی شعائر میں سے ہے جس کو اس نے عظمت بخشی ہے اور لوگوں کو اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے، نیز اس لئے کہ حرم میں معصیت کا ارتکاب زیادہ قبیح وشنیع ہے، اور اس کی حرمت کی پامالی کا بدلہ نہایت سنگین ہے 246. اسی وجہ سے **ملحدِ حرم اللہ تعالی کے نزدیک مبغوض ترین انسان** ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ: وَذَكَرَ مِنْهُم: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ**)247. (یعنی: اللہ تعالی کے نزدیک تین لوگ نہایت مبغوض ہیں: اور

244. مصنف ابن ابی شیبہ، (269/3)، (رقم 14096)؛ أخبار مكة، للأزرقي (131/2)، اور اس کی سند صحیح ہے.

245. أخبار مكة، للأزرقي (131/2).

246. دیکھئے: فضائل مكة المكرّمة، ڈاکٹر عبداللہ بن محمد نوری (ص 118-119).

247. البخاری، (2523/6)، (ح 2523).

ان میں سے ایک: حرم میں الحاد کرنے والا ہے)، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی ایک جگہ کوحرام قرار دے دےاوراسے اپنا حرم بنالے، پھرکوئی آنے والا آ کراس میں الحاد کرے، پس ممانعتِ الحاد کی حکمت اللہ تعالی کے اوامر وحدود کی تعظیم ہے، جگہ کے اندر بذاتِ خود کوئی فضیلت نہیں ہوتی سوائے اس کے جس سے اللہ تعالی اس کونوازے، نیز اللہ تعالی اپنے بندوں سے جیسی عبادت کرانا چاہے کراتا ہے، تاکہ وہ دیکھے کہ کون اس کی عبادت کررہاہےاورکون الٹے پاؤں بھاگ رہاہے، تاکہ اپنے احسان سے اس کو بدلہ دے اوراس کی سرکشی پراس کا مؤاخذہ کرے۔

چوتھی فصل

بلدِ حرام کے احکام

اس میں دس مباحث ہیں:

پہلا مبحث: ازل سے ہی حرم مامون ہے.

دوسرا مبحث: بلدِ حرام میں معصیت کا ھم (ارادہ) کرنا.

تیسرا مبحث: حرم میں حسنات اور سیئات کا دوبالا ہونا.

چوتھا مبحث: حرم میں کفار کا داخلہ.

پانچواں مبحث: حرم کے درختوں کو کاٹنا.

چھٹا مبحث: حرم کے شکار.

ساتواں مبحث: حرم کا لقطہ (گری ہوئی چیزیں).

آٹھواں مبحث: حرم میں قتال.

نواں مبحث: حرم میں فواسق (موذی جانوروں) کو قتل کرنا.

دسواں مبحث: حرم میں حدود قائم کرنا.

پہلا مبحث

ازل سے ہی حرم مامون ہے

مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حرم ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہی سے مامون تھا یا ان کی دعا کے بعد مامون ہوا ہے؟ اس بارے میں ان کے دو اقوال ہیں:

پہلا قول: آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت سے ہی حرم مامون رہا ہے248.

دلیل:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: (**إِنَّ هَـذَا الْبَلَـدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يوم خَلَقَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضِ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ**)249.

(اس شہر کو اللہ تعالی نے اسی دن حرام ٹھہرا دیا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، پس وہ اللہ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے).

وجہ دلالت: آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت سے ہی حرم مامون چلا آ رہا ہے.

اور ان مفسرین نے ابراہیم کی دعا کو قحط وخشک سالی سے مامون بنانے اور اس کے ساکنین کو پھلوں کی روزی دینے کی دعا پر محمول کیا ہے، اس لئے کہ آیت کے اخیر میں اس قول کے ساتھ ان کی دعا ختم ہوتی ہے: ﴿**وَارْزُقْ أَهْـلَـهُ مِنَ الثَّـمَـرَاتِ**﴾، ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ نہیں مانگا کہ وہ اسے اپنی

---

248. دیکھئے: تفسیر الطبری، (541/1).

249. البخاری، (1164/3)، (ح3017)؛ ومسلم، (986/2)، (ح1353).

عقوبت اور جابروں کی عقوبت سے مامون بنادے، بلکہ یہ سوال کیا کہ وہ اس میں مقیم لوگوں کو قحط وخشک سالی سے مامون بنادے اور انہیں پھلوں کی روزی عطا کر250.

ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ کعبہ محرم ہے، لہذا جب انہوں نے اپنے بیٹے اور بیوی کو وہاں آباد کیا تو یہ دعا کیا: ﴿**رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ**﴾[ابراھیم: ۳۷].

﴿ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے بیت حرام کے پاس ایک وادی میں بسایا ہے جہاں کوئی کھیتی نہیں ہے، اے ہمارے رب! میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تا کہ وہ نماز قائم کریں، اس لئے تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے، اور بطور روزی انہیں انواع واقسام کے پھل عطا کر، تا کہ وہ تیرا شکرادا کریں﴾.

دوسرا قول: ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے پہلے حرم حلال تھا، ان کی دعا کے بعد حرام و مامون ہوا251.

دلیل:

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (**إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَ دَعَا لِأَهْلِهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عليه السَّلام لِمَكَّةَ**)252.

(ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا اور اس کے لئے دعا کی، اور میں نے مدینہ کو حرام ٹھہرایا ہے جس طرح ابراہیم نے مکہ کو حرام ٹھہرایا ہے، اور میں نے اس کے لئے اس کے مد اور صاع میں (برکت کی)

250. دیکھئے: تفسیر الطبری، (542/1).

251. دیکھئے: تفسیر الطبری، (542/1).

252. البخاری، (749/2)، (ح2022)؛ ومسلم، (991/2)، (ح1360).

دعا کی جس طرح ابراھیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا فرمائی).

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ: مکہ ابراھیم علیہ السلام کی دعا سے پہلے غیر واجبی طور پر حرام تھا، پھر ان کی دعا کے بعد اس کی تحریم مسلمانوں پر واجب وفرض ہوگئی، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ان کی طرف تحریم کی اضافت فرمائی ہے(**إِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ**)(یعنی: ابراھیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے)253.

راجح یہ ہے کہ: صحیح وصریح احادیث کی بنا پر بلد الحرام آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے وقت سے ہی حرام ہے، اور بیت الحرام کی اسی وقت سے حفاظت کی جاتی رہی ہے، بلکہ اللہ تعالی ہر زمانے میں اسے نقصان پہنچانے کی نیت رکھنے والے جابروں کو ہلاک کرتا اور اس شہر سے عقوبات وآفات کو دور کرتا رہا ہے، یہی ابن جریر الطبری رحمہ اللہ کا اختیار کردہ قول ہے.

طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اس سلسلے میں ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ: اللہ تبارک وتعالی نے مکہ کو اس وقت حرم بنایا جس وقت اس نے اس کو پیدا کیا اور بنایا، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن ہی اس کو حرام کر دیا تھا، اس کی طرف سے اس کے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ حرام قرار دئے بغیر، ، لیکن اس کو نقصان پہنچانے والوں سے اس کی حفاظت کر کے، اس سے آفات وعقوبات کو دور کر کے، اس کے ساکنین کو ان عذابوں سے محفوظ کر کے جو دوسروں کو لاحق ہوئے اور غیر ساکنین کو نقمات سے محفوظ کر کے.

اسی کے مطابق اس کا معاملہ چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ابراھیم علیہ السلام کو وہاں بھیجا اور ان کی بیوی ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اس میں بسایا، اس وقت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے رب سے اس کی تحریم کو اپنے بندوں پر اپنے نبی کی زبانی فرض کرنے کی درخواست کی، تاکہ یہ ان کے بعد آنے والے لوگوں کے لئے سنت ہو جس کو وہ حرم کے سلسلے میں اختیار کریں)254.

---

253. دیکھئے: تفسیر الطبری، (544/1).

254. دیکھئے: تفسیر الطبری، (543/1).

دونوں اقوال کے درمیان جمع:

پہلے اور دوسرے اقوال کے درمیان تعارض کے شبہ کا کوئی وجو دنہیں ہے، کیونکہ دونوں کے دلائل کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، پس دونوں اقوال کے درمیان جمع ممکن ہے، جیسا کہ خازن رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: (دونوں اقوال کے درمیان جمع کی صورت جو کہ صواب بھی ہے، یہ ہے کہ: اللہ تعالی نے مکہ کو اسی دن حرام کر دیا تھا جس دن اس نے اس کو پیدا کیا جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اس قول میں بیان فرمایا ہے: (**إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَومَ خَلَقَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضَ**)255. لیکن یہ تحریم اس کے انبیاء اور رسولوں میں سے کسی کی زبان سے ظاہر نہیں ہوا، البتہ اللہ تعالی اس کو نقصان پہنچانے والوں سے اس کی حفاظت کرتا رہا اور اس سے اور اس میں مقیم لوگوں سے آفات وعقوبات کو دور کرتا رہا، اس کے شب وروز یونہی گذرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ جگہ دکھایا اور ان کے اہل کو اس میں آباد کیا، اس وقت ابراہیم نے اپنے رب سے یہ درخواست کیا کہ وہ ان کی زبانی مکہ کی حرمت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور اپنے بندوں پر مکہ کی تحریم کو لازم ٹھہرایا، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے مکہ حرام ہو گیا، اللہ نے بندوں پر اس کی تحریم کو فرض کر دیا، اور اس کو اور اس کے شکار و شجر کو حلال بنانے سے منع کر دیا، دونوں اقوال کے درمیان جمع کرنے کی یہی صورت ہے اور یہی صواب بھی ہے، واللہ اعلم)256.

---

255. البخاری، (1567/4)، (ح4059).

256. تفسیر الخازن، (108/1).

دوسرا مبحث

بلد الحرام میں معصیت کا ھم (ارادہ) کرنا

حرم میں معصیت کا ارادہ کرنے کے حکم کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اوران کے دو اقوال ہیں:

پہلاقول: حرم دوسری جگہوں سے مختلف ہے، اس میں گناہ کا ارادہ کرنا گناہ ہے، اس پر ارادہ کرنے والے کا مؤاخذہ ہوگا، اگر چہ اس ارادہ کے ساتھ عزم وتصمیم نہ ہو.

دلائل :

1 -اللہ تعالی کا قول ہے: **﴿وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾**[الحج:۲۵]

﴿ترجمہ: اور جو کوئی اس میں اللہ کے حدود کو تجاوز کرتے ہوئے شرک وبدعت کی راہ اختیار کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے﴾

وجہ دلالت: یہاں ارادہ کا معنی ہے: کسی چیز کے طلب میں کوشش صرف کرنا اورنفس کا اس کی طرف کھنچنا257.

زمخشری رحمہ اللہ کا قول ہے: ﴿ یُـــرِدْ﴾ کا مفعول متروک ہے تاکہ ہر شامل ہونے والی شئ کو شامل ہوجائے، گویا کہ اللہ نے فرمایا ہے: جو شخص اس میں ظلماً قصد کے بغیر کسی بھی چیز کا ارادہ کرے، اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے)258.

257. دیکھئے: المفردات فی غریب القرآن، (ص206).

258. الکشاف، (152/3).

2 -ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالی کے قول: ﴿وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادٍ بِظُلْمٍ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے: (اگر کوئی شخص اس میں الحاد کا ارادہ کرے اور وہ عدنِ ابین میں ہو تو بھی اللہ عزوجل اسے دردناک عذاب سے دوچار کرے گا)259.

3 -ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: (جو کسی گناہ کا ارادہ کرے تو وہ اس پر نہیں لکھا جائے گا یہاں تک کہ اس پر عمل کرلے، اور اگر وہ عدنِ ابین میں رہتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ وہ مسجدِ حرام کے پاس قتل کرے گا تو اللہ تعالی اسے عذابِ الیم کا مزہ چکھائے گا، پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادٍ بِظُلْمٍ﴾) 260.

وجه دلالت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ ھم (ارادہ) پر عدم مؤاخذہ غیر حرم کے ساتھ خاص ہے، جہاں تک حرم کی بات ہے تو آیت کریمہ کی وجہ سے حرم کے اندر معصیت کے ارادہ پر آدمی کا مؤاخذہ ہوگا.

قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (یہ آیت اس پر دلالت کررہی ہے کہ مکہ کے اندر معاصی کی نیت پر انسان کا مؤاخذہ ہوگا، اگرچہ اس پر عمل نہ کیا ہو، ایسا ہی ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، میں (قرطبی) کہتا ہوں: یہی صحیح ہے... مکان کی عظیم حرمت کی بنا پر اللہ نے اس میں صرف بری نیت کرلینے کے اوپر عذاب کی دھمکی دی ہے، ویسے جو شخص بری نیت کرتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کا محاسبہ نہیں کیا جاتا الا یہ کہ کوئی ایسی نیت مکہ میں کرے، یہ ابن مسعود اور صحابہ کی ایک جماعت و دیگر لوگوں کا قول ہے)261.

259 اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ محققین مسند نے، (155/7)، (رقم 4071) اس کو حسن قرار دیا ہے.

260. مصنف ابن ابی شیبہ، اور لفظ اسی کا ہے، (268/3)، (رقم 114093)؛ مستدرک الحاکم، (420/2)، (رقم 3460) اور ذھبی نے کہا ہے: (مسلم کی شرط پر ہے). اور حافظ ابن حجر نے (فتح الباری)، (210/12) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے.

261. تفسیر القرطبی، (36-35/12).

ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: (مکہ کے خواص میں سے ہے کہ: اس میں سیئات کے ارادہ کے اوپر سزا دیا جاتا ہے اگر چہ اس ارادہ پر عمل نہ کیا ہو، اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ**﴾ [الحج:٢٥] ﴿ ترجمہ: اور جو کوئی اس میں اللہ کے حدود کو تجاوز کرتے ہوئے شرک وبدعت کی راہ اختیار کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے ﴾. غور کریں کہ کیسے یہاں فعل ارادہ کو باء کے ذریعہ متعدی بنایا گیا ہے، اردتُ بکذا اسی وقت کہا جاتا ہے جب وہ فعل (ھم) کے معنی پر مشتمل ہو، اس وقت ھممتُ بکذا کہا جاتا ہے، پس جو اس میں ظلم کا ھم (ارادہ) کرتا ہے اسے عذابِ الیم کا مزہ چکھانے کی دھمکی دی گئی ہے)262.

دوسرا قول: معصیت کے ھم (ارادہ) کے حکم میں حرم اور غیر حرم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور ھم کو اس وقت تک معصیت شمار نہیں کیا جائے گا جب تک اس کے ساتھ عزم مصمم شامل نہ ہو.

دلائل :

اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ**﴾ [الحج:٢٥] ﴿ ترجمہ: اور جو کوئی اس میں اللہ کے حدود کو تجاوز کرتے ہوئے شرک وبدعت کی راہ اختیار کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے ﴾.

وجہ دلالت: آیت کے اندر ارادہ سے مراد عمل ہے، یا تو ﴿**يُرِدْ**﴾ کو یتلبّس کے معنی میں شامل کر کے، یا ﴿**يَرِدْ**﴾ کی قرائت کی بنا پر جو کہ ورود سے ہے اور جس کا معنی اتیان (آنا) ہے، یعنی: (جو اس میں ظالم بن کر الحاد کے ساتھ آیا)263.

2 - اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ . أَلَمْ يَجْعَلْ**

---

262. زاد المعاد، (51/1).

263. الکشاف ، (152/2)، اور دیکھئے : التفسیر الکبیر ،(23/23) ؛ زاد المسیر ، (422/5)؛ روح المعانی ، (140/17).

كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ﴾[الفیل:۱-۲]

وجہ دلالت: اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو حرم میں محظور کے ارتکاب پر ان کے عزم مصمم کی وجہ سے سزا دیا، پس اس عزم کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا قبل اس کے کہ وہ اس کو انجام دیں جس کا انہوں نے عزم کیا تھا264.

3 - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّ اللَّـهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي ما حَدَّثَتْ أَنْفُسَهَا، ما لم تَعْمَلْ أَو تَتَكَلَّمْ**)265.

(یعنی: اللہ تعالی نے میری امت سے اس کو درگذر کر دیا ہے جو ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے، جب تک کہ اس پر عمل نہ کرلے یا اس کو زبان سے ادا نہ کردے).

وجہ دلالت: حدیث نفس اس ھم (ارادہ) میں سے ہے جس کو اللہ تعالی نے درگذر کر دیا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ قول یا عمل شامل نہ ہو، اور ایسا کچھ ثابت نہیں ہے جو حرم کو غیر حرم سے خاص کرتا ہو.

4- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**مَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا؛ كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا؛ كَتَبَهَا اللَّهُ له سَيِّئَةً وَاحِدَةً**)266.

(یعنی: جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا مگر اس پر عمل نہیں کیا، تو اللہ تعالی اس کے لئے اس کو اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے، اور اگر اس نے اس کا ارادہ کیا پھر اس پر عمل کرلیا؛ تو اللہ تعالی اس کو اس کے لئے ایک برائی لکھ لیتا ہے).

5- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**مَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا؛ لَمْ تُكْتَبْ، وَإِنْ عَمِلَهَا، كُتِبَتْ**)**267.**

---

264. دیکھئے: الفواکہ العذاب فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب، (358/4).

265. البخاری، (2020/5)، (ح4968).

266. البخاری، (2380/5)، (ح6126).

267. مسلم، (118/1)، (ح130).

(یعنی: جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا، مگر اس پر عمل نہیں کیا، تو اسے نہیں لکھا جاتا، اور اگر اس پر عمل کرلیا تو لکھ دیا جاتا ہے).

وجہ دلالت: برائی کا ارادہ معصیت شمار نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اس کے ساتھ عزم مصمم شامل ہو ،اور ایسا کچھ بھی ثابت نہیں ہے جو حرم کو غیر حرم سے خاص کرتا ہو.

دونوں اقوال کے درمیان جمع:

اس طرح سے جمع کیا جائے گا کہ اللہ تعالی کے قول: ﴿وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ﴾ [الحج:۲۵] میں ارادہ سے مراد حرم میں ارتکابِ گناہ کا عزم مصمم لیا جائے، اور گناہ پر عزم مصمم گناہ ہے، اس پر اللہ کی ساری زمین میں سزا دیا جاسکتا ہے، حرم میں بھی اور غیر حرم میں بھی268.

جہاں تک صرف معصیت کے ارادہ کی بات ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ عزم مصمم پایا جائے، تو اس پر صاحب ارادہ کا مؤاخذہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ ھم (ارادہ) پر عدم مؤاخذہ کی دوسری دلیلیں موجود ہیں، جس میں مکہ اور غیر مکہ برابر ہیں.

اس رائے کی صحت پر نووی رحمہ اللہ کا یہ قول دلالت کرر ہا ہے: (ان احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث میں جو کچھ واقع ہوا ہے اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ: یہ اس شخص کے بارے میں ہے جس کا نفس برائی پر آمادہ نہ ہو، البتہ وہ بغیر استقرار کے صرف اس کی فکر سے گذرا ہو، اسی کو ھم کہا جاتا ہے، اور ھم و عزم کے درمیان فرق ہے...

جہاں تک اس ھم کی بات ہے جو لکھا نہیں جاتا ہے: تو یہ وہ خواطر ہیں جن پر نفس جما نہیں ہے، اور نہ اس کے ساتھ پختہ ارادہ ہے اور نہ نیت و عزم ہے) 269.

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول (اگر کوئی شخص اس میں الحاد کا ارادہ کرے گا تو وہ اگر عدنِ ابین

268. دیکھئے: الفواکہ العذاب فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب، (358/4).

269. شرح النووی علی صحیح مسلم، (151/2).

میں ہوگا تو بھی اللہ تعالی اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا)270 کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ: اس سے مراد: حرم میں ارتکاب محظور پر عزم مصمم کرلینا ہے، جس طرح سے کہ اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو اس میں محظور کے ارتکاب پر عزمِ مصمم کرلینے کی وجہ سے سزا دیا تھا، واللہ اعلم.

270. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

تیسرا مبحث

حرم میں نیکیوں اور گناہوں کا دوبالا ہونا

اوراس میں دومطالب ہیں:

پہلا مطلب: مضاعفت (دوبالا ہونے) کے سلسلے میں شرعی اصول.

دوسرا مطلب: حرم میں دوبالا ہونا.

پہلا مطلب

مضاعفت کے سلسلے میں شرعی اصل

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ: اللہ تعالی اپنی رحمت، کرم اور فیاضی سے نیکیوں کو دوبالا کر دیتا ہے، اور برائی صرف ایک ہی لکھی جاتی ہے.

دلائل:

1 -اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿ **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا** ﴾[الأنعام:١٦٠].

﴿جو شخص نیکی کرے گا تو اسے اس کا دس گنا ملے گا، اور جو برائی کرے گا تو اسے اسی کے برابر سزا دی جائے گی﴾.

2 -ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس کو آپ ﷺ نے اپنے رب عزوجل سے روایت کیا ہے کہ(**إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فلم يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا وعملها كَتَبَهَا اللَّهُ له عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمائة ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فلم يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ له عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ له سَيِّئَةً وَاحِدَةً**)271.

271. البخاری،(2380/5)،(ح6126)؛ ومسلم،(118/1)،(ح131).

(یعنی: اللہ تعالی نے حسنات وسیئات کولکھا پھراس کو بیان کر دیا، پس جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگراس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالی نے اسے اس کے لئے **ایک مکمل نیکی** لکھ دیا، اور اگر اس نے اس کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کرلیا تو اللہ تعالی نے اس کو اس کے لئے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی اور زیادہ بڑھا کر لکھا، اور جس نے برائی کا ارادہ کیا مگر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالی نے اس کو اس کے لئے اپنے پاس ایک نیکی لکھا، اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کرلیا تو اللہ تعالی نے اس کے لئے اس کو ایک برائی لکھا).

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں (اے میرے بھائی! اللہ تعالی ہمیں اور تجھے توفیق دے، اللہ تعالی کے اس لطف عظیم کو دیکھو اوران الفاظ پر غور کرو، اس کے قول: (**عـــــنده**) میں نیکیوں کے ساتھ اس کے اہتمام کی طرف اشارہ ہے، اور اس کے قول: (**كاملة**) اس اہتمام کی تاکید اور شدت کی طرف اشارہ کرتا ہے.

اوراس گناہ کے بارے میں کہا ہے جس کا بندہ ارادہ کرتا ہے پھر اس کو چھوڑ دیتا ہے: (**اللہ تعالی اس کو اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھتا ہے**)، اس نے کاملہ کے ذریعہ اس کو مؤکد بنایا ہے. (**اور اگر اس پر عمل کرلیتا ہے تو اس کو صرف ایک گناہ لکھتا ہے**) یہاں اس نے اس کی تقلیل کو واحدۃ کے ذریعہ مؤکد بنایا ہے کاملہ کے ذریعہ نہیں، **فلله الحمد والمنة سبحانه لا نحصي ثناءً عليه**)272.

272. شرح الأربعین النوویة، (32/1).

دوسرا مطلب

حرم میں مضاعفت(دوبالا ہونا)

ابھی جو بیان کیا گیا ہے وہی حسنات وسیئات کے دوبالا ہونے کے سلسلے میں شرعی اصول ہے، تو کیا وہ حرم مکی پر بھی منطبق ہوتا ہے؟ یا حرم کی اپنی خصوصیت اور اپنے احکام ہیں جو دنیا کے اور کسی خطے کو حاصل نہیں ہیں؟

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ: حرم مکی کے اندر نیکیاں اور برائیاں دوبالا ہو جاتی ہیں، **مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے:**(مکہ میں برائیاں دوبالا ہو جاتی ہیں جس طرح نیکیاں دوبالا ہو جاتی ہیں)273.

البتہ ان کا اختلاف اس مضاعفت (دوبالا ہونے) کی حقیقت کے بارے میں ہے، اور ان کے دو اقوال ہیں، جن میں راجح یہ ہے کہ: حرم مکی میں نیکیاں اور برائیاں کیفیت کے اعتبار سے دوبالا ہوتی ہیں کمیت کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ ایسی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے جو اس مضاعفت کی مقدار معین کے ساتھ تحدید کرتی ہو سوائے نماز کے، اور یہ جمہور کا قول ہے 274.

دلائل:

1 - اللہ تعالی کا قول ہے: **﴿ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا ﴾**[الأنعام:١٦٠].

273. تفسیر الثعلبی ،(17/7)؛تفسیر البغوی،(283/3)؛زاد المسیر ،(422/5).

274. دیکھئے: مثیر العزم الساکن الی أشرف الأماکن، ابن الجوزی(331/1)؛المجموع،(207/8)؛أحکام القرآن،(277/3)؛القری لقاصد أم القری،(ص659)؛ جامع العلوم والحکم،(318/2)؛مطالب اولی النھی ،(386/2).

﴿جو شخص نیکی کرے گا تو اسے اس کا دس گنا ملے گا، اور جو برائی کرے گا تو اسے اسی کے برابر سزا دی جائے گی﴾.

2 - ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس کو آپ ﷺ نے اپنے رب عز وجل سے روایت کیا ہے کہ (**إِنَّ اللَّـهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فلم يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا وعملها كَتَبَهَا اللَّهُ له عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمائة ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فلم يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ له عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ له سَيِّئَةً وَاحِدَةً**)275.

(یعنی: اللہ تعالی نے حسنات وسیئات کو لکھا پھر اس کو بیان کر دیا، پس جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالی نے اسے اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھ دیا، اور اگر اس نے اس کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالی نے اس کو اس کے لئے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی اور زیادہ بڑھا کر لکھا، اور جس نے برائی کا ارادہ کیا مگر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالی نے اس کو اس کے لئے اپنے پاس ایک نیکی لکھا، اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالی نے اس کے لئے اس کو ایک برائی لکھا).

وجہ دلالت : یہ عام نصوص ہیں جو جگہوں کے درمیان اور ازمنہ کے درمیان فرق نہیں کرتی ہیں، اور عددی مضاعفت سے حرم کی تخصیص محتاج دلیل ہے.

3- جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ**) 276.

275. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

276. ابن ماجہ، (451/1)، (ح1406). البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ، (421/1)، (ح1163) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

(یعنی: مسجد حرام کی ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے).

وجہ دلالت: بیت الحرام کے پاس صرف نماز ہی کا اجر دوبالا ہوتا ہے، اور نماز پر اور کسی چیز کو قیاس نہیں کیا جائے گا.

4- اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ**﴾ [الحج:۲۵]

﴿ترجمہ: **اور جو کوئی اس میں اللہ کے حدود کو تجاوز کرتے ہوئے شرک و بدعت کی راہ اختیار کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے**﴾.

وجہ دلالت: لوگوں کو خاص حرم کے اندر الحاد میں واقع ہونے سے ڈرایا گیا ہے کیونکہ وہ اللہ کے مکانی شعائر میں سے ہے جن کو اس نے عظمت بخشا ہے اور لوگوں کو اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے، نیز اس میں معصیت زیادہ قبیح و شنیع ہے، اور اس کا بدلہ نہایت خطرناک ہے.

5- ادلہ قاطعہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں حسنات کا ثواب عظیم ترین اور سیئات کا انجام بھیانک تر ہو جاتا ہے، اللہ تعالی کے نزدیک ان اوقات کی حرمت کی وجہ سے جیسے کہ حرمت والے مہینے ہیں 277، اور عشرۂ ذی الحجہ 278، اور لیلۃ القدر 279، یا بعض اشخاص کے لئے عظیم ہو جاتے ہیں، کہ

---

277. اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ**﴾[البقرة :217]

﴿ترجمہ: لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں قتال کرنا کیسا ہے؟، آپ کہہ دیجئے کہ اس میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے، اور اللہ کی راہ سے روکنا ہے، اور اس کا انکار کرنا ہے، اور مسجدِ حرام سے روکنا ، اور مسجدِ حرام والوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ تعالی کے نزدیک بڑا گناہ ہے﴾.

278. ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**مَا مِنْ أَيَّامٍ العَمَلُ الصَّالِحُ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ من هَذِهِ الأَيَّامِ -يَعْنِي :أيامَ الْعَشْرَ). قالوا : يا رَسُولَ اللَّهِ ! وَ لَا الْجِهَادُ فى سَبِيلِ اللَّهِ ؟ قال: (وَ لَا الْجِهَادُ فى سَبِيلِ اللَّهِ ؛ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ، فَلَمْ يَرْجِعْ من ذلك بِشَيْءٍ) ابوداود**، (325/2)(ح2438).اور البانی نے(صحیح سنن ابی داود)، (78/2)، (ح2438) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

279. اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ**﴾[القدر:3].﴿ترجمہ: لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے﴾.

نبی ﷺ کی بیویوں کے حق میں، اللہ تعالی کے نزدیک ان کے شرف وحرمت کی وجہ سے 280، اور جب یہ ان اوقات وشخصیات کے بارے میں ثابت ہے جن کی خاص حرمت ہو، تو یہ خاص حرمت والی جگہوں کے بارے میں بھی ثابت ہوگا، جیسے کہ حرم مکی شرفہ اللہ کے بارے میں 281.

نووی رحمہ اللہ نے مکہ کے بارے میں کہا ہے: (اس میں کا گناہ دوسری جگہوں کے گناہ سے اقبح ہے، جس طرح سے کہ اس میں کی نیکی دوسری جگہوں کی نیکی سے عظیم ہے) 282.

اور (مطالب اولی النھی) میں آیا ہے: (تنبیہ: یہ جان لو- اللہ تعالی تمہیں توفیق دے- کہ یہاں صرف حسنات کے دوبالا ہونے کی بات نہیں ہے بلکہ سیئات کا بھی وہی حال ہے، شریعتِ غراء اور ملتِ زھراء سے یہ بات معلوم ہے کہ شرائف زمان واحوال میں گناہ دوبالا ہوجاتا ہے، اسی طرح شرائف امکنہ میں بھی دوبالا ہوگا، کیا تم اسے نہیں دیکھتے جو ماہِ رمضان میں اور مدتِ احرام میں جماع کرنے پر مرتب ہوتا ہے، اور حرم میں دیت خطا کس طرح مغلظ ہوجاتی ہے، اور نبی ﷺ کی بیویوں کے تعلق سے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ [الأحزاب:٣٠].

= (یعنی: کوئی بھی ایسا دن نہیں ہے جس میں عمل صالح اللہ تعالی کو اتنا محبوب ہو جتنا ان دنوں میں یعنی: ایام عشر میں ہے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؛ الا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان ومال کے ساتھ نکلے اور ان میں سے کسی بھی چیز کے ساتھ واپس نہ آئے).

---

280. اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿يَٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ [الأحزاب:32]. ﴿ترجمہ: اے میرے نبی کی بیویو! تم کوئی عام عورتیں نہیں ہو﴾.

281. اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ﴾ [الحج : 30]. ﴿اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کا احترام کرے گا تو اس کا یہ عمل صالح اس کے رب کے نزدیک اجر وثواب کے اعتبار سے اس کے لئے زیادہ بہتر ہے﴾.

282. المجموع، (207/8).

﴿ترجمہ:تم میں سے جوکوئی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا﴾، دیکھو کیسے ان کا گناہ۔ اگر واقع ہو۔ ان کے شرف کی وجہ سے دوگنا ہوگیا ہے، اور اللہ تعالی نے ان کے اجر کے بارے میں فرمایا ہے:﴿وَ مَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيماً﴾ [الأحزاب:۳۱]، ﴿ترجمہ:اورتم میں سے جوکوئی اللہ اوراس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی، اور نیک عمل کرے گی تو اسے ہم دوہرا اجر دیں گے، اور ہم نے اس کے لئے عمدہ روزی تیار کررکھی ہے﴾ پس جس زمان ومکان میں زیادہ شرف پایا جائے گا اس میں گناہ اتنا ہی قبیح وشنیع ہوگا، اس لئے کہ سفیدی پر سیاہ دھبہ زیادہ واضح ہوتا ہے، کیا تم لوگوں کے اس قول کو نہیں دیکھتے: ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں)283.

ابن العربی رحمہ اللہ کا قول ہے:(وقت کی عظمت کے حساب سے جرائم عظیم ہوجاتے ہیں، جیسے کہ حرم کے مہینے میں، اسی طرح مکان کی عظمت کے حساب سے بھی، جیسے کہ بلد الحرام میں، اس صورت میں معصیت دوطرح سے ہوتی ہے: **ایک**: خود مخالفت کی وجہ سے، اور دوسرا: شہرِ حرام یا بلدِ حرام کی حرمت کو پامال کرنے کی وجہ سے)284.

اور ابن القیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اس سے مراد کیفیت کا دوبالا ہونا ہے کمیت کا نہیں، برائی کا انجام برا ہوتا ہے لیکن برائیاں متفاوت ہوتی ہیں، اس لئے کہ جو شخص بادشاہ کے دربار میں اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ ویسا نہیں ہے جو اس کے ملک کے گوشوں میں سے کسی گوشہ میں اس کی نافرمانی کرتا ہے)285.

---

283. مطالب اولی النھی،(386/2).

284. أحكام القرآن،(277/3).

285. زاد المعاد،(369/1).

خلاصہ : نیکیاں اور برائیاں حرمِ مکی کے اندر کیفیت کے اعتبار سے دوبالا ہوتی ہیں، کمیت کے اعتبار سے نہیں، اس لئے کہ اللہ کے حرم میں وہ زیادہ افحش اور اقبح ہوجاتی ہیں اور ان کا انجام بھیانک ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ یہ لگنے لگتا ہے کہ انہیں عددی اعتبار سے دوبالا کردیا گیا ہے[286].

286 دیکھئے: فضائل مکہ المکرّمۃ، (ص116).

چوتھا مبحث

حرم میں کفار کا داخلہ

اور اس میں پانچ مطالب ہیں:

پہلا مطلب: حرم میں کفار کا داخلہ حرام ہے.

دوسرا مطلب: مشرکین کی نجاست سے مراد.

تیسرا مطلب: مسجدِ حرام سے مراد.

چوتھا مطلب: حرم میں داخل ہوتے وقت کافر کی تعزیر.

پانچواں مطلب: بلادِ اسلام میں کفار کی اقامت.

پہلا مطلب

حرم میں کفار کا داخلہ حرام ہے

چونکہ بلد الحرام روئے زمین کا سب سے اشرف واقدس مقام ہے، لہذا اللہ نے اسے بہت سے عظیم خصائص سے نوازا ہے، ان میں سے اہم: اس میں مشرکین کے داخل ہونے کا حرام ہونا ہے، اس لئے کہ وہ بلدِ اسلام اور خالص توحید کا شہر ہے جس میں اللہ تعالی کے ساتھ کسی معبود کو شریک نہیں ٹھہرایا جاتا، اور اس کی زمین کو غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ ناپاک نہیں کیا جاتا، یہی جمہور یعنی: مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے 287.

دلائل:

اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا**﴾ [التوبۃ:٢٨] ﴿ترجمہ: اے ایمان والو! بلاشبہ مشرکین ناپاک ہوتے ہیں، اس لئے اس سال کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں﴾.

وجہ دلالت: اللہ تعالی نے مشرکین کو مسجدِ حرام کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے چہ جائیکہ وہ اس میں داخل ہوں.

ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اللہ تعالی نے اپنے مؤمن اور دینی وذاتی اعتبار سے طاہر بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین کو مسجدِ حرام کے پاس جانے سے منع کریں، جو کہ دینی اعتبار سے ناپاک ہیں، وہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اس کے قریب نہ جائیں، اور اس آیت کا نزول ۹ ھ میں ہوا تھا، چنانچہ

287. زاد المسیر، (419/3)؛ تفسیر ابن کثیر، (347/2)؛ المجموع، (518/2)؛ الشرح الکبیر، لابن قدامہ (621/10).

نبی ﷺ نے اس سال علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ارسال فرمایا تھا اور ان کو یہ حکم دیا تھا کہ مشرکین میں یہ اعلان کردیں (**أَلَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، ولا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ**) **288**.
(یعنی: کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے، اور کوئی خانۂ کعبہ کا ننگا طواف نہ کرے) پس اللہ تعالی نے اس کو پورا کیا، اور شرعاً وقدراً اس کو نافذ کیا) 289.

2- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع سے پہلے والے اس حج کے اندر جس کا رسول اللہ ﷺ نے ان کو امیر مقرر فرمایا تھا، مجھے ایک جماعت کے ساتھ بھیجا تا کہ قربانی کے دن لوگوں میں یہ اعلان کریں کہ: (**لايَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، ولا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَان 290**) 291.
(یعنی: اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ خانۂ کعبہ کا ننگا طواف کرے گا).

3- علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حج کے بارے میں پوچھا گیا، آپ کس چیز کے ساتھ بھیجے گئے تھے؟ انہوں نے کہا: میں چار چیزوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا: (**لا يَطُوفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَ بَينَ النبيِّ ﷺ عَهْدٌ، فَهُوَ إِلَى مُدَّتِهِ، وَمَن لَمْ يَكُنْ له عَهْدٌ؛ فَأَجَلُهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، ولا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ، ولا يَجْتَمِعُ الْمُشْرِكُونَ وَالْمُسْلِمُونَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا**) **292**.

(یعنی: کعبہ کا ننگا طواف نہ کیا جائے، اور جس کے اور نبی ﷺ کے درمیان عہد ہے تو وہ اس کی مقررہ مدت تک باقی رہے گا، اور جس کا کوئی عہد نہیں ہے تو اس کی مدت چار ماہ ہے، اور جنت میں صرف مؤمن

288. البخاری، (586/2)، (ح1543)؛ ومسلم، (982/2)، (ح1347).
289. تفسیر ابن کثیر، (347/2).
290. (**ولا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ**): یہ جاہلیت کے اس عمل کا ابطال ہے جس کے مطابق خانۂ کعبہ کا ننگا طواف کیا جاتا تھا. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (116/9).
291. البخاری، (586/2)، (ح1543)؛ ومسلم، (982/2)، (ح1347).
292. الترمذی، (276/5)، (ح3092)؛ اور کہا ہے: (حدیث حسن). البانی نے (صحیح سنن الترمذی)، (246/3)، (ح3092) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

نفس ہی داخل ہوگا،اوراس سال کے بعد مشرکین اور مسلمان جمع نہیں ہوں گے).

تمام کفار کو حرم میں داخل ہونے سے روکا جائے گا:

آیت کے اندر لفظ (المشرکین) تمام کفار کوشامل ہے، وہ اہل کتاب ہوں یا کوئی اور ہوں، اور وہ یہاں لفظ (فقیر ومسکین) کی طرح ہے کہ جب ان میں سے کسی ایک کو بولا جاتا ہے تو اس میں دوسرے کا معنی داخل ہوتا ہے، اور کبھی دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے ، جیسے کہ اللہ کے اس قول میں : ﴿**إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِينَ**﴾ [التوبۃ:٦٠] آیت کے اندر دونوں دومعنوں میں ہے، یہ دونوں جب ایک ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں تو الگ الگ معنی دیتے ہیں،اور جب الگ الگ ذکر کئے جاتے ہیں تو ایک معنی میں مستعمل ہوتے ہیں،بعینہ یہی حال لفظ (شرک وکفر) کا ہے.

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ﴿اللہ کے قول: **إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا** ﴾ [التوبۃ:٢٨]وغیرہ میں جولفظ شرک آیا ہے اس میں عام اہل علم کے نزدیک تمام کفار داخل ہیں، اہل کتاب بھی اور غیر اہل کتاب بھی، اس لئے کہ اس نے اس کو مفرد ومجرد ذکر کیا ہے، اگرچہ (مشرکین) کو جب اھلِ کتاب کے ساتھ جوڑ کر ذکر کیا جاتا ہے تو دونوں (یعنی :مشرکین واہل کتاب)دو الگ چیزیں ہوتی ہیں)293.

اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ مکہ کو ان کی زبانی حرام قرار دیا گیا،جس کے بعد وہ بلدِ حرام ہوگیا، پھرانہوں نے حرم کے حدود وعلامات متعین فرمائے ،تو رسول اللہ ﷺ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے مکہ کو ایک دوسرے اعتبار سے حرام قرار دیا ہے،یعنی اس میں کفار کے داخلہ کو حرام قرار دے کر.

---

293. الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ،لابن تیمیۃ(3/118-119)؛ دقائق التفسیر،(2/69).

دوسرا مطلب

مشرکین کی نجاست سے مراد

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ 294 میں مذکور مشرکین کی نجاست سے مراد کے بارے میں تین اقوال ذکر کئے ہیں:

(پہلا: وہ جسمانی طور پر ناپاک ہیں، جیسے (پہلا: وہ جسمانی طور پر ناپاک ہیں، جیسے کی کتا اور خنزیر ہے، ماوردی نے اس کو حسن اور عمر بن عبدالعزیز سے نقل کیا ہے. کی کتا اور خنزیر ہے، ماوردی نے اس کو حسن اور عمر بن عبدالعزیز سے نقل کیا ہے.

دوسرا: وہ نجس لوگوں کی طرح ہیں، ان پر واجب غسلِ جنابت کو ترک کرنے کی وجہ سے، اگرچہ ان کے ابدان ناپاک نہیں ہیں، اس کے قائل قتادہ ہیں.

تیسرا: چونکہ ہم پر ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے جس طرح انجاس (گندگیوں) سے اجتناب کیا جاتا ہے، چنانچہ اجتناب کے حکم کے اعتبار سے وہ انجاس کی طرح ہیں، اور یہی اکثر علماء کا قول ہے اور یہی صحیح بھی ہے)295.

(اور اللہ تعالی کے قول: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ میں صیغۂ حصر انہیں نجس اعتبار کرنے میں تردد کی نفی کے لئے ہے، گویا اسے انہیں نجس سے متصف کرنے میں مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے، جس کا یہ

---

294. ﴿نَجَسٌ﴾: یعنی: قذر، زجاج کہتے ہیں: ہر گندی چیز کو نَجَس کہا جاتا ہے،. اور فراء کا قول ہے: عرب اسی وقت نَجَس بولتے ہیں جب اس سے پہلے رِجس آئے، جب ایک کو استعمال کرنا ہو تو نَجَس لاتے ہیں. دیکھئے: زاد المسیر، (416/3).

295. زاد المسیر، (417/3).

مطلب ہوا کہ گویا نجسیت کے علاوہ ان کا اور کوئی وصف نہیں ہے)296.

جمہور علماء کی رائے ہے کہ: مشرک بدنی اور ذاتی طور پر نجس نہیں ہوتا، اس لئے کہ اللہ تعالی نے اہل کتاب کے کھانے کو حلال ٹھہرایا ہے 297، لہذا آیت کریمہ کے اندر مشرکین کی نجاست سے مراد معنوی نجاست ہے، یعنی: اعتقادی نجاست جو کہ اجسام کی نجاست سے زیادہ غلیظ ہے.

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضاء ناپاک ہیں، پیشاب و پائخانہ وغیرہ کے ناپاک ہونے کی طرح، اور جب آدمی کی پاکی ثابت ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو تو اس کا پسینا، لعاب اور آنسو سب پاک ہیں، چاہے وہ محدث یا جنبی ہو یا حائض ہو یا نفاس والی ہو، ان تمام باتوں پر مسلمانوں کا اجماع ہے)298، (اسی وجہ سے نبی ﷺ نے کافر قیدی کو مسجد میں باندھا، اور اللہ تعالی نے اہل کتاب کے کھانے کو مباح قرار دیا)299.

آیت کریمہ کا عام معنی:

اللہ تعالی مسلمانوں کو باور کرا رہا ہے اور انہیں صفتِ ایمان کے ساتھ پکارتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ: ﴿**يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ**﴾ اے ایمان والو! یقیناً یہ مشرکین جنہوں نے اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کی ﴿**نَجَسٌ**﴾ ناپاک ہیں، یعنی: اپنے عقائد و اعمال میں ناپاک ہیں، اور اس سے زیادہ بڑا ناپاک کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبودان باطلہ کی عبادت کرتے ہیں، جو کہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، اور نہ ان کے کوئی کام آسکتے ہیں؟ اور ان کی ساری تگ و دو یا تو اللہ تعالی کی محاربت کے لئے ہے، یا اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے، یا باطل کی مدد کے لئے، یا انکار حق اور روئے زمین

296. التحریر والتنویر، (160/10).

297. دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، (347/2).

298. شرح النووی علی صحیح مسلم، (66/4).

299. المجموع، (518/2).

میں فساد پیدا کرنے کے لئے ہے، ان کا کوئی کام اصلاح کے لئے نہیں ہے، لہذا یہ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تمام گھروں میں اشرف واطہر گھر کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرو...)300.

شرک کی نجاست دو طرح کی ہے:

ابن القیم رحمہ اللہ نے شرک کی نجاست پر گفتگو کے دوران کہا ہے: (جہاں تک شرک کی نجاست کی بات ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں: **نجاست مغلظہ اور نجاست مخففہ، مغلظہ**: شرک اکبر ہے جس کو اللہ تعالی معاف نہیں فرتا، اللہ تعالی اس کے ساتھ شرک کرنے کو معاف نہیں کرتا. اور **مخففہ**: شرک اصغر ہے جیسے کہ معمولی ریاء، مخلوق کو دکھانے کے لئے کچھ کرنا، اس کی قسم اٹھانا، اس سے ڈرنا اور اس سے امید لگانا، اور شرک کی نجاست عینی ہے، اسی وجہ سے اللہ نے شرک کو نَجَس (بفتح الجیم) کہا ہے، نَجِس (بکسر الجیم) نہیں کہا ہے، اس لئے کہ نَجَس عین نجاست ہے اور نَجِس (کسرہ کے ساتھ) ناپاک چیز کو کہتے ہیں، جس کپڑے کو پیشاب، یا شراب لگ جائے وہ نَجِس ہے اور وہ پیشاب وشراب نَجَس ہے، پس ناپاک ترین ناپاکی شرک ہے، اسی طرح وہ سب سے بڑا ظلم بھی ہے، **لغت اور شریعت میں نَجَس**: وہ گندگی ہے جس سے دور رہنا اور بچنا مطلوب ہو، اس طور پر کہ اسے چھوا اور سونگھا اور دیکھا نہ جائے.

مقصود یہ کہ: نجاست کبھی محسوس وظاہر ہوتی ہے، اور کبھی معنوی وباطنی ہوتی ہے، جس کی بنا پر خبث و نجاست قلب وروح پر چھا جاتی ہے)301.

---

300. تفسیر السعدی، (1/333-334) .

301 اغاثۃ اللہفان، (1/59-60).

تیسرا مطلب

مسجدِ حرام سے مراد

کتاب وسنت میں لفظ (مسجدِ حرام) کے کئی اطلاقات ہیں، کبھی اس سے مراد کعبہ ہوتا ہے، اور کبھی کعبہ اوراس کے گرد کی مسجد، اور کبھی پورا مکہ، اور کبھی مکہ اوراس کے چاروں طرف پھیلا حرم ہوتا ہے، شرعی نصوص میں ان چاروں اقسام کا ذکر ملتا ہے302:

1 - اس سے مراد کعبہ ہے: جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول میں: ﴿**فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**﴾[البقرۃ:۱۴۴]. ﴿ترجمہ: اپنا چہرہ کعبہ کی طرف کریں﴾.

2- کعبہ اوراس کے گرد کی مسجد مراد ہے: جیسا کہ نبی ﷺ کے اس قول میں: (**صَلاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ ؛ إِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**)303 (یعنی: میری اس مسجد میں **ایک نماز اس کے علاوہ دوسری مساجد کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، سوائے مسجدِ حرام کے**)

اور نبی ﷺ کے اس قول میں: (**لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ ...**)304 الی آخرہ. (یعنی: نہیں سفر کیا جائے گا (ثواب کی نیت سے) **مگر تین مساجد کی طرف ...**).

3 - اس سے مراد پورا مکہ ہے: جیسا کہ اللہ تعالی اس قول میں: ﴿**سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا**﴾[الاسراء:۱]. ﴿ترجمہ: (تمام عیوب ونقائص

302. المجموع، (3/189-190).

303. البخاری، (1/398)، (ح1133)؛ ومسلم، (2/ 1012)، (ح1394).

304. البخاری، (2/703)، (ح1893)؛ ومسلم، (2/1014)، (ح1397).

سے) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد) کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصی تک لے گیا ﴾.

4 - اس سے مراد مکہ اور اس کے چاروں طرف پھیلا پورا حرم ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالی اس قول میں : ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ [التوبۃ:٢٨] ﴿ ترجمہ: بلاشبہ مشرکین ناپاک ہوتے ہیں، اس لئے اس سال کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں ﴾.

آیت کے اندر (مسجدِ حرام) سے مراد:

آیت کے اندر مسجدِ حرام سے مراد کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا وہ نفس مسجد ہے یا پورا حرم ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں، اور راجح قول: اس سے مراد پورا حرم ہے، اور یہی جمہور کا قول ہے.

ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اور جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ کفار کو حرم میں رہنے، اس میں داخل ہونے اور طواف وغیرہ کے ذریعہ اسے آباد کرنے سے بالکلیہ روک دیا جائے گا)305.

دلائل :

1- اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبۃ:٦٠]

وجہ دلالت : تجارتوں کی جگہ عین مسجد نہیں تھی، اگر آیت کا مقصد کفار کو صرف مسجد حرام سے روک دینا ہوتا، تو اس ممانعت کی وجہ سے بعض مؤمنین کو فقر وحاجت کا ڈر کیوں ہوتا، انہیں اس کا ڈر اسی لئے تو ستا رہا تھا کیوں کہ کفار کو بازاروں اور مواسم حج میں شریک ہونے سے روک دیا گیا تھا جو کہ پورے حرم میں سجائے جاتے تھے306.

2- اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ [الاسراء:١].

---

305. فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، ابن رجب (482/2).

306. دیکھئے: التفسیر الکبیر، (22/16).

وجه دلالت: تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو ام ھانی کے گھر سے اسراء کرایا گیا تھا جو کہ مسجد سے باہر تھا، پس یہاں مسجدِ حرام سے مراد پورا حرم ہوگا307.

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (یہاں مسجدِ حرام سے مراد: پورا حرم ہے، چنانچہ کسی بھی مشرک کو کسی بھی حال میں حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، حتی کہ وہ پیغام رسانی کے لئے یا کسی دوسرے مہم میں آئے، اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ صاحب معاملہ اس کے پاس خود جائے گا، اگر وہ اس میں چھپ کر داخل ہوجائے اور بیمار ہوجائے پھر اس میں مرجائے تو اس کی قبر کو اکھیڑ دیا جائے گا اور حرم سے باہر کردیا جائے گا)308.

اللہ تعالی ہی مالداری عطا کرنے والا ہے:

آیت کریمہ اس پر دلالت کررہی ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی مالداری عطا کرنے والا ہے، حتی کہ اگر کفار کو حرم آ.نے اور بازاروں میں خرید وفروخت کرنے سے روک دیا جاتا ہے، اور مادّی اسباب منقطع ہوجاتے ہیں (تو رزق صرف ایک دروازہ اور ایک مقام پر محصور نہیں ہے، بلکہ ایک دروازہ بند ہوگا کہ بہت سے دروازے کھل جائیں گے، اللہ تعالی کا فضل وسیع اور اس کی سخاوت عام ہے، خاص کر اس شخص کے لئے جو کسی چیز کو اللہ تعالی کی رضا کے لئے چھوڑ دے، بے شک اللہ تعالی اکرم الاکرمین ہے، اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے، اس نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو مالدار بنایا، اوران کے لئے رزق کو اس طرح کشادہ کردیا کہ وہ تمام مالداروں اور ملوک سے زیادہ مالدار ہوگئے .اور اللہ تعالی کا قول: ﴿إِنْ شَاءَ﴾ مالداری کو اللہ کی مشیئت پر معلق قرار دیتا ہے، اس لئے کہ دنیا کے اندر مالدار ہونا لوازم ایمان میں سے نہیں ہے، اور نہ یہ اللہ کی محبت کی دلیل ہے، اسی وجہ سے اللہ نے اس کو اپنی مشیئت پر معلق کیا ہے، اللہ تعالی دنیا اس کو دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور جس کو وہ پسند نہیں کرتا ہے، مگر دین وایمان اسی کو دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے. ﴿إِنَّ اللَّهَ

---

307. دیکھئے: التفسیر الکبیر، (22/16)؛ الشرح الکبیر، لابن قدامۃ (621/10).

308. شرح النووی علی صحیح مسلم، (116/9).

عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ یعنی: اس کا علم وسیع ہے، وہ یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کے لئے مالداری مناسب ہے اور کس کے لئے مناسب نہیں ہے، وہ اشیاء کو ان کے مناسب مقام پر رکھتا ہے اور انہیں ان کے اصل مقام پر اتارتا ہے)309.

معلوم یہ ہوا کہ: آیت کے اندر مسجد سے مراد پورا حرم اور اس کے متعارف حدود ہیں، عین مسجد مراد نہیں ہے، اسی رائے پر عمل ثابت ہوا اور اسی کو اختیار کیا گیا، اسی کے مطابق حرم کے حدود کھینچے گئے، جس کو اللہ نے روئے زمین کا ایسا اکیلا خطہ بننے کا شرف عطا کیا ہے جس میں بغیر ویزا کے داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے، لیکن یہ ویزا ایک خاص نوع کا ہے، کوئی سیاسی وڈپلومیسی ویزا نہیں ہے، بلکہ اللہ پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کا ویزا ہے، اور پھر سرکاری پاسپورٹ پر اس کا اعلان کرنا ہے تاکہ اس کے لئے حرم میں داخلہ ممکن ہو سکے، اللہ تعالی حرم کے شرف کو اور اس کی عزت ومرتبت کو رہتی دنیا تک باقی رکھے.

309. تفسیر السعدی،(333,334/1).

چوتھا مطلب

حرم میں داخل ہونے پر کافر کی تعزیر

اس کافر کی تعزیر کے سلسلے میں کئی اہل علم نے گفتگو کیا ہے جو حرم میں داخل ہوتا ہےاور اس کے ذریعہ وہ محکم نصوص کی مخالفت کرتا ہے، ان میں سے ایک ماوردی رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، وہ کہتے ہیں: (دین اسلام کی مخالفت کرنے والے کسی بھی شخص کو خواہ وہ ذمی ہو یا معاہد ہو، یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ حرم میں داخل ہو، نہ مقیم کی حیثیت سے اور نہ وہاں سے گذرتے ہوئے، یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب اور اکثر فقہاء کی رائے ہے...اور اللہ تعالی کے قول:﴿ **إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا**﴾ یہ نص ہے جو مسلمان کے علاوہ کو اس میں داخل ہونے سے روکتی ہے، پس اگر اس میں مشرک داخل ہوتا ہے تو اسے سزا دیا جائے گا اگر وہ بغیر اجازت کے داخل ہوتا ہے، لیکن اس کے قتل کو مباح قرار نہیں دیا گیا ہے، اگر وہ اجازت کے ساتھ داخل ہو تو اس کو سزا نہیں دیا جائے گا، حالانکہ اسے اجازت دیئے جانے کو اچھا نہیں سمجھا گیا ہے، اور اگر اس کی حالت تعزیر کی متقاضی ہو تو تعزیر دیا جائے گا، مشرک کو حرم سے امن کے ساتھ نکال باہر کیا جائے گا، اور اگر مشرک حرم میں اسلام قبول کرنے کے لئے داخل ہونا چاہتا ہو تو اسے داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ داخل ہونے سے پہلے اسلام نہ لے آئے، اور اگر کوئی مشرک حرم میں مرجائے تو اس کو اس میں دفن کرنا حرام ہوگا، اسے حِل میں دفن کیا جائے گا، اگر حرم میں دفن کردیا گیا ہے تو اسے حِل کی طرف منتقل کردیا جائے گا، الا یہ کہ وہ سڑگل گیا ہو تو پھر اس میں چھوڑ دیا جائے گا، جس طرح جاہلیت کے اموات کو چھوڑ دیا گیا تھا، اس کے علاوہ بقیہ مساجد میں داخل ہونے کی اجازت دی جاسکتی ہے اگر داخل ہونے کا مقصد اس میں کھا کر اور سو کر اس کی بے عزتی کرنا نہ ہو، ایسا ہو تو پھر انہیں روک دیا جائے گا)310.

310. الأحكام السلطانية، للماوردي (188/1).

پانچواں مطلب

اسلامی مما لک میں کفار کی اقامت

مسلم مما لک میں اقامت کی حالت میں کفار کے تین حالات ہو سکتے ہیں:

بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (کفار کے حق میں جملہ بلاد اسلام کی تین قسمیں ہیں:

پہلی: حرم: کافر کے لئے اس میں داخل ہونا ہرگز جائز نہیں ہے، وہ ذمی ہو یا مستامن ہو، مذکورہ آیت کے ظاہر کے مطابق، اور اگر امام کے پاس بلاد کفار سے کوئی قاصد آئے اور امام اس وقت حرم میں ہو تو اسے حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ حرم سے باہر کسی شخص کو بھیجا جائے گا جو اس کے پیغام کو سنے گا، اہل کوفہ نے معاہد کافر کے لئے حرم میں داخل ہونا جائز قرار دیا ہے.

دوسری: بلادِ حجاز: بلاد اسلام میں سے دوسری قسم بلاد حجاز کی ہے: کافر کے لئے اجازت کے ساتھ اس میں داخل ہونا جائز ہے، لیکن وہ اس میں مقام سفر سے زیادہ دن تک قیام نہیں کر سکتا، اور وہ تین دن ہے، اس لئے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا :(**لَئِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللَّه لأُخرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى من جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، حتى لَا أَدَع فِيهَا اِلَّا مُسْلِماً**)311.

اور رسول اللہ ﷺ اس پر کار بند رہے نیز مسلمانوں کو اس کی وصیت بھی فرمائی اور کہا: (**أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ من جَزِيرَةِ الْعَرَبِ**)312، (یعنی: مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کرو) لیکن ابو بکر

311. مسلم، (1288/3)، (ح1767).

312. البخاری، (1111/3)، (ح2888)؛ ومسلم، (1258/3)، (ح1637).

رضی اللہ عنہ کو اس کا موقع نہیں ملا، البتہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں انہیں جلا وطن کر دیا اور ان میں سے تاجر کی حیثیت سے آنے والوں کے لئے تین دن مقرر فرما دیا، اور **جزیرۃ العرب**: لمبائی کے اعتبار سے **عدنِ ابین** کے آخری سرے سے لے کر ریفِ **عراق** تک ہے، اور چوڑائی میں **جدہ** اور اس کے سواحل سے لے کر اطراف **شام** تک ہے.

تیسری قسم: بقیہ سارے بلادِ اسلام کی ہے، کافران میں عقدِ ذمہ یا امان کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں، لیکن مساجد میں کسی مسلمان کی اجازت سے داخل ہو سکتے ہیں)313.

313. تفسیر البغوی، (282-281/2).

پانچواں مبحث

حرم کے درختوں کو کاٹنا

اوراس میں دو مطالب ہیں:

پہلا مطلب: جس کا کاٹنا حرام ہے.

دوسرا مطلب: جس کا کاٹنا جائز ہے.

پہلا مطلب

جس کا کاٹنا حرام ہے

اول: **درختوں کو کاٹنے کی حرمت :**

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ: حرم کے درختوں کو کاٹنا حرام ہے 314.

دلائل :

1 - ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**حَرَّمَ اللّٰهُ مَكَّةَ، فلم تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، ولا لِأَحَدٍ بَعْدِي، أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً من نَهَارٍ، لا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ 315 شَجَرُهَا ...**)316. (یعنی: اللہ نے مکہ کو حرام ٹھہرایا ہے، پس وہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں رہا، اور نہ میرے بعد کسی کے لئے، میرے لئے دن میں کچھ وقت کے لئے حلال کیا گیا تھا، اس کے پودوں اور گھاس کو نہیں اکھاڑا جائے گا اور نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا...)

2 - ابو شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ ، ولم**

---

314. دیکھئے: الاجماع، ابن المنذر، (ص 57)؛ شرح النووی علی صحیح مسلم، (125/9)؛ المغنی، (349/3)؛ فتح الباری، (44/4)؛ القِری لقاصد أم القری، (ص 641).

315. (يُعْضَد): بمعنی يُقطع ہے، اہل لغت نے کہا ہے: العضد بمعنی القطع ہے، کہا جاتا ہے: عضدت الشجرة: جب تم اسے کاٹ دو، اور عضد الشجر: یعنی اس نے اس کو معضد (کلہاڑی) سے کاٹ دیا، دیکھئے: غریب الحدیث لابن قتیبة (147/1)؛ لسان العرب، (182/10).

316. البخاری، (452/1)، (ح 1284).

يُحَرِّمْهَا النَّاس، فلا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ فيها دماً، ولا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً ...)317.(یعنی: مکہ کواللہ نے حرام قرار دیا ہے،اس کولوگوں نے حرام قرار نہیں دیا ہے، پس اللہ پر اور یوم ِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ اس میں کسی کا خون بہائے ، اور نہ یہ حلال ہے کہ اس کے کسی درخت کو کاٹے).

وجہ دلالت: یہ دونوں احادیث حرم کے درختوں کو کاٹنے کی حرمت پر دلالت کر رہی ہیں.

دوم: **تازہ و ہرے پودوں اور گھاسوں کو کاٹنے کی حرمت :**

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حرم کے ہرے بھرے پودوں اور گھاسوں کو کاٹنا حرام ہے318.

دلائل :

ا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (**حَرَّمَ اللَّـهُ مَكَّةَ، فلم تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، ولا لِأَحَدٍ بَعْدِي، أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً من نَهَارٍ، لا يُخْتَلَى خَلَاهَا ...**)318 (یعنی: اللہ نے مکہ کو حرام ٹھہرایا ہے، پس وہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں رہا، اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال رہا، میرے لئے دن میں کچھ وقت کے لئے حلال کیا گیا تھا، اس کے تازہ پودوں اور گھاسوں کو نہیں کاٹا جائے گا)319.

وجہ دلالت : حدیث حرم کے تازہ پودوں اور گھاسوں کو کاٹنے کی ممانعت پر دلالت کر رہی ہے.

---

317. البخاری، (51/1)، (ح104).

318. (الـــخَـــلا): تازہ پودے اور گھاس کو کہتے ہیں، ان کو کاٹنا اور اُکھاڑنا حرام ہے، سوکھے پودوں اور گھاسوں کو: حشیش اور ھشیم کہا جاتا ہے، دیکھئے: زاد المعاد، (451/3)؛ فتح الباری (48/4).

319. البخاری، (452/1)، (ح1284).

سوم: **خاردار جھاڑیوں کو کاٹنے کی حرمت:**

حرم کے اندر خاردار جھاڑیوں کو کاٹنے کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، اوران کے دو اقوال ہیں، اور راجح: حرم کی جھاڑیوں کو کاٹنے کی حرمت ہے، یہی جمہور 320 کا قول ہے، اسی کے قائل حنفیہ 321 ہیں، حنابلہ کی ایک وجہ یہی ہے 322، اسی کو نووی 323، ابن قدامہ 324، اور ابن القیم 325 نے راجح قرار دیا ہے.

دلائل:

1 -ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: (**إِنَّ هَـــذَا الْبَـلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ، لَا يُعْضَد 326شَوْكُهُ ...**)327. (یعنی: اس شہر کو اللہ تعالی نے حرام ٹھہرادیا ہے، اس کی خاردار جھاڑیوں کو نہیں کاٹا جائے گا).

2 -ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مرفوعاً آیا ہے: اس میں شاہد یہ ہے: (**وَلَا يُـــخْتَـــلَـــى شَوْكُهَا**) 328. (یعنی: اس کی جھاڑیوں کو نہیں کاٹا جائے گا).

3 -ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مرفوعاً آیا ہے: اس میں شاہد یہ ہے: (**لَا يُـــخْبَـــطُ** 329

320. دیکھئے: اعلام الساجد بأحکام المساجد، (ص 157)؛ فتح الباری، (4/44).
321. دیکھئے: المبسوط، (4/104).
322. دیکھئے: المغنی (3/169)
323. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (9/126)
324. دیکھئے: المغنی، (3/169).
325. زاد المعاد، (3/450).
326. (**لَا يُعْضَدُ**): یعنی: **لا يُقطعُ** (نہیں کاٹا جائے گا).
327. البخاری، (/575)، (ح 1510).
328. البخاری، (2/857)، (ح 2302)؛ ومسلم، (2/988)، (ح 1355).
329. (**لا يُـخْبَـط**): یعنی: لاٹھی وغیرہ سے مارا نہیں جائے گا تا کہ اس کی پتی ٹوٹ کر گرے. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (9/125)

شَوْكُهَا)330.

وجہ دلالت: حدیث کے الفاظ صراحت کے ساتھ حرم کی جھاڑیوں کو کاٹنے کی ممانعت پر دلالت کرر ہے ہیں.

4 - ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (جب نبی ﷺ نے اس کے درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے، جب کہ جھاڑیاں اس میں زیادہ پائی جاتی ہیں تو اس سے بھی اسے کاٹنے کی حرمت عیاں ہوتی ہے)331.

5 - ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اگر جھاڑیوں کو کاٹنے کی حرمت کے سلسلے میں کوئی نص نہ ہوتی تو بھی درختوں کو کاٹنے کی حرمت والی دلیل جھاڑیوں کو کاٹنے کی حرمت کی دلیل ہوتی، کیونکہ حرم کے عام درخت جھاڑی دار ہی ہوتے ہیں)332.

چہارم: جانوروں کے لئے چارہ لینے کی حرمت:

حرم سے جانوروں کے لئے چارہ لینے کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، اور ان کے دو اقوال ہیں، جن میں **راجح:** جانوروں کے چارہ کے لئے حرم سے گھاس اور پودے حاصل کرنا حرام ہے، اسی کے قائل ابو حنیفہ 333 اور احمد 334 ہیں، شافعیہ کا ایک قول یہی ہے 335، ابن حزم نے اسی کو راجح قرار دیا ہے 336.

---

330. مسلم، (989/2)، (ح1355).
331. المغنی، (169/3).
332. فتح الباری، (44/4).
333. دیکھئے: المبسوط، (104/4)؛ البحر الرائق، (78/3).
334. الفروع، (477/3)؛ الانصاف، (555/3).
335. المجموع، (453/7)؛ مغنی المحتاج، (307/2).
336. المحلی، (261/7).

دلائل :

1 - مجاہد بیان کرتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں شریک ہوئے 337 اس حال میں کہ وہ بیس سال کے تھے، ان کے ساتھ ان کا حرون 338 (سرکش) گھوڑا تھا، اور بھاری نیزہ تھا، ابن عمر اپنے گھوڑے کے لئے چارہ لینے گئے 339، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (آخر یہ عبداللہ، آخر یہ عبد اللہ 340) 341.

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: (عبداللہ کہاں گیا، عبداللہ کہاں گیا 342) 343.

وجہ دلالت : نبی ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس وقت انکار کیا جب انہوں نے حرم میں

---

337. مجاہد کا یہ قول: (ابن عمر رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں شریک ہوئے) اس پر محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے ان سے حدیث سنی ہے، نیز انہیں ان کی لمبی صحبت بھی حاصل رہی ہے اور ان سے بہت سی حدیثوں کی سماعت بھی کی ہے، ان کی ابن عمر سے مروی حدیثیں صحیحین میں پائی جاتی ہیں، اور ابن عمر کی وفات کے وقت ان کی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی.

338. (فَرسٌ حَرُونٌ): فرس حرون وہ گھوڑا ہے جو سرکش ہو اور جب اس کو تیز دوڑایا جائے تو کھڑا ہو جائے. کہا جاتا ہے: **حرنت الدابة تحرُن حِراناً و حُراناً** ، اور **حَرُنت**، یہ دونوں لغات ہیں. دیکھئے: لسان العرب، (100/4).

339. (**يختلي لِفَرَسِهِ**): یعنی: اپنے گھوڑے کے لئے چارہ توڑ رہے تھے.

340. (**إنَّ عَبْدَ اللَّهِ ، إنَّ عَبْدَ اللَّهِ**): کہا گیا ہے: اس سے نبی ﷺ کا مقصد زیادہ سے زیادہ ان کی تعریف کرنا تھا، اور یہ اس وقت ممکن نہ ہوتا جب خبر کو ذکر کر دیتے، وہ اسی میں متقید ہو جاتی اور دوسرے وصف کی طرف متعدی نہیں ہوتی. اور کہا گیا ہے: یہ ایسی خبر ہے جس میں نبی ﷺ کی طرف سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سرزنش کی گئی ہے اور ان کے فعل کا انکار کیا گیا ہے. **بعض کا کہنا ہے کہ**: اس کی پوشیدہ عبارت کے مطابق ان کے سلسلے میں اندیشے کا اظہار کرنا ہے اور نبی ﷺ نے یہ جملہ اظہار شفقت کے لئے کہا ہے. دیکھئے: الطبقات الکبری، لابن سعد (172/4).

341. مسند احمد، (12/2)، (ح 4600). اور محققین مسند نے (207/8)، (ح 4600) کہا ہے: (اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے)

342 (**أين عبدالله، أين عبد الله**): یہ استفہام انکاری ہے.

343. سنن البیہقی، (201/5)، (ح 9764)؛ وتاریخ مدینۃ دمشق، ابوالقاسم الشافعی، (97/31).

اپنے گھوڑے کے لئے چارہ حاصل کیا، اور آپ نے ان کے فعل کا اقرار نہیں کیا.

2 - عبید بن عمیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حرم کے درختوں میں سے کچھ کاٹ کر اپنے اونٹ کو چارہ کھلاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: (اس شخص کو میرے پاس لاؤ) ، پس اسے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: (اے عبداللہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مکہ حرام ہے، اس کے درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا، اس کے شکار کو نہیں ہنکایا جائے گا، اور اس کی گری ہوئی چیز کو اٹھانا صرف اسی شخص کے لئے حلال ہوگا جو اس کی تشہیر واعلان کرنا چاہے؟) اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے اس کام پر صرف اس بات نے آمادہ کیا کہ میں اپنے نضو 344 (لاغر اونٹ) کو چارہ کھلاؤں، کیوں کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ مجھے میرے اہل تک نہ پہنچا سکے، اور میرے پاس زادراہ اور نفقہ نہیں ہے، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اس کے خلاف کچھ کرنے کے بجائے اس کے لئے نرم پڑ گئے، پھر اس کو صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک توانا وتندرست اونٹ دینے کا حکم فرمایا اور اسے دے دیا گیا، پھر انہوں نے کہا: (حرم کے درختوں سے کچھ کاٹنے کی دوبارہ کوشش نہ کرنا) 345.

وجہ دلالت: عمر رضی اللہ عنہ نے حرم کا درخت کاٹنے پر اس شخص کی نکیر فرمائی، جو جانوروں کو کھلانے کے لئے حرم سے چارہ لینے کی حرمت پر دلالت کر رہی ہے.

3- طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ دیگر اصحاب رسول ﷺ کی موجودگی میں کیا، مگر کسی نے ان کے اس فیصلہ کا انکار نہیں کیا اور نہ ان کی مخالفت کیا، پس یہ اس بات دلیل ہے کہ اس

---

344. (نِـضْواً لِی) :نِضْو: (کسرہ کے ساتھ): لاغر اونٹ کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے: تمام لاغر چوپایوں کو کہتے ہیں، اور اکثر اسی معنی میں آتا ہے. دیکھئے: لسان العرب (148/14).

345. أخبار مکۃ، للفاکھی، (370/3)، (رقم 2225)؛ تھذیب الآثار، ابن جریر طبری، (17/1)، (رقم 25). اور اس کو سیوطی نے جامع الاحادیث- الجامع الصغیر وزوائدہ اور الجامع الکبیر، (251/14)، (رقم 3199) میں جگہ دیا ہے، لفظ انہیں کا ہے اور اس کی سند صحیح ہے.

معاملہ میں صحابہ ان کے موافق تھے)346.

پنجم: حرم کے درختوں کو کاٹنے کی جزاء:

شجرِ حرم کو کاٹنے کی جزاء کے سلسلے میں علماء کے دواقوال ہیں: اور راجح یہ ہے کہ: حرم کے درختوں کو کاٹنے پر کوئی جزاء نہیں ہے حالانکہ اذخر گھاس کو چھوڑ کر تمام درخت اور پودے کاٹنا حرام ہے، اس پر توبہ و استغفار واجب ہے، اس کے قائل: عطاء 347، مالک 348، ابوثور 349، اور داود ہیں 350، اسی کو ابن المنذر 351 اور ابن حزم 352 نے راجح قرار دیا ہے.

دلیل:

1 - جزاء کے وجوب کے سلسلے میں کتاب یا سنت یا اجماع سے ایسی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے

2- کئی علماء نے اس کی صراحت کی ہے کہ اس سلسلے میں کوئی جزاء نہیں ہے، ان علماء میں سے یہ لوگ بھی ہیں:

أ - امام مالک رحمہ اللہ: ان کا قول ہے: (اس محرم پر کچھ بھی عائد نہیں ہے جو حرم کے درختوں میں سے کسی درخت کو کاٹے، اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ کسی نے اس پر کوئی جزاء مقرر کیا ہے، ہاں اس نے بہت غلط کام کیا ہے)353.

---

346. شرح مشکل الآثار، (180/8).

347. دیکھئے: تھذیب الآثار، للطبری (235/1).

348. دیکھئے: الموطأ، (420/1)؛ المدونۃ (451/1).

349. دیکھئے: المغنی، (170/3).

350. دیکھئے: البنایۃ، (356/4).

351. دیکھئے: الفروع، (478/3).

352. دیکھئے: المحلی، (261/7).

353. دیکھئے: الموطأ، (420/1).

ب - ابن المنذ ررحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہے: (مجھے ایسی کوئی دلیل معلوم نہیں جو حرم کے درختوں کے سلسلے میں کچھ واجب قرار دیتی ہو، نہ کتاب سے، نہ سنت سے، اور نہ اجماع امت سے، اور میں وہی کہتا ہوں جو مالک نے کہا ہے: ہم اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتے ہیں)354.

ج - ابن حزم رحمہ اللہ کا قول ہے: (مالک اور ابو سلیمان نے کہا ہے: اس میں کچھ بھی واجب نہیں ہے، اور یہی حق ہے، اس لئے اگر اس میں کچھ واجب ہوتا تو نبی ﷺ اس کو ضرور بیان فرماتے، اور بغیر قرآن و سنت کے نہ تو قربانی مقرر کرنا جائز ہے، اور نہ روزہ واجب قرار دینا، اور نہ کھلانے اور صدقہ کرنے کا تاوان مقرر کرنا)355.

د - اور صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کا قول ہے: (شجرِ مکہ کے سلسلے میں محرم پر کچھ عائد نہیں ہے، کیونکہ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس سے حجت قائم ہو سکتی ہو، اور نبی ﷺ سے یہ جو روایت کیا جاتا ہے کہ آپ نے اس بڑے درخت کے بارے میں کہا ہے جس کو جڑ سے کاٹ دیا جاتا ہے کہ اس میں ایک گائے ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے، اور جزاء کے سلسلے میں بعض سلف سے جو منقول ہے اس میں کوئی حجت نہیں ہے356.

354. المغنی، (170/3)؛ اور دیکھئے: شرح صحیح البخاری لابن بطال، (498/4).

355. المحلی، (261/7).

356. الروضۃ الندیۃ، (84/2).

دوسرا مطلب

جس کا کاٹنا جائز ھے

اول: نباتات میں سے اذخر کو کاٹنا جائز ھے :

تمام علماء کا اذخر 357 کے استثناء کے اوپر اتفاق ہے، یعنی نباتات حرم میں سے اس کو کاٹنا جائز ہے 358.

دلائل :

1 - ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: (**إنَّ هَـــذَا الْبَـلَـدَ حَـرَّمَهُ اللَّهُ يوم خَلَقَ السَّمَاوَاتِ والأَرْضَ ... وَ لَا يُخْتَلَى خَلَاهُ**).(یعنی: اس شہر کو اللہ تعالی نے اسی دن حرام ٹھہرادیا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا...، اس کے درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا)، عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اذخر کے علاوہ؛ وہ ان کے قین (لوہاروں، زرگروں) اور بیوت 359(اور گھروں) کے لئے ہے، آپ نے فرمایا: (اذخر کے علاوہ) 360.

357. **الاذخـــر**: ایک خوشبودار پودا جو اہل مکہ کے درمیان معروف تھا، اس کی جڑ زمین کی تہہ میں ہوتی ہے اور اس کی دو پتلی ڈالیاں ہوتی ہیں، وہ نرم اور سخت دونوں طرح کی زمین میں ہوتا ہے، اس کو لکڑیوں کے اوپر رکھ کر چھت بنایا جاتا ہے، نیز اس کو مُردوں کو معطر کرنے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے. دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (33/1)؛ فتح الباری، (49/4).

358. دیکھئے: الاجماع لابن المنذر، (ص 57)؛ شرح النووی علی صحیح مسلم، (125/9)؛ المغنی، (349/3)؛ فتح الباری، (44/4)؛ القری لقاصد أم القری، (ص 641)؛ اعلام الساجد بأحکام المساجد للزرکشی (ص 160).

359. لفظ ہے: (**فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَ لِبُيوتِهِمْ**) : **قَيْن**: (قاف کے فتحہ کے ساتھ) لوہار اور زرگر (سونار) کو کہتے ہیں، پس معنی ہوگا: جس کی ضرورت لوہار اور سونار کو آگ جلانے کے لئے ہوتی ہے، نیز گھروں کی چھتوں میں اس کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ لوگ اسے لکڑیوں کے اوپر رکھتے ہیں. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (127/9).

360. البخاری، (1164/3)(ح 3017)؛ ومسلم، (986/2)، (ح 1353).

2-ایک لفظ میں ہے: عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اذخر کے علاوہ اے اللہ کے رسول! کیونکہ وہ لوہاروں سناروں اور گھروں کے لئے ضروری ہے، پس آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: (اذخر کے علاوہ)361.

3-اور ایک لفظ میں ہے: عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: سوائے اذخر کے کہ وہ ہمارے زرگروں اور قبروں کے لئے ہے362، نبی ﷺ نے فرمایا: (سوائے اذخر کے)363.

وجہ دلالت: نباتِ حرم میں سے کاٹنے کے جواز کے ساتھ اذخر کا استثناء لوگوں کو اس کی ضرورت ہونے کی بنا پر ہے.

دوم: **ان درختوں اور پودوں کو کاٹنے کا جواز جن میں منفعت ہو:**

حرم کے درختوں میں سے بعض کے اندر لوگوں کے لئے منفعت بخش چیزیں پائی جاتی ہیں، جیسے کہ پھل اور دوائیں وغیرہ، اور ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

أ- جو لوگوں کے دواء وعلاج میں نفع بخش ہو:

علماء کا ان پودوں کو کاٹنے کے سلسلے میں اختلاف ہے جن میں لوگوں کے لئے دوا کا سامان ہو، اس بارے میں ان کے دو اقوال ہیں: اور راجح یہ ہے کہ: اشجارِ حرم میں سے اس شجر کا کاٹنا جائز ہے جس میں لوگوں کے لئے دوا کا سامان ہو، جیسے کہ سنا364 وغیرہ ہے، اور ائمہ میں سے امام مالک365 اور

361. البخاری، (1567/4)، (ح4059).

362. لفظ ہے: (لِصَاغَتِنَا وَ قُبُورِنَا): یعنی: قبروں میں اس کی ضرورت ہوتی ہے، لکڑیوں اور اینٹوں کے درمیان پائے جانے والے سوراخوں کو بند کرنے کے لئے. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (127/9).

363. البخاری، (452/1)، (ح1284).

364. **السنا:** ایک حجازی پودا ہے جس میں افضل مکی ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ پرانے دردسر، خارش، پھنسی اور کھجلی وغیرہ میں مفید ہے. دیکھئے: زاد المعاد، (75/4).

365. دیکھئے: المدونہ، (451/1)؛ التاج والاکلیل، (262/4).

شافعی366اسی کے قائل ہیں.

اشجارِحرم سے مسواک لینے کے سلسلے میں بھی علماء کے دواقوال ہیں،جن میں راجح جواز کا قول ہے، اس لئے کہ اس میں منفعت ہے لہذا وہ اذخر کی مانند ہے،امام مالک 367 اور شافعی 368 نے اسی کو اختیا رکیا ہے.

دلائل :

☆لوگوں کودواء کی حاجت اذخر کی حاجت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے.

☆زرکشی رحمہ اللہ کا قول ہے: (اگر دواوغیرہ کےطور پر اس کی ضرورت ہوتو صحیح یہ ہے کہ اس کا کاٹنا حرام نہیں ہے،اس لئے کہ اس کی حاجت اذخر کی حاجت سے زیادہ اہم ہے،اورشریعت نے اذخر کو مستثنی قراردیا ہے)369.

ب- جو لوگوں کے لئے بطور غذا منفعت بخش ہو :

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اشجارِحرم سے پھل حاصل کرنا جائز ہے، جیسے کے کماۃ وغیرہ اوروہ چیزیں ہیں جن سے غذا حاصل کیا جا تا ہے، جیسے کہ سبزی وغیرہ، یہی جمہور یعنی: حنفیہ 370، مالکیہ 371،شافعیہ 372اورحنابلہ 373 کا مذہب ہے.

---

366. دیکھئے: المجموع،(451/7)؛مغنی المحتاج،(307/2).

367. دیکھئے: حاشیۃ الدسوقی،(321/2)؛حاشیۃ العدوی،(373/2).

368. دیکھئے: اعلام الساجد(ص159)؛مغنی المحتاج،(306/2).

369. دیکھئے: اعلام الساجد بأحکام المساجد،(ص158).

370. دیکھئے: المبسوط،(105/4)؛بدائع الصنائع،(316/2).

371. دیکھئے: مواھب الجلیل،(264/4).

372. دیکھئے: الحاوی الکبیر،(313/4)؛مغنی المحتاج،(307/2).

373. دیکھئے: المغنی،(351/3)؛الفروع،(475/3).

دلائل :

1 - وہ شجر وخلا کے مسمی سے خارج ہے، پس وہ نہ شجر ہے اور نہ حشیش.

2 - لوگوں کو اس کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی اذخر کی، بلکہ اس سے بھی زیادہ.

3 - نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ اشجارِ حرم سے پھلوں کو لینا جائز ہے)374.

4 - ابن قدامہ کا قول ہے: (حرم سے کماۃ (سانپ کی چھتری) لینا جائز ہے)375.

ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: (کماۃ، عساقل اور بناتِ اوبر، یہ مختلف قسمیں ہیں جو ایک ہی جنس میں داخل ہیں اور وہ فقع (سانپ کی چھتری جو سفید اور نرم ہوتی ہے) ہے، یہ سب حلال ہیں، اس لئے کہ یہ نہ اشجار میں سے ہیں اور نہ حشیش میں سے)376.

سوم: **ان پودوں کو کاٹنا جائز ہے جن کو آدمی نے اُگایاہو:**

علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ جن پودوں کو آدمی اُگائے انہیں کاٹنا جائز ہے، جیسے کہ اناج کے پودے، سبزیوں اور پھولوں کے پودے وغیرہ، اس پر اجماع نقل کرنے والوں میں: ابن المنذر 377، قاضی عیاض 378، کاسانی 379، اور ابن قدامہ 380 ہیں.

374. دیکھئے: المجموع، (379/7).

375. المغنی، (170/3).

376. الشرح الممتع، (253/7).

377. الاجماع، (ص 57).

378. شرح صحیح مسلم، للقاضی عیاض (471/4).

379. دیکھئے: بدائع الصنائع، (316/2)

380. دیکھئے: المغنی، (349/3).

البتہ علماء کے درمیان حرم کے ان درختوں کو کاٹنے کے سلسلے میں اختلاف ہے جو انسانی کوشش سے اُگتے ہیں خود سے نہیں اُگتے، اور راجح یہ ہے کہ: ان کو کاٹنا جائز ہے، اور جمہور اسی کے قائل ہیں 381.

دلیل:

لوگ نبی ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک بغیر کسی نکیر و اعتراض کے ہمیشہ حرم کے اندر پودے لگاتے اور کاٹتے رہے ہیں.

دلیل اجماع:

کئی اہل علم نے آدمی کی طرف سے لگائے جانے والے پودوں کو کاٹنے کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، ان میں سے یہ علماء قابل کر ہیں:

1 - ابن المنذ ر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جن پودوں کو لوگ حرم میں اگاتے ہیں ان کا کاٹنا مباح ہے جیسے کہ سبزیاں، غلّے اور خوشبودار پودے وغیرہ ہیں) 382.

2 - ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: (سبزیاں، غلّے اور خوشبودار پودے وغیرہ کی شکل میں جن پودوں کو لوگ حرم میں لگاتے ہیں انہیں کاٹنے کی اباحت پر تمام علماء کا اجماع ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کے ذریعہ لگائے جانے والے کھجور کے درخت اور دوسرے درختوں کو کاٹنا مباح ہے، اس لئے کہ وہ ان کے ذریعہ لگائے جانے والے پودوں کی طرح ہیں جن کی وہ کاشت کرتے ہیں، پس ان کا کاٹنا جائز ہے) 383.

3 - اور سرخسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (جس کی لوگ عادتاً کاشت کرتے ہیں اسے حرم کی حرمت حاصل نہیں ہے، خواہ اسے لوگ اگائے ہوں یا اپنے آپ اُگا ہو، اس لئے کہ لوگ نبی ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک حرم میں کسی منکر کی نکیر اور کسی زاجر کے زجر کے بغیر کاشت کرتے اور کاٹتے آئے ہیں) 384.

---

381. دیکھئے: المبسوط، (103/4)؛ التاج والاکلیل، (262/4)؛ المھذب، (399/1)؛ الانصاف، (553/3).

382. دیکھئے: الاجماع، (57).

383. شرح صحیح البخاری، لابن بطال (498/4).

384. المبسوط، (103/4).

چہارم: خشک درخت اور گھاس کو کاٹنے کا جواز :

حرم کے خشک درختوں اور گھاسوں کو کاٹنے کے سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے، اوران کے دو اقوال ہیں: اور راجح قول: حرم کے خشک درختوں اور گھاسوں کو کاٹنے کا جواز ہے، یہی جمہور کا قول ہے، اسی کے قائل ابوحنیفہ 385، شافعی 386، اوراحمد 387 ہیں، اوراسی کو نووی 388، ابن تیمیہ 389، اورابن القیم 390 نے راجح ٹھہرایا ہے.

دلائل :

1 - ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**حَرَّمَ اللَّهُ مَكَّةَ ... لَا يُخْتَلَى** 391 **خَلَاهَا**392...)393.

(اللہ تعالی نے مکہ کو حرام ٹھہرایا ہے...اس کے ہرے بھرے پودوں اور گھاسوں کو نہیں کاٹا جائے گا)

وجہ دلالت : ہرے بھرے پودوں اور گھاسوں کو کاٹنے کی حرمت اس کی دلیل ہے کہ خشک

---

385. دیکھئے: بدائع الصنائع، (210/2)؛ البحر الرائق، (76/3).

386. دیکھئے: ھدایۃ السالک، (718/2)؛ مغنی المحتاج، (305/2).

387. دیکھئے: المغنی، (350/3)؛ الفروع، (475/3).

388. دیکھئے: المجموع، (448/7).

389. دیکھئے: مجموع الفتاوی، (117/26).

390. دیکھئے: زادالمعاد، (450/3).

391. (**يُخْتَلَى**) : بمعنی: **يُقْطَع** یعنی: کاٹنے کے معنی میں ہے.

392. (**الخلا**): ہرے پودے اور گھاس، اور **اختلاؤ ہ**: یعنی اس کو کاٹنا، جب وہ خشک ہوجائے گا تو اس کو حشیش کہیں گے دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (75/2)؛ لسان العرب، (151/5).

393. البخاری، (425/1)، (ح1284).

پودوں اور گھاسوں کو کاٹنا جائز ہے.

2- خشک پودے اور درخت مردہ شکار کے مثل ہیں 394، عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (خشک کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ مردہ شکار کا حکم ہے)395.

3- خشک درخت اور پودے کو کاٹنا اس لئے جائز ہے کیونکہ وہ مر چکا ہے اور حد نمو سے خارج ہو چکا ہے 396، کاسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (خشک درخت کو کاٹ کر اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہی حکم خشک گھاس کا ہے، اس لئے کہ وہ مر چکا ہے اور حد نمو سے خارج ہو چکا ہے)397.

پنجم: **ٹوٹی اور اکھڑی ہوئی ڈالیوں اور درختوں سے فائدہ اٹھانا:**

آدمی کے فعل کے بغیر از خود ٹوٹی ہوئی ڈالیوں، اکھڑے ہوئے درختوں اور گرے ہوئے پتوں سے فائدہ اٹھانے کے جواز میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے 398.

دلائل:

1 - رسول اللہ ﷺ کا مکہ کے بارے میں قول ہے: (**ولا يُعْضَدُ 399شَجَرُهَا**)400. (**یعنی: اس کے درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا**)

2 - آپ ﷺ کا یہ بھی قول ہے: (**ولا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً**)401. (اور اس کے کسی درخت کو نہ کاٹے).

394. دیکھئے: المغنی، (350/3)؛ فتح الباری، (48/4).

395. عمدۃ القاری، (166/2).

396. دیکھئے: الھدایۃ، (94/3).

397. بدائع الصنائع، (210/2).

398. بدائع الصنائع، (210/2)؛ ردالمختار، (603/3)؛ مطالب اولی النھی، (378/2).

399. (**ولا يُعْضَد**): یعنی: نہیں کاٹا جائے گا.

400. البخاری، (452/1)، (ح1284).

401. البخاری، (51/1)، (ح104).

وجہ دلالت : یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ درخت اگر خود سے اکھڑ جائے، یا اس کی ڈالی ٹوٹ جائے، تو اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، کیونکہ اس کو کسی آدمی نے نہیں کاٹا ہے.

3 -ابن القیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ درخت اگر خود سے اکھڑ جائے، یا اس کی ڈالی از خود ٹوٹ جائے، تو اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس لئے کہ اس نے اس کو نہیں کاٹا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے)402.

4-ابن قدامہ رحمہ اللہ بیان ہے: (آدمی کے فعل کے بغیر از خود ٹوٹی ہوئی ڈالیوں، اکھڑے ہوئے درختوں اور گری ہوئی پتیوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام احمد نے اس کو نصاً بیان کیا ہے، اور اس میں اسی اختلاف کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے)403.

ششم: **حرم میں جانوروں کو چرانا جائز ہے :**

حرم میں جانوروں کو چرانے کے سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے، اور ان کے دو اقوال ہیں، اور ان میں راجح قول: حرم میں جانوروں کو چرانے کے جواز کا قول ہے، اس کے قائل امام مالک 404، شافعی 405، احمد ایک روایت میں 406، اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یوسف 407 ہیں.

دلائل :

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: (میں ایک جوان گدھے پر بیٹھ کر آیا، اس

402. زاد المعاد، (450/3).

403. المغنی، (169/3).

404. المدونۃ، (451/1)؛ مواھب الجلیل، (262/4).

405. دیکھئے: المھذب، (400/1)؛ مغنی المحتاج، (307/2).

406. دیکھئے: المغنی، (351/3)؛ الاقناع، (606/1).

407. المبسوط، (104/4)؛ البحر الرائق، (78/3).

وقت میں سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا، رسول اللہ ﷺ لوگوں کو منی میں غیر جدار کی طرف نماز پڑھا رہے تھے، میں بعض صف کے سامنے سے گذرا، پھر میں اترا اور گدھے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا، پھر صف میں داخل ہو گیا ،اور کسی نے بھی میرے اس فعل کا انکار نہیں کیا)408.

وجہ دلالت: اس میں حرم کے اندر جانوروں کو چرانے کے جواز کی دلیل پائی جا رہی ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے اور آپ کے ساتھ موجود صحابۂ کرام نے گدھے کو منی میں چرنے کے لئے چھوڑ دینے کا انکار نہیں کیا.

2- حرم میں بکثرت قربانی کے جانور داخل ہوتے رہے ہیں، اور یہ منقول نہیں ہے کہ ان کے منہ باندھ یا بند کر دیئے جاتے تھے409.

3 - لوگوں کو جانور چرانے کی ضرورت اذخر استعمال کرنے کی ضرورت کی طرح ہے410.

ابن عابدین کہتے ہیں: (لوگوں کو حرم کے باہر جانور چرانے کا حکم دینے میں غیر معمولی مشقت ہے)411.

بنابریں: حرم میں جانور کا چرنا اور اس کے درختوں اور اس کے پتوں کو پودوں سمیت کھانا شرعاً جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ حرام یہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ جانوروں کے مالک اپنے جانوروں کے چارہ کے لئے گھاس اور پودے کاٹیں، اور دونوں مسئلوں کے درمیان فرق واضح ہے.

---

408. البخاری،(187/1)،(ح471)؛ ومسلم،(361/1)،(ح504).

409. دیکھئے: ردالمحتار،(606/3)؛ مغنی المحتاج،(305/2)؛ المغنی،(351/3).

410. دیکھئے: المھذب،(400/1)؛ مطالب اولی النھی،(378/2).

411. دیکھئے: منحۃ الخالق علی البحر الرائق_ بھامش البحر الرائق،(78/3).

چھٹا مبحث

حرم کے شکار

اوراس میں پانچ مطالب ہیں:

پہلا مطلب: صید سے مراد.

دوسرا مطلب: صیدِ حرم کا حکم.

تیسرا مطلب: حلال ومحرم کے لئے شکار کوقتل کرنے کا فدیہ.

چوتھا مطلب: عمداور خطا کے درمین فرق.

پانچواں مطلب: حرم میں شکار کوداخل کرنا.

پہلا مطلب

صید (شکار) سے مراد

اللہ تعالی نے اپنے اس قول میں حرم کے اندر شکار کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ﴾ المائدة:۹۵] ﴿ترجمہ: اے ایمان والو! تم حالت احرام میں شکار کو قتل نہ کرو﴾، تو آخر صید (شکار) سے یہاں کیا مراد ہے؟

آیت کے اندر صید سے مراد جس کے اندر تین امور متحقق ہوں:

پہلا: **شکار ایسا ہو جس کا کھانا مباح ہو.**

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے: (کفارہ اس شکار میں مقرر کیا گیا ہے جس کا کھانا حلال ہو) 412.

دوسرا: **شکار وحشی (جنگلی) ہو.**

اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غیر وحشی جانور کو، جیسے کہ بھیمۃ الانعام، گھوڑا اور مرغی وغیرہ کو ذبح کرنا اور کھانا محرم کے لئے حرام نہیں ہے، اس لئے کہ وہ وحشی نہیں ہے، اس کو ابن حزم 413، ابن قدامہ 414 اور ابن حجر وغیرہم نے بیان کیا ہے.

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ صید سے مراد وہ وحشی حیوان ہے جس کا کھانا

---

412. المغنی، (266/3).

413. دیکھئے: مراتب الاجماع، (ص 44).

414. دیکھئے: المغنی، (267/3).

حلال آدمی کے لئے جائز ہے، اور جس کو قتل کرنا جائز ہے اس میں کچھ واجب نہیں ہے)415.

تیسرا: شکار برّی ہو آبی نہ ہو.

اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ [المائدة:٩٦] ﴿ترجمہ: تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال بنادیا گیا ہے، تاکہ تم اور سفر کرنے والے دوسرے قافلے فائدہ اٹھائیں، اور جب تک تم حالت احرام میں رہو، تمہارے اوپر خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام کردیا گیا ہے﴾.

ابن العربی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (جب اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ [المائدة:٩٥] تو اس کا عموم ہر برّی و بحری جانور پر جاری ہوگیا، یہاں تک کہ اللہ تعالی کا یہ قول آگیا: ﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ [المائدة:٩٦]. اس کے بعد اللہ نے بحری شکار کو مطلق مباح ٹھہرادیا، جب کہ برّی شکار کو احرام والوں پر حرام کردیا، پس یہ تقسیم اور تنویع بحری شکار کے ممانعت سے خارج ہونے کی دلیل ہوگئی)416.

محرم کے لئے بحری جانور کے شکار کا مباح ہونا علماء کے درمیان محل اجماع ہے، اس اجماع کو ابن المنذر 417، ابن حزم 418، اور ابن قدامہ 419 وغیرہم نے نقل کیا ہے.

---

415. فتح الباری، (21/4).

416. أحکام القرآن، (175/2).

417. دیکھئے: الاجماع، (51).

418. مراتب الاجماع، (ص 44).

419. المغنی، (270/3).

دوسرا مطلب

صیدِ حرم کا حکم

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حرم کا شکار محرم اور حلال دونوں پر حرام ہے420.

دلائل:

1- ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: (**إِنَّ هَـذَاالْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ 421صَيْدُهُ...**)422.(یعنی: اللہ نے اس شہر کو حرام ٹھہرادیا ہے، اس کے خاردار درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا اور اس کے شکار کو نہیں ہنکایا جائے گا).

2- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ فتح کرادیا تو آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کیا پھر فرمایا: (...اس کے شکار کو نہیں ہنکایا جائے گا)423.

وجہ دلالت: اس میں حلال ومحرم کے لئے حرم کے شکار کی صریح حرمت پائی جاتی ہے.

3- عکرمہ مولی ابن عباس نے کہا ہے: (اس کے شکار کو ہنکانے کا مطلب جانتے ہو، وہ یہ ہے کہ اس کو

---

420. شرح النووی علی صحیح مسلم، (125/9)؛ المغنی، (344/3)؛ اعلام الساجد بأحکام المساجد (ص154).

421. (لا يُـنـفّـرُ): یعنی: اس کو اس کی جگہ سے نہیں بھگایا جائے گا، اور نہ اس کے ازالہ کی کوشش کی جائے گی، اور کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے: اس کو سایہ سے دور کرکے خود اس کی جگہ کو لے لینا. دیکھئے: تفسیر غریب ما فی الصحیحین البخاری ومسلم، محمد بن ابی نصر (150/1).

422. البخاری، (575/2)؛ ومسلم، (986/2)، (ح1353).

423. البخاری، (857/2)، (ح2302)؛ ومسلم، (988/2)، (ح1355).

سایہ سے بھگادے اوراس کی جگہ نازل ہوجائے)424.

اس سلسلے میں اهل علم کے اقوال:

1 -امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (علماء نے کہاہے: نبی ﷺ نے تنفیر کے ذریعہ اتلاف وغیرہ کی طرف اشارہ فرمایاہے،اس لئے کہ جب تنفیر حرام ہےتو اتلاف بدرجۂ اولی حرام ہوگا) 425.

2-اورابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اس کواس کی جگہ سے نہ بھگائے ،اس لئے کہ اس جگہ پر وہ محترم حیوان ہے،وہ پہلے سےاس جگہ پر ہے لہذا وہی اس کا حقدار ہے)426.

3 -المحب الطبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگراس کوکوئی ہنکائے اور وہ محفوظ رہےتو اس پر کوئی جزاءنہیں ہے،لیکن وہ ممانعت کے ارتکاب کی وجہ سے گنہگار ہوگا ،اور اگر اس کوتلف کردے یاہنکانے کی وجہ سےتلف ہوجائےتواس پر جزاءواجب ہے)427.

دلیل اجماع :

کئی اہل علم نے حلال ومحرم کے لئے حرم کے شکار کےحرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے،اس کونقل کرنے والوں میں ابن المنذ ر،ابن حزم،نووی اورابن قدامہ 428وغیرہم ہیں.

1 -ابن المنذ ر کہتے ہیں: (اس پر اجماع ہے کہ صیدِ حرم حلال ومحرم پرحرام ہے) 429.

2 -ابن حزم کہتے ہیں: (علماء کااس پر اجماع ہے کہ حرم مکہ میں ماکول بری جانورکاشکارکرناحرام ہے)430.

424. البخاری،(651/2)،(ح1736).
425. شرح النووی علی صحیح مسلم،(126/9).
426. زادالمعاد،(453/3).
427. القری لقاصدام القری،(ص642).
428. المغنی،(351/3).
429. الاجماع،(ص57).
430. مراتب الاجماع،(ص46).

3 - اورنووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (جہاں تک حرم کے شکار کی بات ہے تو وہ بالاجماع حلال ومحرم کے لئے حرام ہے، اگر وہ اس کو قتل کردے تو تمام علماء کے نزدیک اس پر اس کا بدلہ واجب ہوگا) 431.

431. شرح النووی علی صحیح مسلم، (125/9).

تیسرا مطلب

حلال و محرم کے لئے شکار کو قتل کرنے کا فدیہ

اول: شکار کوقتل کرنے کے لئے محرم پر عائد جزاء.

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو محرم شکار کو حرم میں قتل کردے اس پر جزاء واجب ہے.

دلیل:

اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**يَآأَيُّهَا الَّذِينَ ءَ امَنُوا لَاتَقْتُلُوا الصَّيدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّداً فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْياً بَلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَاماً لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُوانْتِقَامٍ**﴾ المائدۃ: ۹۵] ﴿ترجمہ: اے ایمان والو! تم حالت احرام میں شکار کوقتل نہ کرو، اور تم میں سے جو شخص اسے جان بوجھ کر قتل کرے گا، تو اس کے بدلے میں اسی جیسا جانور ذبح کرنا واجب ہوگا، جس کا فیصلہ تم مین سے دو معتبر آدمی کریں گے اور جسے قربانی کے جانور کی حیثیت سے کعبہ پہنچایا جائے گا، یا بطور کفارہ چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یا اس کے برابر روزے رکھنے ہوں گے، تا کہ وہ اپنے برتاؤ کا برا انجام پالے، ماضی میں جو کچھ ہوا اللہ نے اسے معاف کردیا، اور جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا، اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے﴾.

وجہ دلالت: اس میں محرم ہوتے ہوئے حرم میں شکار کوقتل کرنے پر جزاء کے وجوب کی تصریح پائی جارہی ہے.

دلیل اجماع:

حرم میں شکار کوقتل کرنے والے محرم آدمی پر جزاء کے وجوب کے سلسلے میں کئی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے، جن میں سے ابن رشد432، ابن قدامہ، اورابن بطال433 وغیرہم ہیں.

ابن قدامہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (محرم پر شکار کوقتل کرنے کی وجہ سے منجملہ جزاء واجب ہے، اور اس کے وجوب پر اہل علم کا اجماع ہے، اوراللہ تعالی نے اس کو واضح طور پر فرمایا ہے)434.

دوم: **شکار کو قتل کرنے کے لئے حلال پر عائد جزاء.**

علماء کا اس شخص کے سلسلے میں اختلاف ہے جو حرم میں شکار کوقتل کردے اور وہ حلال ہو، کیا اس پر جزاءواجب ہے؟ دو اقوال ہیں جن میں راجح قول یہ ہے کہ: اس پر جزاء واجب ہے، یہی جمہور کا قول ہے جن میں ائمہ اربعہ شامل ہیں435.

دلائل:

1- اللہ تعالی کا قول ہے: **﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَاتَقْتُلُوا الصَّيدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾**[المائدہ:۹۵].

﴿ترجمہ: **اے ایمان والو! تم حالت احرام میں شکار کوقتل نہ کرو، اور تم میں سے جو شخص اسے جان بوجھ کر قتل کرے گا، تو اس کے بدلے میں اسی جیسا جانور ذبح کرنا واجب ہوگا**﴾.

وجہ دلالت: محرم کے حق میں جزاء صید کے وجوب پر قیاس کرتے ہوئے، اس لئے کہ صید حرم

432. دیکھئے: بدایۃ المجتھد، (358/2).

433. فتح الباری، (21/4).

434. المغنی، (265/3).

435. دیکھئے: المبسوط، (97/4)؛ البنایۃ، (306/4)؛ الموطأ، (356/1)؛ مواھب الجلیل، (255/4)؛ شرح النووی علی صحیح مسلم، (125/9)؛ فتح الباری، (21/4)؛ المغنی، (166/3)؛ الاقناع، (605/1).

سے اللہ کے حق کی بنا پر منع کیا گیا ہے، لہذا وہ صید احرام کے مشابہ ہے، اسی بنا پر اسے کفارہ میں اس سے ملحق کر دیا گیا ہے 436.

شربینی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (حرم کے اندر حلال کو محرم کے اوپر قیاس کیا گیا ہے، حرمتِ تعرض کی بنا پر) 437.

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ صیدِ حرم کے بارے میں کہتے ہیں: (اس لئے کہ وہ اللہ تعالی کے حق کی وجہ کر ممنوع صید ہے، لہذا وہ محرم کے شکار کے مشابہ ہے) 438.

اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿**لَاتَقْتُلُوا الصَّيدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ**﴾[المائدہ:۹۵].

وجہ دلالت : اللہ تعالی کا قول: ﴿**وَأَنْتُمْ حُرُمٌ**﴾ حال کو شامل ہے، اور وہ احرام اور مکان یعنی: حرم ہے.

ابن العربی رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کے قول: ﴿**لَاتَقْتُلُوا الصَّيدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ 439**﴾ کے بارے میں فرمایا ہے: (یہ زمانی تحریم، مکانی تحریم اور حالتِ احرام کی تحریم کو شامل ہے، الا یہ کہ تحریم زمان کا معتبر ہونا اجماع سے خارج ہے، اس کے بعد تحریم مکان اور حالت احرام تکلیف کے اصل پر باقی ہیں) 440.

3 - حلال آدمی پر صیدِ حرم کے کفارہ کے سلسلے میں جزاء کا ثبوت صحابہ کی ایک جماعت سے منقول

436. دیکھئے: المنتقی، (448/3)؛ المھذب، (398/1)؛ الفروع، (472/3).

437. مغنی المحتاج، (524/1).

438. المغنی، (166/30).

439. کہا جاتا ہے: **أحرم الرجل** : وہ حرم میں داخل ہوا، جیسے کہ کہا جاتا ہے: **أسهل**: میدانی زمین میں داخل ہوا، اور یہ لفظ زمان ومکان ورحالتِ احرام کو شامل ہے، اشتراک کی بنا پر نہ کہ عموم کی بنا پر، کہا جاتا ہے: **رجل حرام** : جب وہ حرم کے مہینوں میں یا حرم میں داخل ہو یا احرام کے کپڑے پہن لے. دیکھئے: تفسیر القرطبی، (305/6)

440. أحکام القرآن، (175/2).

ہے، جن میں خلفائے راشدین عمر وعثمان رضی اللہ عنہما ہیں، اوراس میں ان کا کوئی مخالف نہیں ہے، لہذا اسے اجماع مانا جائے گا441.

اس سلسلے میں ثابت آثار میں سے اہم یہ ہیں :

أ- نافع بن عبدالحارث بیان کرتے ہیں: (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے، وہ جمعہ کے دن دارِندوہ میں داخل ہوئے، ان کا ارادہ تھا کہ مسجد سے سے قریب رہیں، پس انہوں نے اپنی چادر گھر کے اندر ایک کھمبے پر ڈال دیا، اسی وقت ایک کبوتر آ کر اس پر بیٹھ گیا، انہوں نے اسے اُڑا دیا، پس اس کو ایک سانپ نے پکڑ کر قتل کر دیا، جب وہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے فرمایا: آپ دونوں میرے خلاف اس معاملے میں فیصلہ سنائیں جس کو میں نے آج انجام دیا ہے، میں اس گھر میں داخل ہوا، میرا ارادہ تھا کہ میں اس میں ٹھہر کر مسجد سے قریب رہوں،، پس میں نے اپنی چادر اس کھمبے پر ڈادیا، اسی بیچ ان کبوتروں میں سے ایک پرندہ آ کر اس پر بیٹھ گیا، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اپنے پائخانہ سے اس کو گندہ نہ کر دے، لہذا میں نے اس کو اُڑا دیا، وہ اس دوسرے کھمبے پر آ کر بیٹھ گیا، پس ایک سانپ نے اس کو پکڑا اور قتل کر دیا، میں نے اپنے دل میں یہ محسوس کیا کہ اس کو میں نے محفوظ جگہ سے اُڑا کر اس جگہ بھیج دیا جہاں اس کی موت تھی، میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: دنتی ہوئی عفراء (سفید) 442 بکری کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، کیوں نہ ہم امیر المؤمنین پر اسی کو لازم کر دیں؟ انہوں نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے، پس عمر رضی اللہ عنہ نے اس بکری کو لانے کا حکم دے دیا)443.

---

441 . الحاوی الکبیر، للماوردی، (315/4)؛ المنتقی، (439/3)؛ الذخیرۃ، (325/3)؛ المغنی، (265/3).

442. (عـفـراء:) بمعنی بیضاء ہے، جس کی سفیدی پر سرخی غالب ہو، زمین کے رنگ کی طرح، بالکل سفید مراد نہیں ہے .دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، (261/3).

443. مسند الشافعی، (ص135)؛ نووی نے اس کو (المجموع)، (440/7) میں صحیح قرار دیا ہے، اور ابن حجر نے (تلخیص الحبیر)، (285/2) میں اس کی سند کو حسن کہا ہے.

ب- صالح بن مهدی کا بیان ہے کہ ان کے والد نے ان کو یہ بتایا: (میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، ہم لوگ مکہ پہنچے تو میں نے ایک گھر میں ان کے لئے بستر لگا دیا جس پر وہ سو گئے، اس دوران ایک کبوتر آیا اور بستر کے اوپر ایک روشن دان میں بیٹھ گیا اور اپنے پیروں سے کریدنے لگا جس کی وجہ سے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں مٹی جھڑ کر بستر پر نہ گرے اور وہ بیدار نہ ہو جائیں، پس میں نے اس کو اُڑا دیا، جس کے بعد وہ جا کر دوسرے روشن دان میں بیٹھ گیا، پس ایک سانپ نکلا اور اس نے اس کو قتل کر دیا، جب عثمان رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو میں نے ان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا، انہوں نے کہا: اپنی طرف سے ایک بکری ادا کرو، میں نے کہا: میں نے تو آپ کی خاطر اس کو اُڑایا تھا! انہوں نے کہا: اور میری طرف سے بھی ایک بکری)444.

ج - ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (انہوں نے محرم وحلال پر حرم کے کبوتر کے سلسلے میں یہ مقرر کیا ہے کہ ہر کبوتر کے بدلے ایک بکری واجب ہے)445.

ایک دیگر سند کے ذریعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: (انہوں نے مکہ کے کبوتروں میں سے ہر کبوتر کے عوض ایک بکری مقرر کیا ہے)446.

امام شافعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (اس کے قائل: عمر، عثمان، نافع بن عبد الحارث، عبد اللہ بن عمر، عاصم بن عمر، سعید بن مسیّب اور عطاء ہیں)447.

444. مصنف ابن ابی شیبہ، (178/3)، (رقم 13221)، اور اس کے کچھ شواہد ہیں جو ایک دوسرے کو قوت پہنچاتے ہیں. دیکھئے: أخبار مكة، للأزرقی، (142/2)؛ وأخبار مكة، للفاكهی، (386/3)، (رقم 2269). مصنف عبد الرزاق، (418/4)، (رقم 8284).

445. البیھقی فی (الكبری)، (205/5)؛ وابن الملقن فی (البدر المنیر)، (404/6).

446. الأم للشافعی، (207/2)؛ مصنف عبد الرزاق، (414/4)، (رقم 8265). اور نووی نے (المجموع)، میں اور البانی نے (ارواء الغليل)، (247/4)، (رقم 1056) میں صحیح قرار دیا ہے.

447. الأم، (207/2).

چوتھا مطلب

عمد و خطا کے درمیان فرق

شکار کو قتل کرنے کے کفارہ کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا عامد و مخطی دونوں پر جزاء واجب ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں، اور راجح قول یہ ہے کہ: اس شخص پر کفارہ واجب نہیں ہے جو غلطی سے شکار کو قتل کر دے، اس کے قائل امام احمد ایک روایت میں 448 ہیں، اور اسی کو ابن المنذر 449، ابن حزم 450، اور ابن الجوزی 451 نے راجح ٹھہرایا ہے، علماء متاخرین میں سعدی 452، ابن باز 453، اور ابن عثیمین 454 نے اختیار کیا ہے.

دلائل:

1 -اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿وَ مَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّداً فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ [المائدہ:۹۵].

﴿ ترجمہ: اور تم میں سے جو شخص اسے جان بوجھ کر قتل کرے گا، تو اس کے بدلے میں اسی جیسا جانور

448. دیکھئے: المغنی، (505/3)؛ الفروع، (398/3).
449. دیکھئے: الاقناع، (215/1).
450. دیکھئے: المحلی، (214/7).
451. دیکھئے: الفروع، (463/3).
452. دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن، (ص244).
453. دیکھئے: مجموع فتاوی ومقالات، (204/17).
454. دیکھئے: الشرح الممتع، (231/7).

ذبح کرنا واجب ہوگا﴾.

وجہ دلالت: وجوبِ کفارہ کے لئے عمد کو شرط قرار دیا گیا ہے، اس کا مفہومِ مخالف یہ ہوا کہ غیر متعمد کے اوپر کچھ بھی واجب نہیں ہے.

ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اور ﴿مُتَعَمِّداً﴾ حکم کے لئے وصف مناسب ہے، اس لئے اس کا اعتبار کیا جانا واجب ہے، اس لئے کہ جن اوصاف کے ساتھ حکم کو معلق کیا جاتا ہے، اگر ان اوصاف سے ان کی مناسبت عیاں ہو جائے تو وہ علتِ موجبہ بن جاتے ہیں، ان کے پائے جانے سے حکم پایا جاتا ہے اور ان کے نہ پائے جانے سے حکم نہیں پایا جاتا، اگر ایسا نہ ہو تو وصف کا کوئی فائدہ نہیں ہے، پس یہ آیت اس سلسلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے)455.

ابن باز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (قرآن صراحت کے ساتھ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ فدیہ صرف متعمد پر ہی لازم ہوگا، اور یہی اظہر بھی ہے، اور اس لئے کہ کبھی کبھی محرم بلا ارادہ اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، خاص کر گاڑیوں کے وجود کے بعد، اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة:١٨٥]456.﴿ترجمہ: اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تمہارے لئے تنگی کو اللہ پسند نہیں کرتا﴾.

2 - قبیصہ بن جابر الاسدی بیان کرتے ہیں: (ہم لوگ حج کے لئے نکلے، حلتِ احرام ہی میں ہمارے درمیان اس بحث نے زور پکڑ لیا کہ: کون زیادہ تیز رفتار ہے، ہرن یا گھوڑا؟ ہم لوگ ابھی بحث کر ہی رہے تھے کہ ایک ہرن ہمارے سامنے آگیا، ہم میں سے ایک شخص نے اس پر پتھر مارا جو سیدھے اس کے خُشّشاء457 (کان کے پیچھے کی ابھری ہوئی ہڈی) پر لگا، اور اس نے اس کو اس کے ردع458 (گردن) کے بل گرا دیا اور اس کو قتل کر دیا، وہ ہمارے

---

455. الشرح الممتع، (226/7).

456. مجموع فتاوی ومقالات، (204/17).

457. (الخُشاء و الخُشَشَاء): کان کے پیچھے بالوں سے خالی ابھری ہوئی ہڈی. دیکھئے: لسان العرب، (72/5).

458. (الرَّدْع): گردن، اور معنی ہے: وہ ہرن اپنے سر کے بل گرا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی. دیکھئے: المعجم الوسیط، (338/1).

سامنے آکر گرا، جب ہم لوگ مکہ پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، میرے دونوں ساتھیوں نے ان کو سارا ماجرا سنایا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: اس کو کیسے قتل کیا جان بوجھ کر یا غلطی سے؟ اس نے کہا: میں نے جان بوجھ کر اس کو پتھر مارا تھا، لیکن اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمد خطا کے ساتھ شریک ہو گیا ہے، پھر وہ اپنے بغل کے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے ساتھ کچھ دیر تک گفتگو کیا، پھر میرے ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا: ایک بکری لے لو اور اس کے خون کو بہاؤ، پھر اس کے گوشت کو صدقہ کر دو اور اس کے چمڑے کو مشکیزہ بنا لو)459.

قبیصہ بن جابر الاسدی سے ایک دیگر طریق کے ذریعہ مروی ہے کہ انہوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا، جن کے ساتھ عبد الرحمٰن بن عوف موجود تھے، عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص سے دریافت کر رہے تھے جس نے ایک ہرن کو قتل کر دیا تھا اور وہ محرم تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جان بوجھ کر تو نے اس کو قتل کیا تھا یا غلطی سے؟ اس آدمی نے ان سے کہا: میں نے مارا تو جان بوجھ کر تھا مگر قتل کا ارادہ نہیں تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں یہی سمجھتا ہوں کہ تو نے عمد و خطا کو جمع کر لیا ہے، ایک بکری تلاش کرو اور اسے ذبح کرو، پھر اس کے گوشت کو تقسیم کر دو اور اس کے چمڑے کو مشکیزہ بنا لو)460.

وجہ دلالت: قتل صید کے کفارہ میں عمد و خطا کے درمیان فرق ہے، اس لئے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمد و خطا کے درمیان فرق بیان کیا، اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا.

اس خبر کو پیش کرنے کے بعد ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اگر اس سلسلے میں عمد و خطا عمر و عبد الرحمٰن کے نزدیک برابر ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ اس شخص سے یہ سوال نہیں کرتے کہ جان بوجھ کر تو نے اس کو قتل کیا تھا یا غلطی سے؟ نیز عبد الرحمٰن نے اس کا انکار نہیں کیا، اگر کوئی فرق نہیں ہوتا تو یہ سوال لا حاصل اور فضول سوال ہوتا)461.

---

459. الطبرانی فی الکبیر، (127/1)، (رقم 259). اور نووی نے (المجموع)، میں اور البانی نے (ارواء الغلیل)، (245/4)، (رقم 1052) میں صحیح قرار دیا ہے.

460. المحلی لابن حزم، (214/7).

461. المحلی، (214/7).

پانچواں مطلب

حرم میں شکار کو داخل کرنا

حِل کے شکار کو حرم میں داخل کرنے کے حکم کے سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے اور ان کے دو اقوال ہیں، جن میں راجح قول یہ ہے کہ: حِل کے شکار کو حرم میں داخل کرنا جائز ہے، اس کے قائل امام مالک462 اور امام شافعی463 ہیں، ابن المنذر464 اور ابن حزم465 نے اسی کو راجح ٹھہرایا ہے.

دلائل:

1 - صالح بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (میں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی امارت میں مکہ کے اندر شکار کو زندہ بیچے جاتے ہوئے دیکھا ہے)466.

2- حماد بن زید روایت کرتے ہیں: (ھشام بن عروہ سے کہا گیا: عطاء مرغی کے بچوں کے ذبح کرنے کو ناپسند کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ابن ابی رباح کو کیا معلوم؟ یہ امیر المؤمنین ہیں جو مکہ کے

462. دیکھئے: الکافی فی فقہ اہل المدینہ، (ص 155)؛ مواھب الجلیل، (251/4).

463. المھذب، (399/1)؛ مغنی المحتاج، (301/2).

464. الاقناع، لابن المنذر، (218/1).

465. المحلی، (248/7).

466. مصنف عبد الرزاق، (426/4)، (رقم/8318)؛ وابن حزم فی (المحلی)، (252/7)، اور اس کی سند صحیح ہے.

اندر قماری 467 اور دباسی 468 کو پنجڑوں میں دیکھا کرتے ہیں، یعنی: ابن الزبیر رضی اللہ عنہما) 469.

وجہ دلالت : ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں پنجڑوں کے اندر شکار کو رکھ کر بیچے جاتے ہوئے دیکھا لیکن اس کا انکار نہیں کیا، لہذا یہ دلیل ہے کہ حِل کے شکار کو حرم میں داخل کیا جا سکتا ہے.

3- اصل حل کے شکار کو حرم میں داخل کئے جانے کا جواز ہے، اور دلیل کے ذریعہ ہی اس کو حرمت کی طرف پھیرا جا سکتا ہے، نیز اس میں اہل مکہ اور حجاج کے لئے آسانی بھی ہے، اور (اس لئے کہ اگر انہیں اس سے منع کر دیا جائے تو طول امر کی وجہ سے وہ مشقت میں پڑ جائیں گے) 470.

467. **القمری:** کبوتر کی ایک قسم ہے، اس کی آواز بہت اچھی ہوتی ہے، اس کی جمع قمر ہے اور مؤنث قمریۃ ہے
دیکھئے: لسان العرب، (115/5)؛ المعجم الوسیط، (758/2).

468. **الدبسی :** یہ بھی کبوتر کی ایک قسم ہے، یہ نسبت کے لفظ کے ساتھ آیا ہے مگر اس میں کوئی نسبت نہیں پائی جاتی ہے.
دیکھئے: لسان العرب، (76/6).

469. أخبار مکۃ، للفاکھی، (380/3)، (رقم 2250)، اور اس کی سند صحیح ہے.

470. مواھب الجلیل، (178/3).

ساتواں مبحث

حرم کا لقطہ (گری ہوئی چیزیں)

حرم کے لقطہ (گری ہوئی چیزوں) کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ اسے اس کی حفاظت اور تعریف کے لئے اٹھانا جائز ہے یا اس پر ملکیت کے لئے؟ اس میں ان کے دو اقوال ہیں، جن میں راجح قول یہ ہے کہ: حرم کے لقطہ کو کسی بھی حال میں ملکیت کے اندر شامل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ صرف اس کی تعریف وتشہیر کے لئے اٹھایا جا سکتا ہے، اس کے قائل امام شافعی 471، اور احمد ایک روایت میں ہیں 472، اسی کو جمہور متقدمین ومتاخرین نے راجح ٹھہرایا ہے 473.

دلائل:

1 - ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (**لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا 474 إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا 475**)476. (یعنی: مکہ کے لقطہ کو صرف وہی اُٹھائے گا جو اس کی تعریف وتشہیر کرے).

---

471. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (126/9)؛ ھدایۃ السالک، (728/2).

472. المغنی، (706/5)؛ زاد المعاد (453/3).

473. دیکھئے: فتح الباری، (88/5).

474. (**لُقَطَتَهَا**) : یعنی: اہل مکۃ کا لقطہ.

475. (**مَنْ عَرَّفَهَا**) : یعنی: یعنی صاحب سامان کے لئے حفاظت کرنے کی خاطر. دیکھئے: عمدۃ القاری، (272/12).

476. البخاری، (857/2)، (ح 2301).

اور ایک روایت میں ہے: (**وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ**)477.(یعنی: اس کے (مکہ کے) **لقطہ کا اُٹھانا کسی کے لئے حلال نہیں سوائے منشد یعنی تشہیر کرنے والے کے**)

2 - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**ولا تحِلُّ ساقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ** 478.(یعنی: اس میں کی گری ہوئی چیزوں کو اٹھانا کسے کے لئے حلال نہیں ہے سوائے اس کی تشہیر و تعریف کرنے والے کے).

اور ایک روایت میں ہے: (**ولا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَها 479 إِلَّا مُنْشِدٌ 480**)481.(یعنی: اس **میں کی گری ہوئی چیزوں کو نہیں اُٹھائے گا مگر صرف منشد** (اس کی تعریف و اعلان کرنے والا).

3- عبدالرحمٰن بن عثمان التیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (**منع فرمایا ہے حاجیوں کے لقطہ کو اٹھانے سے**)482.

وجہ دلالت: حرم کے لقطہ کو لینا حرام ہے سوائے اس شخص کے جو اس کی تعریف و تشہیر کرنا چاہے.

ازھری رحمہ اللہ کہتے ہیں: (نبی ﷺ نے اپنے اس قول کے ذریعہ حرم کے لقطہ اور اس کے علاوہ بقیہ

---

477. البخاری،(857/2)،(ح4059)؛

478. البخاری،(857/2)،(ح2302)؛ ومسلم،(988/2)،(ح1355).

479.(**ولَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتُهَا**): یعنی: جو اس میں مالک کی غفلت کی وجہ سے ساقط ہو جائے، اور اس سے مراد لقطہ لیا ہے، اور **التقا** : **لقط الشيءَ يلقطه لقطاً** سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے: اس کو زمین سے اٹھایا.

480.(**مُنْشِدٌ**) : یعنی: **معرّف** (تعریف و تشہیر کرنے والا). ابوعبید نے کہا ہے: منشد بمعنی معرّف ہے، اور طالب کو ناشد کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: **نشدتُ الضالة**: جب تم اس کو تلاش کرو، اور **أنشدتُها**: جب تم اس کی تعریف کرو، اور **انشاد** کا اصلی معنی رفع صوت ہے، اور انشاد الشعر کا یہی مطلب ہے. دیکھئے: عمدۃ القاری،(164/2).

481. البخاری،(2522/6)،(ح6486)؛ ومسلم،(989/2)،(ح1355).

482. مسلم،(1351/3)،(ح1724).

اماکن کے لقطہ کے درمیان فرق کیا ہے، آپ نے ساری دنیا کے لقطہ کے لئے یہ حکم بیان کیا ہے کہ اس کا التقاط کرنے والا جب ایک سال تک اس کی تشہیر واعلان کردے تو اس کے لئے اس سامان سے فائدہ اٹھانا حلال ہوجاتا ہے، اور حرم کے لقطہ سے فائدہ اُٹھانے کو اس کے ملتقط کے اوپر حرام کردیا ہے اگرچہ وہ لمبے عرصے تک اس کی تعریف کرچکا ہو، اور آپ ﷺ نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ اس کے لقطہ کا اُٹھانا کسی کے لئے حلال نہیں ہے مگر اس نیت کے ساتھ کہ وہ جب تک زندہ رہے گا اس کی تعریف کرتا رہے گا، اگر وہ اس نیت سے کوئی سامان اُٹھائے کہ وہ ایک سال تک اس کی تعریف کرے گا پھر اس سے فائدہ اُٹھائے گا جس طرح دوسری جگہوں کے لقطہ سے اُٹھایا جاتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے)483.

اور نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (باب کی جملہ احادیث کے اندر اس کی دلیل پائی جاتی ہے کہ لقطہ کو اُٹھانا اور اس کو ملکیت میں لے لینا کسی حاکم کے حکم کا محتاج نہیں اور نہ کسی سلطان کی اجازت کا، اس پر سبھوں کا اتفاق ہے، نیز ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ: اس سلسلے میں غنی وفقیر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے)484.

حرم کے لقطہ کو لینے کی ممانعت کی حکمت :

ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے: (عموماً مکہ کے لقطہ کو اُٹھانے والا صاحبِ سامان کو تلاش کرنے سے قاصر ہوتا ہے، اور صاحبِ سامان اپنے سامان کو پانے سے قاصر ہوتا ہے، اس لئے کہ لوگ دور دراز کے علاقوں میں پھیل جاتے ہیں، اور بسا اوقات سامان کو اُٹھانے والا لالچی شخص اس کو پہلی فرصت میں ہی اپنی ملکیت میں شامل کرلیتا ہے اور اس کی تعریف نہیں کرتا، اس لئے شارع نے اس سے منع کردیا ہے، اور یہ حکم دیا ہے کہ اس کو صرف وہی شخص اُٹھائے جو اس کی تعریف کرتا رہے، یہ لقطہ بلا دحرب میں لشکر کے لقطہ سے جدا ہے، جب وہ متفرق ہوجائیں تو بالاتفاق صرف انہیں کے درمیان تعریف

483. تہذیب اللغات، (222/11).

484. شرح النووی علی صحیح مسلم، (28/12).

کیا جائے گا، برخلاف لقطۂ مکہ کے کہ اس کی تعریف کی جاتی رہے گی دور دراز سے صاحب لقطہ کے مکہ واپس آنے کے امکان کے پیش نظر، اس طرح تعریف کے ذریعہ صاحبِ سامان تک پہنچا جاسکتا ہے)485.

اور ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: (ہمارے شیخ نے کہا ہے: یہ مکہ کے خصائص میں سے ہے، اور اس سلسلے میں مکہ اور دوسرے بلاد کے درمیان یہ فرق ہے کہ: لوگ اس سے جانے کے بعد مختلف اقطار میں پھیل جاتے ہیں، اور صاحبِ سامان کے لئے اس کو تلاش کرنا اور اس کے بارے میں دریافت کرنا ممکن نہیں رہتا، برخلاف دوسرے بلاد وامصار کے)486.

485.فتح الباری،(88/5).

486. زادالمعاد،(454/3).

آٹھواں مبحث

حرم میں قتال

اوراس میں تین مطالب ہیں:

پہلامطلب: حرم میں قتال حرام ہے.

دوسرا مطلب: حرم میں باغیوں سے قتال.

تیسرا مطلب: حرم میں ہتھیار لے کر جانا.

پہلا مطلب

حرم میں قتال حرام ہے

مکہ میں قتال کی حرمت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے 487.

دلائل :.

1 - ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: (**إِنَّ هَـذَاالْبَـلَـدَ حَـرَّمَـهُ الـلَّـهُ يـوم خَـلَقَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَـامَةِ، وَإِنَّـهُ لم يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً من نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ**)488.

(اس شہر کو اللہ تعالی نے اسی دن حرام ٹھہرادیا جس دن اس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا، پس وہ اللہ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے، اوراس میں مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی قتال کرنا حلال نہیں رہا، اور میرے لئے دن کے کچھ ہی وقت کے لئے حلال تھا، پس مکہ اللہ تعالی کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے).

2 - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ کی فتح سے نوازا تو آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: (**إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ**

487. دیکھئے: الذخیرۃ، (486/2)؛ المحلی، (498/10)؛ المجموع، (390/7)؛ زاد المعاد، (443/3)؛ احکام الاحکام، (24/3)؛ عمدۃ القاری، (143/2)؛ فتح الباری (207/12).

488. البخاری، (1164/3)، (ح 3017)؛ ومسلم، (986/2)، (1353).

الـفِيلَ، وَسَلَّطَ عليها رَسُولَهُ وَ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كان قَبْلِي، وَ إِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِن نَهَارٍ، وإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي)489.

(یعنی: اللہ تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو روک دیا، اور اس پر اپنے رسول ﷺ کو اور مسلمانوں کو غالب کردیا، پس وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں رہا، اور اسے میری خاطر دن کے کچھ اوقات کے لئے حلال کیا گیا تھا، اور وہ میرے بعد کسی کے لئے حلال نہ ہوگا).

3-ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **(إِنَّ مَـكَّةَ حَـرَّمَهَـا اللَّهُ ولم يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فلا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ فيها دَماً، ولا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فيها فَقُولُوا: إِنَّ اللَّهَ قد أَذِنَ لِرَسُولِهِ ولم يَأْذَنْ لَكُمْ، وإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً من نَهَارٍ، ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)**490.

(مکہ کو اللہ تعالی نے حرام ٹھہرایا ہے لوگوں نے نہیں، پس اس شخص کے لئے حلال نہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ اس میں خون بہائے، اور نہ وہ اس کے کسی درخت کو کاٹے، اگر کوئی اس میں رسول اللہ ﷺ کے قتال (فتح مکہ کے موقع پر واقع قتال) سے رخصت حاصل کرنا چاہے تو اس سے کہو: اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دیا تھا اور تم کو اجازت نہیں دیا ہے، اور مجھے دن کے کچھ ہی اوقات میں اس کی اجازت دی گئی تھی، پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی ہے جیسی کل تھی، اور اس بات کو موجود آدمی غیر موجود تک پہنچادے).

وجہ دلالت: مذکورہ حدیثیں مکہ میں قتال اور اس میں خوں ریزی کرنے کی حرمت پر دلالت کررہی ہیں، اللہ تعالی کے نزدیک اس کی حرمت کی وجہ سے.

489. البخاری، (857/2)، (ح2302)؛ ومسلم، (988/2)، (ح1355).

490. البخاری، (51/1)، (ح104).

ابن حزم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (یہ نقل متواتر جو کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تین صحابۂ کرام ابو ہریرہ، ابن عباس، اور ابو شریح رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہ سب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے: اللہ تعالی نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے)491.

491. المحلی، (498/10).

دوسرا مطلب

حرم میں باغیوں سے قتال

اول: **باغیوں کی طرف سے قتال کی ابتدا ہونا.**

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر حرم کے اندر بغاۃ 492 کی طرف سے جنگ کا آغاز کیا جائے تو ان سے جنگ کیا جائے گا 493.

دلیل:

1- اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿ **وَ لَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ** ﴾[البقرۃ:۱۹۱].

﴿ ترجمہ: اور مسجد حرام کے پاس ان سے قتال نہ کرو، یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کرنے میں پہل کریں، پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی یہی سزا ہے ﴾.

وجہ دلالت: اللہ تعالی نے مؤمنین کو مشرکین سے قتال کرنے کی اس وقت اجازت دی ہے جب وہ مسلمانوں پر چڑھ دوڑیں اور بلدِ حرام میں ان سے قتال کریں.

اور آیت کا معنی ہے: (اے مؤمنو! تم مسجدِ حرام کے پاس مشرکین سے قتال کرنے میں پہل نہ کرو، یہاں تک کہ وہ پہل نہ کریں، اگر وہ پہل کرتے ہوئے حرم میں مسجدِ حرام کے پاس تم سے قتال کرنے لگتے ہیں، تو تم انہیں قتل کرو، اللہ تعالی نے کافروں کے کفر اور ان کے برے اعمال کی سزا دنیا میں قتل اور آخرت

492. **(البغاۃ)**: یہ وہ ظلم لوگ ہیں جو مسلمانوں کے امام کی اطاعت سے خارج ہو. دیکھئے: لسان العرب، (215/3).

493. دیکھئے: أحکام القرآن، ابن العربی (153/1)؛ بدائع الصنائع، (114/7)؛ زاد المسیر، (199/1)؛ المغنی، (92/9).

میں طویل رسوائی مقرر کر دیا ہے)494.

چنانچہ (مسجدِ حرام کے پاس کفار سے قتال کرنا جائز نہیں ہے الا یہ وہ قتال کی ابتدا کریں، اگر وہ آغاز کرتے ہیں تو ان کے ظلم واعتداء کا جواب دینے کے لئے ان سے قتال کیا جائے گا، اور یہ ہر وقت جاری و مستمر رہے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے کفر سے باز آجائیں اور مسلمان بن جائیں، اس صورت میں اللہ تعالی ان کو معاف کردے گا، اگر چہ وہ اس سے پہلے اللہ تعالی کا انکار، اور مسجدِ حرام میں شرک کا ارتکاب، اور رسول و مؤمنین کو اس سے روکنے جیسے گھناؤنے کام انجام دے چکے ہیں: ﴿ **فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ** ﴾ [البقرة:۱۹۲] ﴿ ترجمہ: **اگر وہ باز آجائیں تو اللہ تعالی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے** ﴾، اور یہ اللہ تعالی کے بندوں پر اس کی رحمت ومہربانی اور کرم ہے.

اور جب مسجدِ حرام کے پاس قتال کی ممانعت سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اس بلدِ حرام میں فساد پیدا کرنا ہے، تو اللہ تعالی نے اس سے بھی آگاہ فرمادیا ہے کہ مسجدِ حرام کے پاس شرک کا فتنہ اور اس کے دین سے لوگوں کو روکنے کا فتنہ کھڑا کر کے فساد پیدا کرنا قتل کی مفسدت سے زیادہ سنگین ہے: ﴿ **وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ** ﴾ [البقرة: ۱۹۳]. ﴿ ترجمہ: **اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ کا خاتمہ ہو جائے اور صرف اللہ کا دین رہ جائے، اگر وہ باز آجائیں (تو تم بھی رک جاؤ) اس لئے کہ زیادتی تو صرف ظالموں پر ہے** ﴾ یعنی: اے مسلمانو! ان سے قتال کرنے میں تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ہے، اس آیت سے اس اہم ومشہور قاعدہ کے لئے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جو قاعدہ یہ ہے: دو مفاسد میں سے نسبتاً چھوٹی مفسدت کو اس سے بڑی مفسدت کو دور کرنے کے لئے گوارا کرلیا جائے گا)495.

مشرکین وکفار سے قتال کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالی کا یہ حکم خاص حکم ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد

494. تفسیر الطبری، (192/2). اور دیکھئے: تفسیر مقاتل بن سلیمان (101/1).

495. تفسیر السعدی، (89/1) معمولی تصرف کے ساتھ.

اورکفار ومشرکین کےحرم میں آباد رہنے کی حالت کے مناسب ہے،جس وقت وہ وہاں کے باشندے تھے، لیکن اس میں کفار ومشرکین کے داخلہ کوحرام قرار دے دیئے جانے کے بعد یہ مسلمانوں پرواجب ہوگیا کہ وہ اولاًان کواس میں داخل ہونے کی اجازت ہی نہ دیں،اوراگروہ اس میں داخل ہونے کی کوشش کریں توان سے جنگ وقتال کیاجائے،اس طرح مسجدِحرام کے پاس ان سےقتال کرنے کاحکم قیامت تک باقی رہے گا جہاں تک مشرکین کےعلاوہ ان باغیوں کاسوال ہے جوخودکواسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اورجن کوحرم میں داخل ہونے سےنہیں روکا جاتاہے،تواگروہ حرم میں جمع ہوکرقتال شروع کردیں توپھران سےقتال کرنا واجب ہوگا،اوروہ اس آیت کریمہ کےحکم میں داخل ہونگے.

دوم: **حرم کے اندر باغیوں سے قتال کرنے میں پہل کرنا.**

حرم میں باغیوں سےقتال کرنے کےحکم میں علماء کے مابین اختلاف ہےاوران کے دواقوال ہیں، جن میں راجح قول:حرم میں باغیوں سےقتال کرنے میں پہل کرنا حرام ہے، بلکہ انہیں مجبورکیا جائے گا یہاں تک کہ وہ باہرنکل جائیں یالوٹ جائیں 496،اس کوابن حزم 497،ابن العربی 498،المحب الطبری499،ابن تیمیہ500،اورابن القیم 501 نےاختیارکیاہے.

دلائل:

1 -وہ احادیث جومکہ میں قتال کی حرمت کےسلسلے میں واردہوئی ہیں اورجن میں آیاہےک وہ حرام

496. دیکھئے:بدائع الصنائع،(170/7).

497. دیکھئے:المحلی،(498/10).

498. دیکھئے:أحکام القرآن،(153/1).

499. دیکھئے:القری لقاصدأم القری،(ص640).

500. دیکھئے:شرح العمدة فی بیان مناسک الحج والعمرة،لابن تیمیة،تحقیق:ڈاکٹرصالح الحسن (349/2).

501. دیکھئے:زادالمعاد،(443/3).

ہے، وہ نبی ﷺ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں رہا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لئے حلال ہے، صرف دن کی کچھ گھڑیوں کے لئے اللہ تعالی نے اس کو آپ کے لئے حلال کیا تھا، اور وہ حدیثیں ابن عباس، ابو ہریرہ اور ابو شریح رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں 502.

وجہ دلالت : مکہ میں خوں ریزی اور قتال کرنے کی حرمت کو نبی ﷺ کی طرف سے تاکیداً بیان کیا جانا، اور اس کا بیان کہ دن میں کچھ اوقات کے لئے نبی ﷺ کو اس کی خاص اجازت دی گئی تھی، آپ کے بعد کسی کے لئے وہ حلال نہیں ہے.

2 -ابو شریح رضی اللہ عنہ کی سابق حدیث ہے، اس میں شاہد مکہ کے بارے میں نبی ﷺ کا یہ قول ہے: **(لَا يَحِلُّ لِإمْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ فيها دَماً)**503.(یعنی: اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اس میں خون بہائے)

وجہ دلالت : دم نکرہ ہے جو کہ نفی کے سیاق میں آیا ہے، لہذا وہ عموم کا متقاضی ہے 504.

اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال :

1 -ماوردی رحمہ اللہ مکہ کی شان میں فرماتے ہیں: (اس کے باشندوں سے جنگ نہیں کیا جائے گا، اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قتال کو حرام کئے جانے کی وجہ سے، اگر کچھ لوگ اہل عدل کے خلاف بغاوت پر اتر آئیں تو بعض فقہاء ان کی بغاوت کے باوجود ان سے قتال کرنے کو حرام کہتے ہیں، البتہ ان پر سختی کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اپنی بغاوت سے باز آجائیں اور اہلِ عدل کے احکام میں داخل ہوجائیں)505.

2-اسی طرح ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: (حرم مکہ میں کسی سے قتال کرنا حلال نہیں ہے، نہ کسی

---

502. اس سے پہلے ان کا ذکر اور ان کی تخریج گزر چکی ہے.

503. البخاری، (51/1)، (ح104).

504. دیکھئے: فتح الباری، (48/4).

505. الاحکام السلطانیۃ، (187/1).

مشرک سے اور نہ کسی دوسرے سے، البتہ ہم اس سے ان کو باہر نکالیں گے، جب وہ نکل جائیں گے اور حل میں آجائیں گے تو پھر ہم ان پر قرار واقعی سزا نافذ کریں گے، قتل یا قید یا عقوبت کی شکل میں، اگر وہ لوگ نہیں نکلیں گے اور ہم سے قتال کریں گے تو اس صورت میں ہم ان سے حرم میں قتال کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، ایسا ہی سلوک مسلمان باغی وظالم کے ساتھ بھی کریں گے (506).

506. المحلی، (496/10).

تیسرا مطلب

حرم میں ہتھیار لے کر چلنا

حرم میں ہتھیار لے کر چلنے کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور ان کے دو اقوال ہیں، جن میں راجح یہ ہے کہ: حاجت وضرورت کے تحت حرم میں ہتھیار لے کر چلنا جائز ہے، اسی کے قائل مالک 507، شافعی 508 اور جمہور علماء ہیں 509.

دلائل:

1 - براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اہل حدیبیہ سے صلح کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے معاہدہ نامہ تیار کیا، اور اس میں محمد رسول اللہ ﷺ لکھا، مشرکین نے کہا: محمد رسول اللہ نہیں لکھو، اگر آپ رسول ہوتے تو ہم آپ سے جنگ ہی نہ کرتے، آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اسے مٹا دو) علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کو ہرگز نہیں مٹا سکتا، پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا، اور آپ نے مشرکین سے اس پر صلح کیا کہ وہ اور ان کے اصحاب تین دن کے لئے اس میں داخل

---

507. دیکھئے: القِری لقاصد أم القری، (ص646)؛ شفاء الغرام، (113/1).

508. دیکھئے: القِری لقاصد أم القری، (ص646)؛ المجموع، (471/7).

509. دیکھئے: صحیح مسلم بشرح النووی، (131/9).

ہوں گے، اور جلبان سلاح510 (ہتھیار کی تھیلی) کے ساتھ داخل ہوں گے، ان سے پوچھا گیا: جُلبان سلاح کیا ہے؟ انہوں نے کہا: قراب511 (میان) ہے بشمول ہتھیار کے512.

وجہ دلالت: (عمرة قضاء میں رسول اللہ ﷺ کا مکہ کے اندر شرط کے مطابق میان میں ہتھیار رکھ کر داخل ہونا)513.

2 - انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ: (فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کے سر پر مغفر514 (بنی ہوئی زرہ) تھا)515.

وجہ دلالت: رسول اللہ ﷺ مکہ میں قتال کی تیاری کے ساتھ داخل ہوئے تھے. اور (یہی وہ گھڑی تھی جس میں اللہ تعالی نے مکہ کو آپ کے لئے حلال کر دیا تھا، پھر دوسرے دن آپ ﷺ نے یہ بتایا

---

510. (**جُلُبّان**) : چمڑے کا تھیلا جس میں تلوار کو میان میں کر کے رکھا جاتا ہے اور سوار اس میں اپنا کوڑا و دیگر سامان رکھتا ہے اور کجاوہ کے پچھلے حصّہ میں یا اس کے وسط میں لٹکا دیتا ہے، اور اس سے مراد: وہ ہتھیار ہیں جن کے اظہار میں اور ان سے قتال کرنے میں پریشانی اٹھانا پڑے، اس سے مراد نیزے نہیں ہیں جو ظاہر ہوتے ہیں اور ان سے بلا تاخیر تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے.

دیکھئے: تھذیب اللغۃ، (65/11)؛ تاج العروس، (79/2).

511. (**القِراب**): تلوار کی نیام جس میں تلوار کو چھپا کر رکھا جاتا ہے.

512. البخاری، (959/2)، (ح2551).

513. صحیح مسلم بشرح النووی، (131/9).

514. (**المِغْفَر**) : زرہ جو سر کے موافق بُنی ہوئی ہو، نیز کہا گیا ہے: خود جس سے فوجی اپنے سر کو چھپاتا ہے، اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ: **انہ یغفر الرأس**: یعنی وہ سر کو چھپاتا ہے. دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (374/3).

515. البخاری، (1561/4)، (ح4035).

کہ وہ قیامت تک کے لئے اپنی حرمت کی طرف واپس آ گیا ہے)516.

مکہ میں بغیر حاجت کے ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت:

(چونکہ ہتھیار اس شخص کے لئے سامانِ دفاع ہے جو خوف میں مبتلا ہو یا جس کو خوف کا اندیشہ ہو یا جس کو بدلہ لینا ہو یا جس کو کسی کی زیادتی سے اپنے آپ کا دفاع کرنا ہو،لیکن اللہ تعالی نے مکہ کو حرمِ مامون بنایا ہے لہذا اس میں ہتھیار لے کر چلنے کا کوئی مطلب نہیں ہے)517، جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:(**لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ**)518.

(یعنی:تم میں سے کسی کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھا کر چلے)

ممانعت اور جواز والی حدیثوں کے درمیان جمع وتوفیق:

جمہور علماء نے مکہ میں ہتھیار اٹھا کر چلنے کی ممانعت کو دو صورتوں کے اوپر محمول کیا ہے:

1 - بغیر حاجت وضرورت کے ہتھیار لے کر چلا جائے،اگر خوف ہو یا کوئی ضرورت ہو تو پھر جائز ہے 519.

2 - اتراتے اور اکڑتے ہوئے ہتھیار لے کر پھرنا، یا اس طرح چلنا جس سے لوگوں کو تکلیف ہو، خاص کر بھیڑ کے وقت اور تنگ راستوں میں 520.

خلاصہ:

حاجت وضرورت کے تحت مکہ میں ہتھیار کے ساتھ چلنا جائز ہے، جیسا کہ فتح مکہ کے سال نبی ﷺ مکہ میں ہتھیار کے ساتھ داخل ہوئے تھے.

---

516. المحلى،(498/10).

517. الفتوحات المكية،(897/1).

518. مسلم،(989/2)،(ح1356).

519. مواهب الجليل،(204/3)؛الديباج على مسلم،(402/3)؛نيل الأوطار،(204/5).

520. فتح الباري،(455/2).

اگر یہ کہا جائے: نبی ﷺ کے حق میں کچھ گھڑیوں کے لئے مکہ کو حلال کر دیا گیا تھا، اور آپ نے اسی گھڑی میں اپنے ساتھ ہتھیار رکھا تھا، تو ان سے کہا جائے گا کہ: صلح حدیبیہ میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ وہ عمرۂ قضاء میں ہتھیار کے ساتھ آئیں گے اور آپ اس شرط کے مطابق مع ہتھیار داخل بھی ہوئے تھے، یہ فتح مکہ کی بات نہیں ہے.

اسی طرح حرم کی حفاظت وصیانت کے کام پر مامور پولیس والے اپنے ساتھ ہتھیار رکھ سکتے ہیں کیونکہ انہیں اس کی حاجت وضرورت ہے، اس لئے کہ امن وامان کو بحال رکھنا، اور مسجدِ حرام وکعبہ مشرفہ کی حفاظت عظیم مقاصد میں سے ہے جن کا حصول ضروری ہے، یہ عظیم ذمہ داری ہے جو حکومت اور حرم کے ذمہ داران وعہدہ داران کے کندھے پر عائد ہے، جس کی ادائیگی ان ہتھیاروں کے بغیر ممکن نہیں ہے جن کی مدد سے وہ خود کی اور حرم کی حفاظت ودفاع کر سکیں.

نواں مبحث

حرم میں فواسق (موذی جانوروں) کو قتل کرنا

اوراس میں دومطالب ہیں:

پہلامطلب: وہ فواسق جن کے سلسلے میں نص وارد ہے.

دوسرامطلب: وہ فواسق جن کے سلسلے میں نص نہیں ہے.

پہلا مطلب

وہ فواسق جن کے سلسلے میں نص وارد ہے

اول: ان کو قتل کرنے کا حکم:

اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ چھ قسم کے فواسق (موذی جانوروں) کو حل اور حرم دونوں میں قتل کرنا جائز ہے، اور وہ ہیں: چیل، چوہیا، سانپ، بچھو، چتکبڑا کوا، اور کاٹنے والا کتا521.

دلائل:

1-ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**خَمْسٌ لَا جُنَاحَ علی مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَ الْإِحْرَامِ: الفَارَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ**)522.

(**یعنی: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے چاہے حرم میں قتل کرے یا احرام میں: چوہیا، بچھو، کوّا، چیل، اور کاٹنے والے کتے کو**).

2 -ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِ 523 كُلُّهَا**

---

521. دیکھئے: شرح صحیح البخاری، ابن بطال(491/4)؛ تفسیر الرازی،(73/12)؛ شرح النووی علی صحیح مسلم ،(113/8)؛ الشرح الکبیر،
ابن قدامہ(114/3)؛ مجموع الفتاوی،(609/11)؛ تبیین الحقائق،(66/2)؛ الطرق الحکمیۃ،(411/1).

522. البخاری،(649/2)،(ح1731)؛ ومسلم، اور لفظ انہیں کا ہے،(857/2)(ح1199).

523. (مِنَ الدَّوَابِّ): دواب جمع ہے دابۃ کی، ہر چلنے والا حیوان.

فَـــاسِـقٌ، لَا حَـرَجَ 524عَـلَـى مَـنْ قَتَـلَهُـنَّ: الـعَـقْـرَبُ، وَ الْـغُـرَابُ، وَالْـحِـدَأَـةُ، وَالْفَارَةُ525،وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ)526.

(یعنی: پانچ حیوانات ہیں جوسب کے سب فاسق (موذی) ہیں، ان کوقتل کرنے والے پرکوئی حرج نہیں ہے: بچھو، کوّا، چیل، چوہیا، اور کاٹنے والے کتے کو).

3- عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**خَـمْـسٌ فَوَاسِقُ 527 يُقْتَـلْنَ فِي الْحَرَمِ: الْفَارَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ**)528.

(پانچ فواسق (موذی جانور) ہیں جن کوحرم میں قتل کیا جائے گا، چوہیا، بچھو، چیل، کوّا، اور کاٹنے والا کتا).

4- قاسم بن محمد روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (**أَرْبَـعٌ كُـلُّهُـنَّ فَـوَاسِـقُ، يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ: الْحِدَأَةُ، وَالْـغُـرَابُ، وَالْفَارَةُ ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ**)، قـال: فـقلت للْقَاسِمِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَيَّةَ؟ قال :

524. (لَا حَــرَجَ): یعنی: کوئی حرج اور کوئی گناہ نہیں ہے، ابن الأثیر کا قول ہے: حرج اصل میں ضیق کے معنی میں ہے، اس کا اطلاق گناہ اور حرام پر بھی ہوتا ہے.

525. (الفارة) : اصل ہمزہ ہے اور اس کو بدل دیا جاتا ہے.

526. البخاری، (34/4)، (ح1828)؛ ومسلم، (858/2)، (ح1200) اور لفظ مسلم کا ہے

527. (فـواسق): فاسقۃ کی جمع ہے، اور فاسقہ وہ ہے جو حدّ استقامت سے باہر ہو، کلام عرب میں فسق کا اصلی معنی خروج ہے، کسی کو فاسق آدمی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے حکم واطاعت سے خارج ہوتا ہے، اور ان جانوروں کو یہاں فواسق ان کے فسق اور عام جانوروں کے طریقہ سے خروج کی وجہ سے کہا گیا ہے، اور ان کے اندر ضرر، ایذاء اور افساد پایا جاتا ہے، پس اس علت کی بنا پر ان کا قتل کرنا مباح کر دیا گیا ہے. دیکھئے: معجم ابن الأعرابی، (149/4)؛ شرح صحیح البخاری، ابن بطال (491/4)؛ تنویر الحوالک شرح موطأ مالک، (259/1).

528. البخاری، (1204/3)، (ح3136)؛ ومسلم، (856/2)، (ح1198).

تُقْتَلُ بِصُغْرٍ لَهَا529.

(یعنی: چار جانور ہیں جو سب کے سب فواسق ہیں، انہیں حل اور حرم دونوں میں قتل کر دیا جائے گا: چیل، کوا، چوہیا، اور کاٹنے والا کتا) راوی کہتے ہیں: میں نے قاسم سے کہا: سانپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ذلت واہانت کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔

5 - عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: (**خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الحِلِّ وَالْحَرَمِ: الحَيَّةُ، وَالْغُرَابُ الأَبْقَعُ، وَالْفَارَةُ، وَالْكَلْبُ العَقُورُ، وَالْحُدَيَّا**)530.

(یعنی: پانچ فواسق ہیں جنہیں حل اور حرم دونوں میں قتل کر دیا جا گا: سانپ، چتکبرا کوا، چوہیا، کاٹنے والا کتا اور چیل کو)۔

وجہ دلالت: حرم کے اندر چھ قسم کے موذی جانوروں کو ان کی ایذا رسانی کی بنا پر قتل کرنے کے جواز کے اوپر نص وارد ہوئی ہے، اور وہ ہیں: چیل، چوہیا، سانپ، بچھو، چتکبرا کوا، اور کاٹنے والا کتا۔

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (منصوص علیہ جانور چھ ہیں، اور جماہیر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کو حل، حرم اور احرام میں قتل کر دینا جائز ہے)531.

دوم: ان جانوروں کی تعریف اور ان کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب:

یہ مناسب لگتا ہے کہ ان جانوروں میں سے ہر ایک کے اوپر روشنی ڈال دی جائے اور ساتھ ہی ساتھ ان کو حل وحرم اور احرام میں قتل کرنے کے جواز کی حکمت بھی بیان کر دی جائے:

---

529. (**بِصُغْرٍ لَهَا**): یعنی: ذلت وحقارت کے ساتھ. مسلم، (856/2)، (ح1198).

530. مسلم، (856/2)، (ح1198).

531. شرح النووی علی مسلم، (113/8).

اول۔ الحِدَأَةُ: (چیل).

الحِدَأ: جمع ہے الحِدَأۃِ کی، اور یہ وہ چڑیا ہے جو چوہوں کا شکار کرتی ہے، کبھی کبھی حاء کوفتحہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں: حَدَأۃٌ، وحَدَا، لیکن کسرہ اجود ہے، اورالحَدَأ: بفتح الحاء، کلہاڑیاں 532، اور حدیث میں آیا ہے: (الحُدَیّا) بروزن ثُریّا 533.

ابن الاثیر کہتے ہیں: (الحِدَأ: شکاری پرندوں میں سے معروف پرندہ ہے، اس کی واحد حِدَأۃ بروزن عِنَبَۃٌ ہے) 534.

اس کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب:

الحِدَأ، یا الحُدَیّا شکاری چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، بلکہ وہ نہایت خسیس چڑیا ہے، اس لئے کہ وہ شکار نہیں کرتا بلکہ اُچکتا ہے، اسی بنا پر اسے ابوالخطّاف اور ابوصلت کی کنیت کے ساتھ پکارا جاتا ہے، وہ مرغی کے بچوں اور کتے کے چھوٹے بچوں کو اُٹھا بھاگتا ہے، کبھی کبھی وہ ایسی چیز کو بھی اُچک لیتا ہے جو اس کے کسی کام کا نہیں ہوتا اگر وہ سرخ ہو، وہ اس کو گوشت سمجھ کر اچکتا ہے، اس کی یہ عادت میں سے ہے کہ وہ گوشت اور اوجھ پر جھپٹتا ہے، اور ان گوشتوں کو لے بھاگتا ہے جس کو لوگ قربانی وغیرہ کے موقع پر اِدھر اُدھر پھیلا دیتے ہیں، بسااوقات وہ لوگوں کے ہاتھوں سے گوشت کو اُچک لیتا ہے، نیز ان کے علاوہ چیزوں کو بھی لے بھاگتا ہے 535.

دوم: الفأر (چوھا).

فأر: ہمزہ کے ساتھ، جمع ہے فارۃ کی، اور اس کی کنیت امّ خراب ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: جرذان

532. دیکھئے: تھذیب اللغۃ، (121/5).

533. دیکھئے: أمالی ابن سمعون، (226/1).

534. النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (349/1).

535. دیکھئے: أمالی ابن سمعون، (226/1)؛ التمھید، (160/15)؛ تفسیر القرطبی، (303/6)؛ بدائع الصنائع، (197/2)؛ حیاۃ الحیوان الکبری، للدمیری (325/1).

اورفئران، ان دونوں کے پاس قوت سماعت و بصارت ہوتی ہے،اور یہ دونوں بھینس اور گائے کی طرح ہوتے ہیں،ان میں یرابیع (وہ چوہا جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی بڑی ہوتی ہیں)،زباب (ایک قسم کا بڑا چوہا جو بہرا ہوتا ہے)اورخلد (چھچھوندر)نام کے چوہے پائے جاتے ہیں،زباب بہرا ہوتا ہے اورخلد اندھا ہوتا ہے،ان کے علاوہ بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاً: **فأرة البيش ، فارة الابل ، فأرة المسك ،** بولنے والے چوہے اور **فأرة البيت** ،یہی فأرة البیت وہ فویسقہ ہے جس کو نبی ﷺ نے حل،حرم اوراحرام میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے.

اس کے قتل کی اباحت کا سبب:

حیوانات میں چوہا سے زیادہ مفسد اور موذی دوسرا کوئی حیوان نہیں ہے،اس لئے کہ وہ کسی بھی حقیر و عظیم شیئ کو نہیں چھوڑتا،اسے جو چیز مل جائے اسے ضائع وبرباد کردیتا ہے،اسی لئے چوہا کو ابوخراب کی کنیت دی گئی ہے، حدتو یہ ہے کہ: جب وہ تنگ سروالے بوتل کو پاتا ہے تو عجب چال چلتا ہے، وہ اس میں اپنا دُم داخل کردیتا ہے اور جب وہ تیل سے تر ہوجاتا ہے تو باہر نکال کر اسے چاٹتا رہتا ہے، یہاں تک کہ پورے بوتل کو صاف کردیتا ہے636.

ابن بکیر کہتے ہیں: (چوہوں کو قتل کرنے کا اس لئے حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ مشکیزوں اور جوتوں کو کاٹ دیتے ہیں جن پر مسافر کا انحصار ہوتا ہے)537،اور بسا اوقات لوگوں کے اموال لے بھاگتے ہیں538.

چوہا کی ہلاکت خیزیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں کو نذر آتش کردیتا ہے،اس کے فساد اور ایذا رسانی کی بنا پر ہی نبی ﷺ نے اسے فویسقہ کہا ہے539، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے

536. أمالی ابن سمعون،(57/2).

537. تفسیر القرطبی،(303/6).

538. دیکھئے: بدائع الصنائع،(197/2).

539. شرح صحیح البخاری،ابن بطال(77/6).

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**خَمِّرُوا الآنِيَةَ، وَأَجِيفُوا 540 الأَبْوَاب، وَأَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ؛ فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ 541 رُبَّمَا جَرَّتِ الْفَتِيلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ**) 542.

(یعنی: برتن کو ڈھنک دو، دروازوں کو بند کردو، اور چراغوں کو بجھادو، بسا اوقات چوہیا بتی کو کھینچ لے جاتی ہے اور گھر والوں کو نذر آتش کر دیتی ہے).

اسی طرح کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ایک چوہیا آئی اور اس نے چراغ کی بتّی کو کھینچنا شروع کر دیا، وہ اسے کھینچتے ہوئے لائی اور نبی ﷺ کے سامنے اس خُمرہ 543 (سجادہ) پر اس کو ڈال دیا جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے، پس اس میں سے ایک درہم کے بقدر جل گیا، آپ نے فرمایا: (**إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوا سُرُجَكُمْ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هَذِهِ عَلَى هَذَا فَتُحْرِقُكُمْ**) 544.

---

540. (**أَجِيفُوا**): اجافہ سے امر کا صیغہ ہے، اس کا معنی رد ہے، کہا جاتا ہے: **أَجَفْتُ الْبَابَ**: یعنی: میں نے اس کو لوٹا دیا. دیکھئے: عمدۃ القاری، (271/22).

541. (**الْفُوَيْسِقَة**): فاسقۃ کی تصغیر ہے اور تحقیر کے لئے ہے، اور اس کا سبب تسمیہ: ان کا اپنے بل سے نکل کر لوگوں کے پاس جانا اور ان کے اموال کو تباہ و برباد کر دینا ہے. دیکھئے: فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، ابن رجب (2320/2).

542. البخاری، اور لفظ انہیں کا ہے، (2320/5)، (ح 5937)؛ ومسلم، (1594/3) (ح 2012).

543. (**الْخُمْرَةِ**): خاء کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ، اس کی جمع **خُمْر** ہے اور یہ چھوٹا سجادہ ہے جو کھجور کی شاخ سے بنایا جاتا ہے اور دھاگے سے اس کو جوڑ دیا جاتا ہے. کہا جاتا ہے کہ اس کو خُمرہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ نمازی کے چہرہ کو زمین سے چھپا دیتا ہے اسی وجہ کر سر کو چھپانے والے کپڑے کو خمار کہتے ہیں. دیکھئے: شرح صحیح البخاری، ابن بطال (43/2)؛ عمدۃ القاری، (108/4).

544. ابوداود، (363/4)، (ح/5247). اور البانی نے صحیح سنن ابی داود، (289/3)، (ح/5247) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے

(یعنی: جب تم لوگ سونا چاہو تو اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو، اس لئے کہ شیطان اسی طرح چوہا کو اس طرح کے کام پر ورغلاتا ہے اور وہ تمہیں جلا ڈالتا ہے).

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (حل اور حرم میں چوہا کو مارنے کے جواز پر تمام علماء کا اجماع ہے) 545.

سوم: **العقرب (بچھو)**.

عقرب: معروف حیوان ہے، اس میں باء زائد ہے، وہ عقر سے بنا ہے، پھر اس سے مستعار لے کر اس شخص کے لئے کہا جاتا ہے جو لوگوں کو بے آبرو کرتا ہے: اِنَّهُ لَتَدِبُّ عَقَارِبُه546.

مذکر اور مؤنث دونوں کو عقرب کہتے ہیں، مگر اکثر تانیث کے لئے استعمال ہوتا ہے 547، اور عقرب و عُقرُبه و عُقرُبا مؤنث کا نام ہے، مذکر کو عُقرُبان (عین وراء کے ضمہ کے ساتھ) کہتے ہیں 548.

اور عقرب: مکڑیوں کے نوع سے رینگنے والا چھوٹا زہریلا جانور ہے جو ڈنک مارتا ہے 549.

کہا جاتا ہے: لدغته العقرب و ذوات السموم (اسے بچھو اور زہریلے جانوروں نے ڈس لیا)، جب وہ اپنے زہر کے ساتھ اسے ڈس لیں اور ڈنک مار دیں 550.

اس کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب:

بچھو کو قتل کرنے کی اباحت کا اہم سبب اس کا زہریلا ہونا ہے، جیسا کہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے: (بچھو کو قتل کرنے کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کیونکہ وہ زہریلا ہوتا ہے) 551، اور وہ (جس کو ڈستا ہے اس

545. الاستذکار، (156/4).
546. دیکھئے: معجم مقاییس اللغۃ، (360/4).
547. دیکھئے: تھذیب اللغۃ، (186/3).
548. دیکھئے: المجموع، (14/9).
549. دیکھئے: المعجم الوسیط، (615/2).
550. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (93/3).
551. تفسیر القرطبی، (303/6).

کے پاس جاتا ہے اور اس کی حرکت و آواز کا پیچھا کرتا ہے)552.

بچھو کو حِل وحرم میں قتل کئے جانے کے جواز کا ایک سبب یہ ہے کہ وہ موذیات میں سے ہے، نبی ﷺ کو بھی ایک بچھو نے حالتِ نماز میں ڈس لیا تھا:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ کو ایک بچھو نے ڈس لیا جب کہ آپ نماز میں تھے، پس آپ نے فرمایا: (**لَعَنَ اللَّهُ العَقْرَبَ 553، ما تَدَعُ الْمُصَلِّيَ وَ غَيْرَ الْمُصَلِّي ، اقْتُلُوهَا فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ**)554.

(یعنی: اللہ تعالی بچھو پر لعنت فرمائے، وہ نمازی اور غیر نمازی کسی کو نہیں چھوڑتا، اسے حِل اور حرم میں قتل کرو).

وجہ دلالت : نبی ﷺ نے عقرب کو حِل اور حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ وہ موذیات میں سے ہے555.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: (**أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْأَسْوَدَيْنِ 556 في**

552. بدائع الصنائع، (197/2).

553. (**لَعَنَ اللَّهُ الْعَقْرَبَ**) : حدیث میں موذیات پر لعنت بھیجنے کا جواز پایا جاتا ہے، البتہ حیوانات پر تعیین کے ساتھ لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے اس عورت کی سرزنش فرمائی جس نے اپنی اونٹنی پر لعنت بھیجا تھا، اور آپ نے فرمایا: ہمارے ساتھ ایسی کوئی اونٹنی نہ ہو جس پر لعنت کی گئی ہو. نیز فرمایا: مؤمن طعنہ دینے والا اور لعنت بھیجنے والا نہیں ہوتا. دیکھئے: شرح سنن ابن ماجہ (88/1).

554. ابن ماجہ، (395/1)، (ح1246).

(البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ)، (372/1)، (ح1037) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

555. دیکھئے: فیض القدیر، (270/5).

556. (**الْأَسْوَدَيْن**): سانپ اور بچھو کو اسودین سے موسوم کیا جانا باب تغلیب سے ہے، جبکہ اصل میں سانپ کو ہی اسود کے نام سے پکارا جاتا ہے، **بعض** نے کہا ہے: مدینہ کا بچھو مائل بہ سیاہی ہوتا ہے اس لئے اس کو اسود کہا گیا ہے.

دیکھئے: تحفۃ الاحوذی، (334/2)؛ حاشیۃ السندی علی سنن النسائی، (10/3).

الصَّلَاةِ: الْعَقْرَبِ وَ الْحَيَّةِ)557.

(یعنی: نبی ﷺ نے نماز کے اندر اسودین: یعنی بچھو اور سانپ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے).

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اکثر علماء نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے اور حالتِ نماز میں سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے، ان علماء میں سے: ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حسن ہیں، اور یہی ابو حنیفہ، شافعی، احمد اور اسحاق وغیرہم کا قول ہے)558.

اہل علم نے بچھو کو حِل اور حرم میں قتل کئے جانے کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، ان میں سے یہ علماء قابل ذکر ہیں:

1-ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (علماء کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ نے احرام اور حرم میں بچھو کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے)559.

2- ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (چوہا کو اور بچھو کو حِل و حرم میں قتل کرنے کے جواز پر تمام علماء کا اجماع ہے)560.

3- ابن المنذر رحمہ اللہ کا قول ہے: (ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ بچھو کو قتل کرنے کے جواز میں علماء کا کوئی اختلاف ہے)561.

---

557. الترمذی، (234/2)، (ح 390) اور کہا ہے: (حسن صحیح).
اور البانی نے (صحیح سنن ابن ماجہ)، (372/1) (ح 1036) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

558. فتح الباری، (398/6).

559. شرح معانی الآثار، (167/2).

560. الاستذکار، (156/4).

561. فتح الباری، (39/4).

چہارم: **الحية (سانپ) .**

الحية : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے:(ثُعبان: مذکر سانپ ہے، کہا جاتا ہے: سانپوں کے کئی اجناس ہیں: الجان(ایک قسم کا سفید سانپ)، الأ فاعی (بڑے اور خبیث سانپ ہوتے ہیں) اور الأ سَاوِد(بڑا کالا سانپ جس کو حنش بھی کہتے ہیں)562.

اس کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب :

سانپ کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب وہی ہے جو بچھو کو قتل کرنے کا ہے، اس لئے کہ وہ بھی زہریلا جانور ہے، جس کو ڈستا ہے اس کے پاس جاتا ہے اور اس کی آواز وآہٹ کا پیچھا کرتا ہے، نیز اس کے باعث نقصان وضرر ہونے کی وجہ سے بھی قتل کرنا جائز ہے، چنانچہ وہ مؤذیات میں سے ہے، اسی بنا پر حل وحرم میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے563.

کاسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:(بچھو جس کو ڈستا ہے اس کے پاس پہنچتا ہے اور اس کی آواز وآہٹ کا پیچھا کرتا ہے، اسی طرح سانپ بھی)564.

سانپ کی ہلاکت خیزی اور نقصان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے اور عورت کے حمل کو ساقط کر دیتا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ کہہ رہے تھے:(**اقْتـلُـوا الْـحَيَّـاتِ، وَاقْتـلُـوا ذَا الطُّفْيَتَيِنِ 565، وَالأَبْتَرَ 566،**

562. صحیح البخاری،(1201/3).

563. تفسیر القرطبی،(303/6).

564. بدائع الصنائع،(197/2).

565. (**ذَا الـطُّفْيَتَيْن**): سانپ کی پیٹھ پر پائی جانے والی دو سفید لکیریں ہیں، اور اصل میں طفیہ آنکھ کی پتلی کو کہتے ہیں، اس کی جمع طُفَی ہے، اس کی پیٹھ پر پائی جانے والی دونوں لکیروں کو آنکھ کی دونوں پتلیوں سے تشبیہ دیا گیا ہے.

566. (**الأَبْتَــرَ**): چھوٹے دُم والا سانپ، نضر بن شمیل کا قول ہے: سانپوں کی ایک قسم ہے جو نیلا اور دُم کٹا ہوتا ہے، حاملہ عورت کا حمل اس کو دیکھتے ہی ساقط ہو جاتا ہے.

فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ 567، **وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ** 568)(یعنی: سانپوں کوقتل کردواوردو دھاریوں والے، اور چھوٹے دُم والے سانپ کوقتل کردو، وہ دونوں نگاہوں کو چھین لیتے ہیں اوراور حمل کو ساقط کردیتے ہیں) عبداللہ نے کہا: اس بیچ کہ میں ایک سانپ کو بھگا رہا تھا مجھے ابولبابہ نے یہ کہتے ہوئے پکارا: اسے قتل نہ کرو، میں نے کہا: نبی ﷺ نے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا ہے ،انہوں نے کہا: اس کے بعد نبی ﷺ نے گھریلو سانپوں (عوامر) کو مارنے سے منع فرما دیا تھا569.

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ: ہر شہر کے تمام گھریلو سانپوں کے لئے یہ نہی عام ہے، یہاں تک کہ اس کو وارننگ نہ دے دی جائے ،مگر جو گھریلو سانپ نہیں ہے اسے بغیر وارننگ کے قتل کردیا جائے گا...اور بعض علماء کی رائے ہے کہ: سانپوں کوقتل کرنے کا حکم مطلق ہےاور گھریلو سانپوں کو قتل کرنے کی ممانعت سے مخصوص ہے،سوائے ابتر (چھوٹے دُم کا وہ سانپ جسے حاملہ دیکھ لیتی ہے تو حمل ساقط ہوجاتا ہے) اور دوسفید دھاری والے سانپ کے، ،انہیں ہر حال میں قتل کیا جائے گا، چاہے دونوں گھر میں رہتے ہوں یا کہیں اور)570.

نبی ﷺ نے سانپوں کی عظیم ہلاکت خیزی کی بنا پر ان کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے،ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**مَنْ تَرَكَ الْحَيَّاتِ مَخَافَةَ طَلَبِهِنَّ؛ فَلَيْسَ مِنَّا، مَا**

---

567. (**يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ**): یعنی: ان دونوں سانپوں کی کسی آدمی پر نگاہ پڑتے ہی یہ اس کی نظر کو اچک لیتے اور روشنی کو سلب کرلیتے ہیں، اللہ تعالی نے ان کی نگاہوں میں کوئی ایسی خاصیت رکھی ہے.

568. (**يَسْتَسْقِطَانِ الحَبَلَ**): اس کا معنی ہے: جب حاملہ عورت ان دونوں سانپوں کی طرف دیکھتی ہےاوران سے خوف کھاتی ہے تو اکثر ان کا حمل ساقط ہوجاتا ہے. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (230/14).

569. البخاری، (1201/3)، (ح3123) اور لفظ انہیں کا ہے؛ ومسلم، (1752/4)، (ح2233).

570. شرح النووی علی صحیح مسلم، (230/14).

سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنّ)571.

(یعنی: جس نے سانپوں کوانہیں تلاش کرنے کے خوف سے چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، ہم نے ان (سانپوں) سے کبھی صلح نہیں کیا جب سے ان کے خلاف جنگ چھیڑا ہے).

اور نبی ﷺ نے انہیں اسی سبب سے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہم لوگ زمزم کی صفائی کرنا چاہتے ہیں، مگر اس میں یہ جِنّان- یعنی: چھوٹے چھوٹے سانپ- پائے جاتے ہیں، پس نبی ﷺ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا572.

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ ، فَمَنْ خَافَ ثَأْرَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي**)573. (تمام سانپوں کو قتل کرو، جو ان کے بدلہ لینے سے ڈرے وہ ہم میں سے نہیں ہے).

ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: (بظاہر یہ احادیث مطلق ہیں اور گھروں میں رہنے والے سانپوں کے علاوہ پر محمول ہیں)574.

اور سانپوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ نماز کے اندر بھی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

571. أبوداود، (363/4)، (ح/5250).

اور البانی نے (صحیح سنن ابی داود)، (289/3)، (ح5250) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

572. أبوداود، (363/4)، (ح/5251).

اور البانی نے (صحیح سنن ابی داود)، (290/3)، (ح5251) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

573. أبوداود، (363/4)، (ح/5249).

اور البانی نے (صحیح سنن ابی داود)، (289/3)، (5249) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے.

574. مرقاۃ المفاتیح، (48/8).

کہ: (**أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: العَقْرَبِ وَالحَيَّةِ**)575.(یعنی: نبی ﷺ نے نماز میں اسودین، یعنی: سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے).

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اکثر علماء نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے اور نماز کے اندر سانپ اور بچھو کو مارنے کی اجازت دی ہے)576.

اور کئی اہل علم نے حِل اور حرم میں سانپ کو قتل کرنے کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، ان میں سے یہ لوگ ہیں:

1- ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: (تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حِل اور حرم میں سانپ کو قتل کرنا جائز ہے)577.

2- اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (مالک اور جمہور علماء سے حِل وحرم میں سانپ کو قتل کرنے کی مخالفت منقول نہیں ہے، اسی طرح افعی 578 کے بارے میں بھی)579.

پنجم: الغراب الأبقع (چتکبڑا کوّا).

الغُراب: کالا پرندہ ہے، جمع: اغـرِبة ، اَغرُب ، غِربان ، اور غُرُب ہے، اور جمع الجمع: غَرَابین ہے580.

575. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

576. فتح الباری، (398/6).

577. شرح صحیح البخاری، (493/4).

578. (**الأفعى**): سانپ، کہا جاتا ہے کہ یہ چتی دار، پتلی گردن اور چوڑے سر والا ہوتا ہے، وہ ہمیشہ گول بنا رہتا ہے، اس کے کاٹنے کے بعد کوئی تریاق اور کوئی جھاڑ پھونک کام نہیں آتا ہے. دیکھئے: المصباح المنیر ، (478/2).

579. التمہید ، (163/15).

580. دیکھئے: المحکم والمحیط الأعظم، (511/5).

اور **الغُرَاب الأبقع :** وہ کوّا جس کی سیاہی کے ساتھ سفیدی پائی جاتی ہو، یہ سب سے خبیث کوا ہوتا ہے، اسی سے ہر خبیث کی مثال دی جاتی ہے، اور **البَـقَـعُ والبَـقْـعَة**: رنگ کے اختلاف کو کہتے ہیں، اور **الأبقَع** بمعنی سراب ہے، اس لئے کہ وہ متلون ہوتا ہے 581.

اور غراب ابقع (چتکبڑا کوّا) نہایت کم ہوتا ہے، اور وہ غُراب البَین ہے، (اور ہر کوا کو غُراب البَین کہ دیا جاتا ہے جب اس کو نحوست پر محمول کرتے ہیں، البتہ اصلی غراب البین چھوٹا کوّا ہوتا ہے، اور ہر کوّا کو غراب البین اس لئے کہتے ہیں کیونکہ جیسے ہی لوگ ان سے الگ ہوتے ہیں وہ کوّے ان کے گھروں میں مختلف جگہوں پر نازل ہوجاتے ہیں)582.

حدیث میں غراب سے مراد :

اغلب احادیث میں مطلق (غراب) آیا ہے، اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی مسلم کی حدیث میں لفظ (**الغراب الأبقع**) آیا ہے583.

اس کوّا سے کیا مراد ہے؟ علماء کے درمیان اس کے بارے میں اختلاف ہے، اور راجح قول یہ ہے کہ: جس کوّا کو حِل وحرم میں قتل کرنے کی اجازت ہے اس سے مراد غرابِ ابقع (چتکبرا کوّا) ہے دوسرا نہیں، اور انہوں نے مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے 584، یہی ابن المنذر 585، اور ابن خزیمہ 586 وغیرہما کا قول ہے.

---

581. دیکھئے: مصدر سابق، (250/1).

582. الحیوان، للجاحظ (431/3)؛ لسان العرب، (642/1).

583. مسلم، (856/2)، (ح1198).

584. البنایۃ، (305/4)؛ مواهب الجلیل، (235/4)؛ فتح الباری، (38/4)؛ عمدۃ القاری، (180/10)؛ المغنی، (342/3).

585. دیکھئے: فتح الباری، (38/4)؛ عمدۃ القاری،

586. دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ، (191/4).

اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال :

1-ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا قول ہے: (اس حدیث کے ذکر کا باب جو اس مجمل لفظ کے لئے مفسّر ہے جس کو میں نے ان جانوروں کے بیان کے ضمن میں ذکر کیا ہے جن کو قتل کرنا محرم کے لئے مباح کیا گیا ہے، اوراس کی دلیل کہ نبی ﷺ نے محرم کے لئے بعض کووں کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے تمام کو نہیں، اور آپ نے ان میں سے صرف چتکبرا کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے، اس کے علاوہ دوسرے کووں کو نہیں)587.

2-ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حکم سے چھوٹے کوے کو باہر رکھا جائے گا جو کہ دانہ کھاتا ہے، جس کو غرابِ زرع کہا جاتا ہے، نیز اس کو زاغ بھی کہا جاتا ہے، علماء نے اس کو کھانے کے جواز کا فتوی دیا ہے، پس اس کے علاوہ سارے کوّے غرابِ ابقع کے ساتھ ملحق رہیں گے)588.

3- عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (مطلق روایتوں کو اس مقید روایت پر محمول کیا جائے گا جس کو مسلم نے روایت کیا ہے، اور ایسا اس لئے کہ کوّے کو قتل کرنا اس لئے مباح قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ تکلیف دینے میں پہل کرتا ہے، اور تکلیف دینے میں پہل غرابِ ابقع ہی کرتا ہے، اس کے علاوہ کوا تکلیف پہنچانے میں پہل نہیں کرتا، لہذا اس کو قتل کرنا مباح نہیں ہے، جیسے کہ عقق اور غرابِ زرع ہے جس کو زاغ بھی کہتے ہیں، اور علماء نے اس کو کھانے کے جواز کا فتوی دیا ہے، پس اس کے علاوہ جو کوّے ہیں وہ ابقع کے ساتھ ملحق ہوں گے، انہیں میں سے غداف بھی ہے امام شافعی کے مذہب میں صحیح قول کے مطابق)589.

اس کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب:

چتکبرے کوے کو حِل وحرم میں قتل کرنے کی اباحت کا سبب اس کا افساد، نقصان دہی اور ایذ رسانی

---

587. دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ، (191/4).

588. فتح الباری، (38/4).

589. عمدۃ القاری، (180/10)

ہے، وہ کجاوے کی وجہ سے زخمی ہونے والے اونٹوں کی پیٹھ پر بیٹھ جاتا ہے اور ان کے زخم اور پھوڑوں کو نوچتا ہے جس کی وجہ سے انہیں حد درجہ تکلیف ہوتی ہے، اور بسا اوقات وہ لوگوں کے ہاتھوں سے گوشت لے کر بھاگ جاتا ہے590.

اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال:

1-ابن سمعون رحمہ اللہ نے غرابِ ابقع کے بارے میں کہا ہے: (جب وہ اونٹ کی پیٹھ میں زخم یا اس کی گردن میں پھوڑا دیکھتا ہے تو اس پر اترتا ہے اور اسے دیّات 591 (ہڈیوں) تک نوچ ڈالتا ہے)592.

کاسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اور ان کے 593 قتل کی اباحت کی علت یہ ہے کہ: وہ ایذا رسانی میں پہل کرتے ہیں، اور اکثر لوگوں پر حملہ آور ہوتے ہیں...اور کوّا اونٹ کی پیٹھ کے زخموں پر اترتے ہیں جب کہ اس کا مالک اس سے قریب ہی ہوتا ہے...

ابو یوسف کہتے ہیں: حدیث میں مذکور غراب وہ کوّا ہے جو پائخانہ کھاتا ہے، یا پائخانہ میں لت پت ہوتا ہے، کیونکہ اسی قسم کا کوّا ایذا رسانی میں پہل کرتا ہے، عقعق 594 کے اندر یہ باتیں نہیں پائی جاتیں، اس لئے کہ وہ گندا نہیں کھاتا اور نہ ایذا رسانی میں پہل کرتا ہے)595.

590. دیکھئے: التمہید، (160/15).

591. **الدّیات**: گردن کی ہڈیوں اور ریڑھ کی ہڈیوں کو کہتے ہیں، دیکھئے: اَمالی ابن سمعون، (354/1).

592. دیکھئے: اَمالی ابن سمعون، (354/1).

593. یعنی: مؤذی جانوروں کی اباحت کی علت.

594. (**العَقْعَقُ**) : غرابِ عقعق: کووں کی ایک قسم ہے، کبوتر کے قد کا اور کوّے کی شکل کا ہوتا ہے، اس نام سے موسوم کئے جانے کا سبب یہ ہے کہ: وہ اپنے چوزے کو عاق کر دیتا ہے اور اسے بلا کھانا کے چھوڑ دیتا ہے، عرب کے لوگ اس سے بدفالی لیتے تھے. دیکھئے: فتح الباری، (38/4).

595. بدائع الصنائع، (197/2).

3- قرطبی رحمہ اللہ کوّے کو حل وحرم میں قتل کئے جانے کے جواز پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں: (یہی حکم چیل اور کوّے کا ہے، اس لئے کہ وہ دونوں لوگوں کے ہاتھوں سے گوشت کو اُچک لیتے ہیں...اور کوّا جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھتا ہے اوران کا گوشت نوچتا ہے)596.

ششم: الکلب العقور(کاٹنے والا کتا).

کلب: اس کا واحد کلاب ہے، اوراس کی جمع: أکلب، کلاب، اور کلیب ہے، کلیب بالکل قلیل الوجود جمع ہے، جیسے کہ عبد وعبید، اور اکلب کی جمع اکالب ہے، اور کلاب کی جمع کلابات بتایا جاتا ہے، اور کلبۃ: کلاب کی مؤنث ہے، اس کی جمع کَلَبات آتی ہے 597.

کلب عقور سے مراد:

حدیث کے اندر کلب عقور سے مراد کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اوران کے کئی اقوال ہیں، جن میں راجح قول یہ ہے کہ: کلبِ عقور ہر عادی ومفترس جانور ہے، جیسے کہ شیر، چیتا بھیڑیا اور تیندوا وغیرہ، یہی جمہور علماء کا قول ہے 598، اور عقور وعاقر کا معنی ہے: کاٹ کھانے والا 599.

اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال:

1- امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: (جو بھی جانور لوگوں کو کاٹے، ان پر حملہ کرے اورانہیں خوف زدہ کرے وہ کلب عقور ہے، جیسے کہ شیر، چیتا، تیندوا، بھیڑیا وغیرہ 600.

---

596. تفسیر القرطبی، (303/6).

597. لسان العرب، (721/1)؛ القاموس المحیط، (ص169).

598. شرح السنۃ للبغوی (160/4)؛ شرح فتح القدیر (75/3)؛ شرح النووی علی صحیح مسلم، (115/8)؛ شرح الزرکشی، (155/3)؛ فتح الباری، (39/4)؛ مطالب اولی النھی، (343/2)؛ نیل الأوطار، (27/5).

599. دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، (115/8).

600. الموطأ، (357/1).

2- اورابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: (کلبِ عقور سے مراد دیہاتی کتے نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد ہر پھاڑ کھانے والا درندہ ہے، اس کی یہی تفسیر مالک، ابن عیینہ اور اہل لغت نے کی ہے)601.

3- اورابن الاثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (کلبِ عقور: ہر کاٹنے والا درندہ ہے، یعنی جو زخمی کرتا، مارڈالتا اور کاٹ کھاتا ہے، جیسے کہ شیر، چیتا اور بھیڑیا وغیرہ، انہیں کلب کہا گیا ہے کیونکہ یہ سب سبُعیت (درندگی) میں مشترک ہیں، اور عقور: مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے)602.

ان کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب :

کلبِ عقور اور ان پھاڑ کھانے والے درندوں کو حِل وحرم میں قتل کرنے کی اباحت کا سبب ان کا لوگوں پر حملہ کرنا اور ان کو دہشت زدہ کرنا ہے، اسی طرح ان کا کاٹنا اور پھاڑ کھانا بھی سبب ہے، پس شیر، چیتا اور بھیڑیا جیسے عادی وقاتل ومفترس درندوں کو ان سے لاحق عظیم خطرات ونقصانات کی وجہ سے حِل وحرم میں قتل کردینے کی اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ (تفسیر قرطبی) میں آیا ہے: اور (کلبِ عقور ان جانوروں میں سے ہے جن سے لوگوں کو عظیم خطرات لاحق ہوتے ہیں)603.

اور کاسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (کلبِ عقور کی پہچان لوگوں پر حملہ آور ہونا اور اکثر ان کو کاٹ کھانے میں پہل کرنا ہے)604.

---

601. شرح صحیح البخاری، (490/4).

602. النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (275/3) اور دیکھئے: لسان العرب، (594/4).

603. تفسیر القرطبی، (303/6).

604. بدائع الصنائع، (197/2).

دوسرا مطلب

وہ فواسق جن کے سلسلے میں نص نہیں ھے

اول: **ان کا حکم :**

علماء کے درمیان ان فواسق کو حرم میں قتل کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے جن کے لئے نص نہیں ہے، اوران کے دو اقوال ہیں، اور راجح قول یہ ہے کہ: حرم کے اندر تمام فواسق کو قتل کرنا جائز ہے، جن کے بارے میں نص ہے ان کو بھی اور جو ان کے معنی ہیں ان کو بھی ، یہی جمہور کا قول ہے : جن میں ائمہ ثلاثہ : مالک 605، شافعی 606، اور احمد 607 ہیں.

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (جماہیر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کو حل وحرم اور احرام میں قتل کرنا جائز ہے، نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ محرم کے لئے اس معنی کے دوسرے فواسق کو قتل کرنا بھی جائز ہے، پھر ان کے درمیان اس معنی کی تحدید کے بارے میں اختلاف ہے)608.

دلائل :

1- احادیث سابقہ میں تعداد کا جو ذکر آیا ہے وہ مراد نہیں ہے، اوراس کے دو اسباب ہیں:

---

605. التمہید ،(162/15)؛ الذخیرۃ ،(3159/3).

606. اللباب فی الفقہ الشافعی ، احمد الضبی (ص 206)؛ شرح النووی علی صحیح مسلم ،(113/15)؛ فتح الباری ،(36/4).

607. المغنی ،(342/3)؛ الاقناع ،(583/1).

608. شرح النووی علی صحیح مسلم ،(113/8).

أ - ایک حدیث میں مذکور تعداد دوسری حدیث میں مذکور تعداد کے خلاف ہے؛ کسی حدیث میں (چار)609 کا لفظ ہے، اور کسی میں (پانچ)610 کا لفظ ہے، اور کسی میں (چھ)611 کا لفظ آیا ہے، اور کسی میں عدد کا ذکر ہی نہیں ہے612.

ب - حدیثوں کے درمیان فواسق کی تحدید میں اختلاف ہے، بعض میں (سانپ) کا ذکر ہے تو (بچھو) کا نہیں ہے613، یا کہیں (بچھو) کا ذکر ہے تو (سانپ) کا نہیں ہے614، اور کہیں (سانپ اور کوّا) کا ذکر نہیں ہے615، اور کسی حدیث میں (سبُع عادی)616 کا ذکر ہے، اور یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ عدد کا ذکر مراد نہیں ہے.

ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (نبی ﷺ کا قول [خمسٌ] حصر کے لئے نہیں ہے، اس لئے کہ ایک حدیث میں سانپ کا ذکر ہے اور دوسری میں بچھو کا ہے، اور ایک کے اندر اخیر میں ان کے ساتھ سبُع عادی کا ذکر ہے.، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد اس کو بیان کرنا ہے جس سے زیادہ سابقہ پڑتا ہے،

609. مسلم، (856/2)، (ح1198).

610. البخاری، (1204/3)، (ح3136)؛ ومسلم، (856/2)، (ح1198).

611. مسند أبی عوانہ، (412/2)، (ح3635). اور دیکھئے: فتح الباری، (36/4).

612. مسند احمد، (285/6)، (ح26482)؛ وأبوداود، (170/2)، (ح1848). اور البانی نے ضعیف سنن أبی داود (ص145) (ح1848) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے.

613. مسلم، (856/2)، (ح1198).

614. البخاری، (1204/3)، (ح3136)؛ ومسلم، (856/2)، (ح1198).

615. مسلم، (2/856)، (ح:1198).

616. ترمذی (3/198)، (ح:838). اور یہ حدیث حسن ہے.

اور وہ یہی دواب ہیں، اور ان کی ایذا رسانی کو ان کے قتل کی علت قرار دے دیا گیا ہے)617.

2-اور لفظ: (**خَمْسٌ فَوَاسِقُ**) تنوین کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، اور یہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ان دواب کو قتل کرنے کے جواز کی علت ان کا فسق (ایذا رسانی) ہے، پس یہ حکم ہر فاسق (مؤذی) پر منطبق ہوگا، اور بعض روایات میں لفظ: (**خَمْسُ فَوَاسِقَ**) اضافت کے ساتھ آیا ہے، جو صرف پانچ کے ساتھ تخصیص کا تقاضہ کر رہا ہے اور کسی عدد کے ساتھ نہیں.

اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال:

أ -ابن دقیق العید رحمہ اللہ کہتے ہیں: (روایت کے اندر مشہور لفظ تنوین کے ساتھ (**خَمْسٌ فَوَاسِقُ**) ہے، اور اضافت کے ساتھ بلا تنوین (**خَمْسُ فَوَاسِقَ**) بھی کہنا جائز ہے...اور یہاں تنوین اور اضافت کے درمیان معنوی لحاظ سے باریک فرق پایا جاتا ہے، اس طرح سے کہ اضافت صرف پانچ ہی جانوروں پر قتل کے حکم کا تقاضہ کرتی ہے، بلکہ وہ عام جانوروں سے ان پانچوں کی تخصیص کا احساس دلاتی ہے، اس کے مفہوم مخالف سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، مگر تنوین کی صورت میں وہ لفظ پانچوں کو معنوی طور پر فسق سے متصف کئے جانے کا متقاضی ہے، بلکہ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس پر مرتب ہونے والا حکم جو کہ قتل ہے وہ مقررہ وصف یعنی فسق سے معلل ہے، لہذا یہ وصف دواب میں سے ہر فاسق کو شامل کئے جانے کا مقتضی ہے، اور یہ اول لفظ کے تقاضہ یعنی تخصیص کے بالکل برعکس ہے)618.

ب- اور **ماوردی** رحمہ اللہ کہتے ہیں: (کم ضرر والے جانور کے قتل کا حکم بیان کر کے زیادہ ضرر والے کے قتل کے جواز سے آگاہ کیا گیا ہے، چنانچہ کوّا اور چیل کا حکم بیان کیا ہے تا کہ عقاب اور گدھ کے حکم سے واقف کرائے، چوہا کے حکم کو بیان کیا ہے تا کہ حشرات الارض کا حکم معلوم ہو جائے، اور عقرب کے حکم کو بیان کر کے سانپ کے حکم سے آگاہ کیا ہے، اسی طرح کلبِ عقور کے حکم کو بیان کر کے درندوں اور چیتوں اور

---

617. شرح العمدہ فی الفقہ، (139/3).

618. احکام الاحکام، (33-32/3).

اس معنی کے دوسرے جانوروں کے حکم سے آگاہ کیا گیا ہے، اور جب نص دلیل اور تنبیہ پر مشتمل ہو تو تنبیہ کا حکم دلیل کے حکم کو ساقط کر دیتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ﴾ [الاسراء:۲۳] اس میں (والدین کو) مارنے کی حرمت پر تنبیہ پائی جاتی ہے، جب کہ اس کے لفظ کی دلیل مارنے کے جواز کی متقاضی ہے، پس اللہ نے اپنی تنبیہ کے ذریعہ اپنی دلیل کے خلاف فیصلہ دیا ہے)619.

ج- اور ابن **قدامہ** کہتے ہیں: (حدیث نے ہر جنس کے جانوروں کو نیچے سے بیان کیا ہے، اس کے اعلی کے حکم سے مطلع کرنے اور اس معنی کے تمام جانوروں کو اس میں شامل کرنے کے لئے، پس اس کا چیل اور کوّا کا حکم بیان کرنا باز وغیرہ کی طرف تنبیہ ہے، اور چوہا کے بیان کے ذریعہ حشرات کی طرف تنبیہ کی گئی ہے، اور بچھو کے ذریعہ سانپ کی طرف، اور کلب عقور (کاٹ کھانے والے کتے) کے ذیعہ درندوں کی طرف جو کہ اس سے اعلی ہیں)620.

د- نیز وہ مزید بیان کرتے ہیں: (بنا بریں ہر اس حیوان کو قتل کرنا جائز ہے جو لوگوں کی جان و مال کے لئے خطرناک اور نقصان دہ ہوں، جیسے کے کہ تمام کے تمام درندے، جن کا کھانا حلال نہیں ہے، اسی طرح شکاری پرندے ہیں جیسے کہ بازی، شکرہ، شاہین، اور عقاب وغیرہ، اسی طرح مؤذی حشرات ہیں، جیسے کہ بھڑ، کھٹمل، مچھر، پسّو اور مکھی، اسی کے قائل امام شافعی ہیں)621.

3- ہر وہ جانور جو لوگوں کو کاٹ کھائے اور ان پر حملہ کرے اور انہیں دہشت زدہ کریں وہ کلبِ عقور ہے:

اس سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول ذکر کیا جا چکا ہے کہ (ہر وہ جانور جو لوگوں کو کاٹ کھائے اور ان پر حملہ آور ہو اور انہیں خوف زدہ کرے وہ کلبِ عقور ہے، جیسے کہ شیر، چیتا، تیندوا، اور بھیڑیا)622. اور

619. الحاوی الکبیر، (360/4).

620. المغنی، (164/3).

621. الشرح الکبیر، (303/3).

622. الموطأ، (357/1).

اس کی تائید اس سے ہورہی ہے:

أ - اللہ تعالی کا قول ہے ﴿ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ ﴾ [المائدہ:۴]. ﴿ترجمہ: اور ان شکاری جانوروں کا شکار کیا ہوا جانور (حلال) ہے جنہیں تم نے سکھا رکھا ہو﴾.

ابوعبید بن قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں: (یہ اسم (مکلبین) کلب سے مشتق ہے، پھر اس میں شکاری تیندوا، شکرہ اور بازی شامل ہیں، پس یہ تمام جانور اس اسم میں داخل ہو جاتے ہیں، اسی بنا پر ہر شکاری اور کاٹنے والے درندوں کو کلبِ عقور کہا گیا ہے)623.

ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اسم کلب لغۃً وشرعاً درندوں (سبع) کو شامل ہے، لغۃً اس لئے کہ وہ تکلُّب سے مشتق ہے جس کا معنی فساد کرنا اور شکار کا حریص ہونا ہے اور یہ صفت درندوں میں پائی جاتی ہے)624.

ب - ابوعقرب رضی اللہ عنہ 625 سے مروی ہے: لہب بن ابی لہب نبی ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: (اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبَكَ)، (یعنی: اے اللہ تم اپنے کتے (شیر) کو اس پر مسلط کردے)، پس ایک مرتبہ وہ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک قافلہ میں شام کے لئے نکلا، اس نے راستے میں اپنے ساتھیوں سے کہا: اللہ کی قسم! مجھے محمد (ﷺ) کی بد دعا سے ڈر لگ رہا ہے، اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا: ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے، پھر ان لوگوں نے سارا سامان اس کے اردگرد اکٹھا کر دیا اور بیٹھ کر اس کی نگرانی کرنے لگے، پس ایک شیر آیا اور اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا626.

---

623. غریب الحدیث، (169/2).

624. الحاوی الکبیر، (360/4).

625. یہ صحابی ہیں جو اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، ان کے نام میں اختلاف ہے، ان کا نام خویلد بن خالد بتایا جاتا ہے.
دیکھئے: الطبقات الکبری، ابن سعد (457/5)؛ معرفۃ الصحابۃ، لأبی نعیم الأصبھانی (2488/5).

626. الحاکم فی المستدرک، (588/2)، (3984) اور کہا ہے: (صحیح الاسناد ہے مگر دونوں نے روایت نہیں کیا ہے). اور حافظ ابن حجر نے (فتح الباری)، (39/4) میں حسن قرار دیا ہے.

وجه دلالت : یہاں شیر کو کتا کے نام سے پکارا گیا ہے 627.

دوم: **اس کو قتل کرنے کی اباحت کا سبب :**

علماء کے مابین ان منصوص مؤذی جانوروں اور ان کے معنی کے دوسرے جانوروں کو قتل کرنے کی اباحت کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے اور ان کے تین اقوال ہیں، جن میں راجح قول یہ ہے کہ: اس کا سبب ان کا لوگوں کو خوف زدہ کرنا، ان پر حملہ آور ہونا اور ان کے ابدان و اموال کو نقصان پہنچانا ہے، اسی کے قائل امام مالک 628، اور امام احمد 629 ہیں.

اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال :

1- کاسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (ان جانوروں کو قتل کرنے کی اباحت کی علت نقصان و ایذا پہنچانے میں پہل کرنا اور اکثر لوگوں پر حملہ کرنا ہے)630.

2-ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (ہمارے علماء نے کہا ہے: حملہ کرنے والے اور نقصان پہنچانے میں پہل کرنے والے درندوں کو قتل کرنا محرم کے لئے جائز ہے، جیسے کہ شیر، چیتا، بھیڑیا، تیندوا، کلبِ عقور اور اس معنی کے دوسرے تمام جانور ہیں)631.

3-ابن الاثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (**کلبِ عقور**: ہر وہ درندہ ہے جو کاٹتا ہے یعنی زخم پہنچاتا ہے، مار ڈالتا ہے، اور پھاڑ کھاتا ہے، جیسے کہ شیر، چیتا، اور بھیڑیا، اسے کلب اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ سبُعیت میں سب شریک ہیں)632.

---

627. دیکھئے: غریب الحدیث، لابن سلام (169/2).

628. دیکھئے: الموطأ، (357/1)؛ مواھب الجلیل، (253/4).

629. المغنی، (164/3)؛ الاقناع، (582/1).

630. بدائع الصنائع، (197/2).

631. أحکام القرآن، (175/2).

632. النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (275/3). اور دیکھئے: لسان العرب، (594/4).

دسواں مبحث

حرم میں حدود قائم کرنا

اوراس میں دومطالب ہیں:

پہلامطلب: حرم میں حد کا ارتکاب.

دوسرامطلب: حرم سے باہر حد کا ارتکاب.

پہلا مطلب

حرم میں حد کا ارتکاب

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جولائق حد جرم کا ارتکاب حرم میں کرے اس پر حرم ہی میں حد قائم کی جائے گی، اجماع نقل کرنے والوں میں: طبری633، ابن الجوزی634، ابن عبدالبر635، ابن قدامہ636، اورقرطبی637 وغیرہم ہیں

دلائل:

1-اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿ **وَ لَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِينَ** ﴾[البقرة:١٩١].

﴿ ترجمہ: اور مسجد حرام کے پاس ان سے قتال نہ کرو، یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کرنے میں پہل کریں، پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی یہی سزا ہے ﴾.

2-اور اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿ **وَ مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ** ﴾[الحج:٢٥]

﴿ ترجمہ: اور جو کوئی اس میں اللہ کے حدود کو تجاوز کرتے ہوئے شرک وبدعت کی راہ اختیار کرے گا، ہم اسے

---

633. تفسیر الطبری، (14/4).
634. مثیر العزم الساکن الی أشرف الأماکن، (191/1).
635. الاستذکار، (256/8).
636. المغنی، (239/8).
637. تفسیر القرطبی، (111/2).

دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے ﴾.

وجہ دلالت : یہ دونوں آیتیں محکم ہیں، اوران کا حکم اس شخص پرحرم میں حد قائم کئے جانے کو شامل ہے جو سرکشی اور ظلم کرے638.

3- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالی کے قول ﴿كَانَ ءَامِنًا﴾ [آل عمران: ۹۷] کے بارے میں آیا ہے، وہ کہتے ہیں: (جس نے حِل میں قتل کا ارتکاب کیا یا چوری کیا پھر وہ حرم میں داخل ہو گیا، تو اس کے ساتھ بیٹھا نہیں جائے گا، اس سے بات نہیں کی جائے گی اور نہ اسے پناہ دیا جائے گا، بلکہ اس کو وہاں سے نکلنے کے لئے کہا جائے گا اور جب نکل جائے گا تو اس پر حد قائم کیا جائے گا، اگر اس نے حِل میں قتل یا چوری کیا ہے پھر اسے حرم میں داخل کر دیا گیا ہے، اور لوگ اس کے جرم پر حد قائم کرنا چاہتے ہیں، تو وہ اس کو حرم سے باہر نکالیں گے پھر اس پر حد قائم کی جائے گی، اور اگر اس نے حرم میں قتل یا چوری کیا ہے تو اس پر حرم ہی میں حد قائم کیا جائے گا)639.

4- اہلِ حرم اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت وصیانت کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح دوسرے لوگ ہوتے ہیں، پس اگر حرم کے اندر جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے حق میں حد مشروع نہ کی جاتی تو اللہ تعالی کے حدود معطل ہو جاتے، اور حرم واہلِ حرم کو شدید نقصانات لاحق ہو جاتے640.

5- حرم میں جرم کرنے والا اس میں جرم کا ارتکاب کرکے اس کی حرمت کو پامال کر دیتا ہے، لہذا وہ اس میں سزا کا مستحق ہے جو کہ بالکل موافق جزاء ہے641.

6 - حرم میں جرم کرنے والا بادشاہ کے دربار میں جرم وفساد کرنے والے کی طرح ہے، چنانچہ وہ سزا کا

638. المحلی، (497/10).

639. مصنف عبدالرزاق، (152/5)، (ح9226)؛ سنن البیھقی، (214/9)، (567/18). اور سند صحیح ہے

640. دیکھئے: المغنی، (239/8)؛ زادالمعاد، (448/3).

641. دیکھئے: المغنی، (239/8)؛ زادالمعاد، (448/3).

مستحق ہے642.

دلیل اجماع :

کئی اہلِ علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص حرم کے اندر قابلِ حد جرم کا ارتکاب کرے گا اس پر حرم ہی میں حد جاری کی جائے گی، ان علماء میں سے یہ لوگ ہیں:

1- طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: (جو شخص اس کے (یعنی: حرم کے) اندر لائقِ حد کام کرے گا، تو اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس پر اسی میں حد قائم کیا جائے گا، یہ دونوں مسئلے اصل ہیں اوران کے حکم پر اجماع ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں)643.

2- اورابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (علماء کا اس پر اجماع ہے کہ: جو شخص حرم میں قتل کرے اور لائق حد کوئی کام کرے تو اس پر حرم میں حد قائم کیا جائے گا)644.

3- اورقرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (علماء کا اس پر اجماع ہے کہ: اگر کوئی حرم میں قتل کرے تو اس میں اس کو قتل کیا جائے گا، اور اگر حد والا کام کرے گا تو اسی میں اس سے قصاص لیا جائے گا، اور اگر اس میں جنگ کرے گا تو اس سے جنگ کیا جائے گا اور اسی جگہ اس کو قتل کیا جائے گا)645.

اسی میں حرم کی حفاظت، اس کی حرمت کی تعظیم اور اس کی ہیبت کی تائید وتعزیز ہے، اور اس میں حد قائم کرنا اس کی حرمت کے منافی عمل نہیں ہے، اس لئے کہ جب کوئی اس میں موجب حد کام انجام دیتا ہے تو در حقیقت وہ ایک ساتھ دو جرائم کا ارتکاب کرتا ہے:

اول: پہلا موجب حد خود اس کا جرم ہے.

---

642. زادالمعاد، (448/3).

643. تفسیر الطبری، (14/4).

644. الاستذکار، (256/8).

645. تفسیر القرطبی، (111/2).

دوم: دوسرا جرم حرم کی حرمت کو پامال کرنا اور اللہ کے شہر میں اور اس کے حرم میں اسی کے خلاف جرأت کا اظہار کرنا ہے، پس اس کا یہ جُرم اس لائق ہے کہ اس پر حرم ہی میں حد قائم کیا جائے تا کہ جزاءِ عمل کے جنس سے ہو.

دوسرا مطلب

حرم سے باهر حد کا ارتکاب

علماء کے درمیان اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جوحرم کے باہر لائق حد کام کرے پھر وہ حرم میں آجائے، تو کیا اس سے حق وصول کیا جائے گا؟ اس سلسلے میں دو اقوال ہیں جن میں راجح قول یہ ہے کہ: اس میں اس سے وصول نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ باہر نہ آجائے، باہر آنے کے بعد اس سے وصول کیا جائے گا، اس کے قائل ابن عباس رضی اللہ عنہما، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور یہی ابوحنیفہ اور احمد وغیرہم کا مذہب ہے.

دلائل :

1-اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿ **وَ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ ءَامِنًا** ﴾[آل عمران:۹۷].﴿ترجمہ: اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا﴾.

وجہ دلالت : یہ حکم اسلام سے پہلے اور اس کے بعد سے چلا آ رہا ہے، اور یہ خبر ہے مگر اس سے مراد امر ہے646.

2- بعض صحابۂ کرام سے مروی ہے کہ اگر کوئی حرم کے باہر موجب حد کام کرے پھر اس میں پناہ لے لے تو اس سے بدلہ نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس سے باہر نہ آئے، اور ان صحابہ میں سے یہ ہیں:

أ -ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالی کے قول﴿ **كَانَ ءَامِنًا** ﴾ [آل عمران:۹۷] کے بارے

646. مثیر العزم الساکن الی أشرف الأماکن، (191/1)؛ نیل الأوطار، (43/7).

میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے: (جو شخص حِل میں قتل کرے یا چوری کرے پھر حرم میں داخل ہو جائے، تو اس کے ساتھ نہیں بیٹھا جائے گا، نہ اس سے بات کی جائے گی اور نہ اسے پناہ دیا جائے گا، بلکہ اسے نکلنے کی تاکید کی جائے گی، اور جب وہ نکلے گا تو اس پر حد قائم کی جائے گی...)647.

ب - ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: (اگر میں اس میں 648 عمر کے قاتل کو بھی پاؤں تو اس کو نہ ڈانٹوں649)650.

ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: (یہی جمہور تابعین اور ان کے بعد کے علماء کا قول ہے، بلکہ کسی بھی صحابی اور تابعی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے، اسی کو ابو حنیفہ اور اہلِ عراق میں سے ان کے موافقین نے، امام احمد نے اور اہلِ حدیث میں سے ان کے موافقین نے اختیار کیا ہے)651.

3-(حرم کی پناہ میں آنے والا تائب و برائت ظاہر کرنے والے کی طرح ہے، جس نے رب تعالی کے گھر میں پناہ لے رکھا ہے، اور اس کے غلاف سے چمٹا ہوا ہے، پس نہ اللہ کے اور نہ اس کے گھر اور اس کے حرم کے شایان شان ہے کہ اس کو بھڑکایا جائے اس شخص کے برخلاف جو اس کی حرمت کو پامال کرنے پر آمادہ ہو، پس اس سے دونوں حالتوں میں فرق نمایاں ہو جاتا ہے اور یہ اجاگر ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہا ہے وہ خالص فقہ ہے)652.

---

647. اس کی تخریج گزر چکی ہے.

648. یعنی: حرمِ مکہ.

649. ان کا لفظ ہے: ما ندهتُه: الندہ: بمعنی زجر ہے، یعنی: میں اس کو نہیں ڈانٹتا. دیکھئے: غریب الحدیث للخطابی (405/2).

650. مصنف عبد الرزاق، (153/5)، (رقم 9229)؛ والأزرقی فی (أخبار مکۃ) (139/2). اور اس کی سند صحیح ہے

651. زاد المعاد، (444/3.

652. زاد المعاد، (448/3).

اس سلسلے میں اہلِ علم کے اقوال:

1- طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اگر کوئی کہنے والا یہ کہے: اس میں (یعنی: حرم میں) حد قائم کرنے سے کون سی چیز مانع ہے؟ تو کہا جائے گا: تمام سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ: جس نے غیر حرم میں جرم کا ارتکاب کیا ہو پھر وہ حرم میں پناہ لے لے تو اس سے اس میں اس کے جرم کا بدلہ نہیں لیا جائے گا)653.

2- اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ: جو شخص حرم کے باہر کوئی قابلِ حد کام کرے پھر وہ حرم میں داخل ہو جائے، تو اس پر حد قائم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ باہر نہ آجائے، جیسا کہ ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے، اور جو ابو حنیفہ اور احمد وغیرہم کا مذہب ہے)654.

3- اور شنقیطی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (حرم میں پناہ لینے والے شخص سے ہر وہ حق وصول کیا جائے گا جو شرعاً اس پر واجب ہو، قتل ہو یا کوئی اور گناہ ہو، اس لئے کہ حد قائم کرنے اور قصاص لینے کو اللہ تعالی نے واجب قرار دیا ہے، اس کو انجام دینا اللہ کی اطاعت اور اس کا تقرب حاصل کرنا ہے، اور اللہ تعالی کی اطاعت اور اس کے حکم کی بجا آوری میں حرمتِ حرم کی پامالی نہیں ہے، اور جو اصول کے زیادہ موافق ہے اور جو بہتر واولی بھی ہے، وہ دلائل کے درمیان جمع وتطبیق ہے، اور یہ اس شخص کے قول کے مطابق ممکن ہے جس کا کہنا ہے: حرم میں پناہ لینے والے مجرم پر سختی کی جائے گی، نہ اس سے کچھ بیچا جائے گا، نہ اس سے کچھ خریدا جائے گا، نہ اس کو مجلس میں بیٹھنے دیا جائے گا اور نہ اس سے بات کی جائے گی یہاں تک کہ وہ نکلنے پر مجبور ہو جائے، جب وہ حرم سے نکل جائے گا تو اس سے اللہ کے حق کو وصول کیا جائے گا، اس قول کے ذریعہ نصوص کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے، اس کے مطابق حق وصول بھی ہو جاتا ہے، اور حرمتِ حرم کی پامالی بھی نہیں ہوتی ہے)655.

---

653. تفسیر الطبری، (14/4).

654. مجموع الفتاوى، (343/18).

655. أضواء البيان، (139/5).

خاتمہ

یہی وہ باتیں ہیں جنہیں عرض کرنے کی اللہ تعالی نے مجھے توفیق بخشی اور اس موضوع کے تحت انہیں پیش کرنے کا موقع نصیب فرمایا: (اور ابن الوردی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے: لوگوں نے علم میں کتابیں اس لئے نہیں لکھیں کہ وہ ہدفِ مذمت بنیں، بلکہ انہوں نے اجر، دعاؤں اور ذکرِ جمیل کے لئے لکھی ہیں، لیکن میں اس جسد پر قربان جاؤں جس میں حسد نہ پایا جاتا ہو، اور اللہ کسی بھی شخص کے حق کو ضائع نہیں کرتا، وہ ہر قائل کے قول کے نزدیک ہے، اور عقل مند آدمی اپنے آپ میں مشغول ہوتا ہے، پس اے طالب! اگر آپ اس میں کوئی اہم مسئلہ پائیں تو میرے حسنِ خاتمہ کے لئے دعا کریں، اور اگر کوئی لغزش دیکھیں تو میرے لئے بخشش ومغفرت کی دعا کریں)656.

اخیر میں اللہ العظیم ربُّ العرش الکریم سے دعا گوہوں کہ وہ ہماری اس کوشش کو سودمند بنائے، اس میں برکت عطا کرے، اور میری ہر غلطی، یا سہو یا تقصیر کو معاف فرمائے.

میں اس علم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو فائدہ نہ پہنچائے، اور اس دل سے جو خوف نہ کھائے، اور اس دعا سے جو ٹھکرادی جائے.

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین، وصلی اللہ وسلَّم علی نبیِّنا الکریم وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

656. اعانۃ الطالبین علی حلّ الفاظ فتح المعین، للسید البکری الدمیاطی (344/4).